جنّت اورِ اہلِ جنّت

کتاب وسنّت کی روشنی میں

قرآنی آیات اور احادیثِ نبویہؐ کی روشنی میں جنت اور اہلِ جنت سے
متعلق تفصیلی معلومات پر مشتمل دلوں میں جنت کا شوق اور اس کے
حصول کے لئے عملی جد وجہد کا ولولہ پیدا کرنے والی ایک منفرد کتاب

تالیف :

علّامہ ابنِ قیمِ الجوزیہ رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۷۵۱ھ)

ترجمہ و تلخیص:

مولانا خورشید انور ندوی مدنی

دار العلوم سبیل السّلام، مدینۃ العلم، حیدر آباد - الہند

جنّت اور اہلِ جنّت

کتاب وسنّت کی روشنی میں

قرآنی آیات اور احادیثِ نبویہؐ کی روشنی میں جنت اور اہلِ جنت سے متعلق تفصیلی معلومات پر مشتمل دلوں میں جنت کا شوق اور اس کے حصول کیلئے عملی جدوجہد کا ولولہ پیدا کرنے والی ایک منفرد کتاب "حَادِی الْاَرْوَاحِ اِلٰی بِلَادِ الْاَفْرَاحِ" کا اردو ترجمہ و تلخیص

تالیف :

علّامہ ابنِ قیّم الجَوزِیّہ رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۷۵۱ھ)

ترجمہ و تلخیص:

مولانا خورشید انور ندوی مدنی

دار العلوم سبیل السلام، مدینۃ العلم، حیدر آباد - الہند

نام کتاب :	جنت اور اہل جنت کتاب وسنت کی روشنی میں
اصل کتاب جس کا ترجمہ کیا گیا:	حادی الارواح الی بلاد الافراح
تالیف :	علامہ ابن قیم الجوزیہ رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۷۵۱ھ)
ترجمہ وتلخیص :	مولانا خورشید انور ندوی مدنی
کمپیوٹر کمپوزنگ :	کمپیوٹر سیکشن دارالعلوم سبیل السلام، حیدرآباد
کمپوزیٹر :	مولانا محمد احسان سبیلی
طبع اول :	رجب ۱۴۲۴ھ مطابق ستمبر ۲۰۰۳ء
صفحات :	۴۲۴
قیمت :	

ناشر:

دارالعلوم سبیل السلام، مدینۃ العلم، حیدرآباد الہند

DARUL-ULOOM SABEELUSSALAM
MADINATUL-ILM,SALALA BARKAS
HYDERABAD.500005,(A.P)INDIA
Ph:040-24440450

ملنے کے پتے :

- دارالاشاعت دارالعلوم سبیل السلام، صلالہ بارکس، حیدرآباد
- مترجم کتاب مولانا خورشید انور ندوی مدنی استاذ دارالعلوم سبیل السلام، حیدرآباد
- ہندوستان پیپر ایمپوریم، مچھلی کمان، حیدرآباد، Ph: 24523011
- المکتبۃ الندویہ، دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ
- مکتبہ الفرقان، نظیرآباد، لکھنؤ

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی :

"مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعِدَ الْمُتَّقُونَ فِيهَآ أَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ، وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى، وَلَهُمْ فِيهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ" (محمد:۱۵)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

''جس جنت کا متقیوں سے وعدہ کیا جاتا ہے اس کی کیفیت یہ ہے کہ اس میں بہت سی نہریں تو ایسے پانی کی ہیں جن میں ذرا تغیر نہ ہوگا اور بہت سی نہریں دودھ کی ہیں جن کا ذائقہ ذرا بدلا ہوا نہ ہوگا، اور بہت سی نہریں ہیں شراب کی جو پینے والوں کو بہت لذیذ معلوم ہوگی اور بہت سی نہریں ہیں شہد کی جو بالکل صاف ہوگا، اوران کے لئے وہاں ہر قسم کے پھل ہوں گے، اوران کے رب کی طرف سے بخشش ہوگی''

عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :

"قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اَعْدَدْتُ لِعِبَادِيَ الصّٰلِحِيْنَ مَالَا عَيْنٌ رَأَتْ، وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ، وَمِصْدَاقُ ذٰلِكَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ : "فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءً ۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ"

(بخاری کتاب بدأ الخلق، مسلم کتاب الجنة)

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کہتا ہے: میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے ایسی چیزیں تیار کر رکھی ہیں جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے، نہ ان کا خیال کسی فردِ بشر کے دل میں گذرا ہے۔ اس کی تصدیق اللہ تعالیٰ کے اس قول سے ہوتی ہے "فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءً ۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ" (کوئی شخص نہیں جانتا کہ ان (جنتیوں) کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک کا کیا کیا سامان چھپا کر رکھا گیا ہے، ان (نیک) اعمال کے بدلہ میں جو وہ کرتے تھے)''

فہرستِ عناوین

پیش لفظ

اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو بسایا اور حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام سے انسانی آبادی کا آغاز فرمایا، حضرت آدمؑ پہلے انسان بھی ہیں اور پہلے نبی بھی، ان کے بعد حضرت حوا زوجہ محترمہ کی حیثیت سے آتی ہیں اور دونوں کے ملاپ سے انسانی کارواں بڑھتا ہے اور بڑھتا ہی چلا جاتا ہے اور اس وقت ایک اندازہ کے مطابق چھ ارب سے زیادہ انسان دنیا میں رہتے اور بستے ہیں، ظاہر ہے یہ انسانی آبادی بڑھے گی اور موجودہ شرح میں اضافہ در اضافہ ہی ہوتا چلا جائے گا، اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ سے اس کائنات کے نظام کو برپا فرمایا جس کا عظیم تر حصہ جن وانس ہیں، اور جنّ وانس کی پیدائش کو تمام مخلوقات میں فضیلت اور برتری حاصل ہے، اور اس میں بھی انسان کا مقام و مرتبہ اعلیٰ وارفع ہے جو "وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْ آدَمَ" (الاسراء: ۷۰) اور "لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ" (التین: ۴) سے ظاہر ہے، یہ تو انسان کی تخلیق کی عمومی حیثیت ہوئی تاہم اسے بارگاہِ خداوندی سے خلافت کی خلعت بھی عطا کی گئی، یہ خلافت اسے زیادہ تر حاصل ہوگی جو اپنے آپ کو خدائی رنگ میں رنگے گا "صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً" اور "تَخَلَّقُوْا بِأَخْلَاقِ اللّٰهِ" کے سانچے میں اپنے آپ کو ڈھالے گا، یہ اسی وقت

ممکن ہے جب کہ اس کے اندر جذبۂ عبودیت ہو اور عبد بن کر معبود حقیقی کے سامنے سر بسجود ہو، اور اس کی رضا اور خوشنودی کا تابع ہو۔

اس موقع پر اس حقیقت پر نظر رہنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی مرضیات اور نامرضیات کا علم ایک انسان بطورِ خود حاصل نہیں کر سکتا، اس کے لئے اللہ نے فرشتوں اور رسولوں کا سلسلہ جاری فرمایا، رسولوں میں سب سے آخری رسول حضرت محمد ﷺ ہیں، آپ سے پہلے جتنے رسول آئے وہ سب اور آپؐ اپنے اپنے دور اور زمانہ میں اللہ کی مرضیات اور نامرضیات کو بتاتے، اور مرضیات پر چلنے اور نامرِضیات سے بچنے کی تلقین کرتے اور دعوت دیتے رہے، جنہوں نے بات مان لی وہ مطیع وفرماں بردار کہلائے اور جنہوں نے بات نہیں مانی وہ کافر و مشرک ٹھہرائے گئے، بس جنت نام ہے اللہ کی "مرضیات" کے گھر کا اور دوزخ جسے کہتے ہیں وہ اللہ کی "نامرضیات" کی جگہ ہے، ایک وقت آئے گا کہ جنت اپنی تمام تر نعمتوں کے ساتھ جلوہ گر ہوگی اور دوزخ پوری ہولناکیوں کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے سامنے آئیگی۔

قیامت کے دن جنت کا ماحول بڑا پر کیف، مسرّت آگیں اور نہایت خوشنما ہوگا، دخولِ جنت کے وقت اہلِ جنت کا کس طرح اعزاز و اکرام ہوگا اور اُن کا استقبال فرشتے کس انداز میں کریں گے اس کی ایک جھلک آپ اِن آیات میں بھی ملاحظہ فرما سکتے ہیں:

وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا حَتَّى إِذَا جَاءُوهَا وَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا	اور جو لوگ اہل تقویٰ ہیں وہ جنت کی طرف گروہ گروہ روانہ کئے جائیں گے یہاں تک کہ جب اس کے پاس

سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ ، وَقَالُوْا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّأُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَآءُ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعَامِلِيْنَ ۔

(الزمر: ۷۳-۷۴)

پہونچیں گے تو اس حال میں جائیں گے کہ اس کے دروازے کھلے ہوں گے اور وہاں کے محافظ ان سے کہیں گے تم پر سلامتی ہو، مزہ میں رہو، سو اس میں ہمیشہ کے لئے داخل ہو جاؤ اور وہ کہیں گے تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہم سے اپنا وعدہ سچا کیا اور ہمیں اس زمین کا مالک کر دیا، کہ ہم جنت میں جہاں چاہیں مقام کر لیں، تو غرض کہ عمل کرنے والوں کا کیسا اچھا انعام ہے۔

قرآنی ترتیب کے اعتبار سے سورۂ یونس کا نمبر دسواں ہے، اس دسویں سورہ کی دسویں آیت میں اہلِ جنت کا یہ حال بیان کیا گیا ہے کہ جب وہ جنت میں اطمینان سے بیٹھ لیں گے اور دنیا کی فانی لذتوں کا مقابلہ وہاں کے دائمی عیش و سرور سے کریں گے یا دوسرے لفظوں میں منزلِ مقصود پر پہنچنے سے جو سچی مسرّت اور روحانی خوشی انہیں حاصل ہوگی اور جنت کے عجائب اور اس کی بہار کا دفعۃً معائنہ کریں گے تو بے اختیار ان کی زبانوں پر یہ نعرہ ہوگا "سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ" پاک ہے تو اے اللہ۔

یہ تو خدائے ذوالجلال اور اس کی بنائی ہوئی جنت کے بارے میں اہلِ جنت کی وجدانی کیفیت ہوگی اور زبان پر بے ساختگی کے ساتھ "سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ" کا مقدّس کلمہ ہوگا، اس کلمہ سے بتانا مقصود یہ ہے کہ اہلِ جنت کو جنت میں ہر راحت، اور ہر مطلب کی چیز من مانے انداز سے خود بخود حاصل ہوگی، کسی چیز کو مانگنے اور

درخواست کرنے کی ضرورت ہی نہ ہوگی، اس لئے درخواست وطلب اور معروف دعا کے قائم مقام ان کی زبانوں پر صرف اللہ کی تسبیح ہوگی اور وہ بھی دنیا کی طرح کوئی فریضۂ عبادت ادا کرنے کے لئے نہیں بلکہ وہ اس کلمۂ تسبیح سے لذت محسوس کریں گے اور اپنی خوشی سے "سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ" کہا کریں گے، جنت میں "سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ" کے بعد دوسری طرف "سلام" کا ماحول ہوگا (وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلَامٌ۔ اور ان کی دعا یہ ہوگی کہ "سلامتی" ہو) سلام کا لفظ اگرچہ دنیا میں دعاء ہے لیکن جنت میں پہنچ کر تو ہر مطلب حاصل ہوگا، اس لئے وہاں یہ لفظ دعاء کے بجائے خوش خبری کا کلمہ ہوگا، سلام کے کلمہ سے یہ خوش خبری دی جائے گی کہ تم یہاں پر ہر تکلیف اور ناگوار چیز سے سلامت رہوگے، یہ خوش خبری اللہ کی جانب سے بھی ہوگی، فرشتوں کی طرف سے بھی اور جنتیوں میں باہمی طور پر بھی۔ جنت کے مقدّس، پاکیزہ اور دل آویز ماحول میں جنتیوں کی زبان پر ان دو کلموں کے ساتھ جو آخری کلمہ ہوگا، اس کا ذکر قرآن کریم نے ان الفاظ میں کیا ہے "وَآخِرُ دَعْوَاهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ" (یونس:۱۰۔ اور ان کی دعاء کا خاتمہ اس پر ہوگا کہ سب خوبی اللہ کے لئے ہے جو پروردگار ہے سارے جہاں کا)

اگر غور سے دیکھا جائے تو انسان کا اصل وطن "جنت" ہی ہے، اس لئے کہ اس کے جدِ امجد حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام جنت ہی سے دنیا میں تشریف لائے تھے، اور اگر دم لے کر آگے بڑھتے ہوئے وہ جنت میں جاتا ہے تو گویا اس کی حیثیت اپنے حقیقی وطن کی طرف کوچ کرنے کی ہے اور دوزخ جو کہ خدا کی نامرضیات کی جگہ ہے وہاں اگر کوئی انسان پہونچتا ہے تو اس کی مثال ایسی ہے کہ منزل کی طرف چلنے کے بجائے اس نے درمیان میں اپنی راہ گم کردی ہو، اور بھٹک کر صحرا، بے آب وگیاہ

زمین میں پہونچ گیا ہو جہاں ظلمت ہی ظلمت ہے، تاریکی ہی تاریکی ہے، بھیانک گڑھے اور حد درجہ تکلیف اور اذیت سے بھرے ہوئے مقامات ہیں، اب فیصلہ انسان کے ہاتھ میں ہے کہ وہ انبیاء کی بتائی ہوئی راہوں اور لائی ہوئی کتابوں پر چل کر جنت میں اپنا مقام بناتا ہے یا دوزخ میں، یعنی ؎

فیصلہ تیرا تیرے ہاتھوں میں ہے دل یا شکم

یہ کتاب جو آپ کے ہاتھوں میں ہے ایک اہم ترین موضوع پر اہم ترین شخصیت کی اہم ترین کتاب ہے، اس موضوع پر چھوٹی بڑی مختلف کتابیں لکھی گئی ہیں، مگر جس کمال و تمام، علم و تحقیق، باخبری اور واقفیت کے ساتھ یہ کتاب لکھی گئی ہے اس سے مصنف (علامہ ابن قیم الجوزیہؒ) کے اونچے مقام و مرتبہ کا اندازہ ہوتا ہے، پھر یہ کہ تحریر کا انداز، اس کی ترتیب اس قدر دلکش، جاذب نظر اور روحانیت سے لبریز ہے کہ "از دل خیزد بر دل ریزد" کا محاورہ صادق آتا ہے، ضرورت تھی کہ علم و معرفت سے لبریز اس کتاب کو اردو کا پیرہن دیا جائے، محترم مولانا خورشید انور ندوی مدنی (استاذ تفسیر و حدیث و ادب عربی دارالعلوم سبیل السلام حیدرآباد) نے اسے محسوس کیا اور نہایت قابلیت اور صلاحیت سے اس کتاب کا اردو میں ترجمہ و تلخیص کیا، مولانا عالمِ اسلام کی عظیم دینی درسگاہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے فارغ التحصیل ہیں، جامعہ اسلامیہ مدینہ منورۃ (مدینہ یونیورسٹی) جیسی عظیم اسلامی درسگاہ سے بھی پانچ سال تک مسلسل کسبِ فیض کیا ہے، ان دونوں عالی نسبتوں نے ان کے اندر علوِ ہمت پیدا کیا، اور پوری مستعدی، دلچسپی اور محنت کے ساتھ اس ضخیم کتاب کا ترجمہ کیا، "جنت" کے موضوع کی طرف ان کی رغبت ان کی صالحیت کی دلیل ہے، اور شستہ، شگفتہ، اور برجستہ ترجمہ سے ان کی صلاحیت کی غمازی ہوتی

ہے، دنیا میں جب کبھی کوئی کام صالحیت اور صلاحیت کے ساتھ کیا جاتا ہے، تو وہ خلق اور خالق دونوں کی نگاہ میں مقبول ہوتا ہے، اور یہی توقع اس کتاب کے ساتھ قائم کرنی چاہئے۔

لوگ کہتے ہیں اور صحیح کہتے ہیں کہ ''ج، ن، ن'' کے مادّہ میں ''چھُپنا'' ہے، اور جنت کو جنت اس لئے بھی کہتے ہیں کہ وہ نگاہوں سے چھپی ہوئی ہے، شاید اسی کا اثر ہو کہ بعض اہلِ خیر اس میں حصّہ لیکر بھی لوگوں کی نگاہوں سے چھُپے رہنا چاہتے ہیں، حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی نظر میں وہ بندہ بہت زیادہ پسندیدہ ہے جو اپنے آپ کو اور اپنے عملِ خیر کو لوگوں کی نگاہوں سے چھُپا کر رکھے، لیکن وہ ذات جو ہر ظاہر اور پوشیدہ چیزوں کو جانتی ہے اس کے سامنے کوئی عمل چھُپ نہیں سکتا اور اس کے علم کی بنیاد پر اس کی بارگاہ میں وہ عملِ خیر اجر و ثواب کا مستحق ضرور قرار پائے گا، اللہ تعالیٰ اپنے ایسے پوشیدہ رہنے والے بندوں کے عملِ خیر کو قبول فرمائے، مصنفؒ، مترجم اور معاونین کی سعی ''سعی مشکور'' قرار پائے، مجھے اس سے خوشی ہے کہ یہ اہم اور وقیع کتاب ''دارالعلوم سبیل السلام حیدرآباد'' سے شائع ہو رہی ہے، اللہ تعالیٰ ''سبیل السلام'' کے نام کی برکت سے اس کے تمام منتسبین و متعلقین کو راہِ سلامتی پر چلائے، اور ظاہر ہے کہ راہِ سلامتی پر چلنے کا انعام ہی ''جنت'' ہے، اللہ تعالیٰ اس انعام سے ہم سب کو سرفراز فرمائے۔

یہ سطریں جب میں ختم کر رہا ہوں تو یہ حقیقت جلوہ گر ہو کر سامنے آرہی ہے کہ ہم میں سے ہر ایک کو وقت مقررہ پر دنیا سے جانا ہے، ایک مومن کی سب سے بڑی آرزو اور حسین تمنا جو ہو سکتی ہے وہ یہ ہے کہ آخری وقت اس کے کان میں یہ صدائے دل نواز آنے لگے :

يَآ اَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ اِرْجِعِىْ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِىْ فِىْ عِبَادِىْ وَادْخُلِىْ جَنَّتِىْ۔

(الفجر:۲۷-۳۰)

اے اطمینان والی روح! تو اپنے پروردگار کی طرف چل، خوش ہوتی ہوئی اور خوش کرتی ہوئی، پھر تو میرے (خاص) بندوں میں شامل ہوجا، اور میری جنت میں جا داخل ہو۔

مطابق یکم رجب ۱۴۲۴ھ
۳۰/اگست ۲۰۰۳ء
شنبہ

محمد رضوان القاسمی
ناظم دارالعلوم سبیل السلام حیدرآباد

عرضِ مترجم

الحمدلله الذی خلق الجن والانس لعبادته ، وجعل الجنة مثوی لأهل طاعته ، والصلاة والسلام علی أفضل الخلق محمد بن عبدالله اصطفاه لتبلیغ رسالته ، وأداء أمانته ، وعلی آله واصحابه اقتبسوا النور من مشکاة نبوته ، وبذلوا النفس والنفیس لتحکیم شریعته وعلی من دخل فی ملته ، ثم استقاموا علی محجته واستنوا بسنته۔

أمابعد !

قرآن کریم کی بے شمار آیات اور زبان نبوت سے نکلی ہوئی ان گنت احادیث مبارکہ اس بات پر صراحتاً یا اشارۃً دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جن وانس کو صرف اپنی عبادت وطاعت کے لئے پیدا فرمایا ہے، اور اس وسیع وعریض کائنات، اور زمین وآسمان کے درمیان پائی جانے والی مخلوقات کو اشرف المخلوقات حضرت انسان کے لئے وجود بخشا تاکہ وہ ان سے لطف اندوز ہوتے ہوئے عبادت الٰہی میں مصروف رہے، اور اپنی زندگی کی مادی ضرورتوں کو پورا کرتے ہوئے اپنے مقصدِ تخلیق کی تکمیل میں لگا رہے۔

اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح میں قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کو پیدا فرمایا تھا اوران سے ایک عہد لیا تھا جس کو ''عہد الست'' کہا جاتا ہے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے بعد ان کی پیٹھ سے پیدا ہونے والی تمام اولاد کو نکالا اور پھر ان کی اولاد کی پیٹھ سے قیامت تک پیدا ہونے والی تمام ذریت کو نکال کھڑا کیا اوران سے اپنی ربوبیت وعبوبیت کا عہد و پیمان لیا، اس کو قرآن میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَىٰ شَهِدْنَا، أَنْ تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَٰذَا غَافِلِينَ أَوْ تَقُولُوا إِنَّمَا أَشْرَكَ آبَاؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِنْ بَعْدِهِمْ أَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُونَ ۔

(الاعراف:۱۷۲-۱۷۳)

(اور وہ وقت بھی قابل ذکر ہے) جب آپ کے پروردگار نے اولاد آدم کی پشت سے ان کی نسل کو نکالا ، اور خود اُن کو اپنے آپ پر گواہ بنایا اور (کہا) کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں، وہ بولے ، کیوں نہیں (ضرور ہیں) ہم گواہی دیتے ہیں، (یہ اس لئے ہوا) کہ کہیں تم قیامت کے دن یہ نہ کہنے لگو کہ ہم تو اس سے بے خبر تھے، یا یوں کہنے لگو کہ شرک تو ہمارے باپ دادا پہلے ہی سے کرتے آئے اور ہم تو ان کے بعد ان کی نسل میں ہوئے تو کیا تو ہمیں (اگلے) اہل باطل کے کرتوت کی پاداش میں ہلاک کردیگا۔

یوں تو قیامت کے دن انسان کے حساب ومواخذہ کے لئے یہی عہد و پیماں کافی تھا مگر اللہ تعالیٰ نے مزید اپنے فضل وکرم اور رحمت بے پایاں سے انبیاء ورسل کو ہدایت وارشاد اور اس وعدہ کی یاد دہانی کرانے کے لئے بھیجا، اور ان کے ساتھ آسمانی کتابیں اور صحیفے بھیجے تاکہ وہ دستور العمل اور ضابطۂ حیات کا کام دے سکیں۔

عدل وانصاف کا تقاضا تھا کہ کوئی دن ایسا مقرر کیا جائے جس میں لوگوں کے اچھے یا بُرے اعمال کا وزن کیا جائے اور ان کا پورا پورا بدلہ دیا جائے، اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے قیامت کا دن مقرر کیا ہے، جس دن سب کے سب حساب وکتاب کے لئے ارض محشر میں جمع کئے جائیں گے اور میزانِ عمل قائم کر کے نیکیوں اور برائیوں کو تولا جائے گا، جنھوں نے اللہ کی مرضیات کے مطابق زندگی گذاری ہوگی اور نفس وشیطان کی پیروی سے اپنے آپ کو باز رکھا ہوگا ان کو انعام واکرام سے نوازا جائے گا، اور ان کے عیش وآرام کے لئے اللہ نے ایسا گھر تیار کر رکھا ہے جو ہر قسم کی نعمتوں سے آراستہ، حسن وجمال اور زیب وآرائش کی چیزوں سے مزیّن ہوگا، اس گھر کا بنیادی نام اللہ نے ''جنّت'' بتایا ہے، جس کے لغوی معنیٰ ''گھنے باغ'' کے ہیں، کیونکہ اس میں دیگر بے شمار نعمتوں اور لذتوں کے علاوہ گھنے اور سایہ دار درخت بھی ہوں گے، اس مناسبت سے اس کا نام ''جنت'' رکھا گیا، ویسے اس کے اور بہت سے نام ہیں جن کو انشاء اللہ آپ زیر نظر ترجمہ کتاب کے باب ''جنت کے نام اور ان کے معانی'' میں ملاحظہ فرمائیں گے، یہ تو ان خوش نصیبوں کا ذکر تھا جنھوں نے اپنی پوری زندگی اللہ کی اطاعت وبندگی میں گذاری ہوگی، رہے وہ لوگ جو غفلت میں پڑے رہے اور انہوں نے فرصتِ ہستی کو کفر والحاد، شرک وبت پرستی، یا گناہ ومعصیت میں مبتلا رہتے ہوئے ضائع کر دیا تو ان کے لئے اللہ نے آگ، گرم پانی،

خون پیپ، اور نہ جانے کیسے کیسے درناک عبرتناک اور وحشتناک سزائیں مقرر کر رکھی ہیں، جن کے تصور ہی سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، (اعاذ ناالله منه) ایسے لوگوں کا ٹھکانہ ایسا گھر ہے جس میں دہکتی آگ ہوگی، سانپ بچھو ہوں گے، اور قسم قسم کے عذاب ہوں گے اس کو ''جہنم'' ''دوزخ'' یا ''نار'' کہا جاتا ہے۔

انسان کی فطرت یہ ہے کہ وہ نفع بخش چیزوں کی طرف لپکتا اور مضرت رساں چیزوں سے دور بھاگتا ہے، یہ بھی حقیقت ہے کہ اس کی نگاہ مادی نفع یا ضرر پر زیادہ اور روحانی ومعنوی چیزوں پر کم رہتی ہے، اس لئے ضرورت اس بات کی ہوتی ہے کہ مختلف پیرایوں اور مؤثر ودلکش انداز واسلوب میں اس کے سامنے جنت کی حقیقت، اس کی نعمتوں کا تذکرہ اور اس کی افادیت واہمیت کو واضح کیا جائے تا کہ اس کے دل میں حصولِ جنت کا شوق اور ولولہ پیدا ہو اور وہ اس کے لئے ہر قسم کی جانی و مالی قربانی دینے کے لئے تیار ہو جائے۔

۱۹۹۸ء یا ۱۹۹۹ء کی بات ہے کہ میں نے زیر نظر ترجمہ کی اصل کتاب ''حادی الارواح الی بلاد الافراح'' کا مطالعہ شروع کیا، اس وقت میرا مدینہ یونیورسٹی میں طالب علم کی حیثیت سے اخیر کا دور تھا، اس کتاب کے مطالعہ سے مجھے محسوس ہوا کہ مصنفِ کتاب علامہ ابن قیمؒ نے جنت اور اہل جنت کے متعلق قرآنی آیات اور احادیث نبویہ کا بڑا ذخیرہ اس کتاب میں جمع کر دیا ہے جو شاید اتنی وسعت و جامعیت کے ساتھ کسی اور کتاب میں نہ ملے، اگر چہ اس موضوع پر لکھی گئی تمام کتابیں قابلِ قدر ہیں، مگر اس کتاب کی اپنی بعض خصوصیات کی وجہ سے فوراً میرے دل میں خیال آیا کہ اگر پوری کتاب کا لفظ بلفظ ترجمہ نہ سہی تو کم سے کم اس کا خلاصہ اور عطر اردو میں منتقل کر دیا جائے تا کہ اس کی خوشبو سے اردو داں طبقہ بھی

اپنے مشامِ جاں کو معطر کر سکے، اللہ کا نام لیکر ترجمہ و تلخیص کا کام مدینہ یونیورسٹی میں طالب علمی کے زمانہ ہی سے شروع کر دیا پھر وہاں سے فراغت کے بعد جب دارالعلوم سبیل السلام سے وابستہ ہوا تو تعلیمی و تدریسی مصروفیات اور انتظامیۂ جامعہ کی طرف سے مفوضہ امور انجام دینے کے بعد جو تھوڑا بہت وقت ملتا اس میں بحمد للہ اس سلسلہ کو جاری رکھا، اللہ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ اس نے ہیچمداں کی بے بضاعتی اور عدیم الفرصتی کے باوجود اس کام کی تکمیل کرا دی۔

جو کچھ ہوا ہوا کرم سے تیرے
جو کچھ ہوگا تیرے کرم سے ہوگا

اس کتاب کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ مصنفؒ نے مختلف عناوین قائم کر کے ان کے تحت پہلے قرآن کریم کی آیات جمع کیں پھر ان سے متعلق صحاح ستہ اور دیگر کتب احادیث سے مرفوع اور موقوف روایات ذکر کیں اور ان پر محدثانہ شان اور واعظانہ انداز سے گفتگو کی، انہوں نے بہت سی جگہ حدیثوں کی سند پر بھی فنی بحث کی جس سے اردو ترجمہ و تلخیص میں تطویل کے ڈر سے گریز کیا گیا، بیشتر مقامات پر مصنف رحمتہ اللہ علیہ نے ایک ہی مفہوم کی کئی کئی روایات ذکر کی ہیں، ترجمہ میں اصح ترین روایت یا کسی ایک تفصیلی روایت پر بوجہ اختصار اکتفا کیا گیا، قرآن کریم کی آیات میں یہ التزام کیا گیا کہ داہنی طرف آیات کو اعراب (حرکات و سکنات) لگا کر لکھا گیا اور اس کے بالمقابل اردو ترجمہ لکھ دیا گیا تا کہ پڑھنے میں سہولت ہو، اسی طرح صحیحین (بخاری و مسلم) کی روایات کو بھی داہنی طرف اور ان کا ترجمہ بالمقابل لکھا گیا، بقیہ کتب احادیث کی روایات کا یا تو صرف ترجمہ ذکر کر دیا گیا، یا ان کا مفہوم بیان کر دیا گیا، البتہ اس بات کی پوری کوشش کی گئی کہ جو آیت یا حدیث یا اس

کا مفہوم اس کتاب میں آئے اس کا مختصر حوالہ ذکر کیا جائے، میرے سامنے ترجمہ کے لئے اصل کتاب کا جو نسخہ رہا ہے وہ ''دار المعرفۃ، بیروت لبنان'' کا چھپا ہوا ہے اس نسخہ میں قرآنی آیات پر اعراب، ان کا حوالہ اور احادیث کی تخریج کا کام دو ممتاز عرب عالم عبد الرحمٰن الاذقی اور حیات شیحا الاذقی نے انجام دیا ہے، ترجمہ میں ان کے دئے گئے حوالوں اور احادیث کی تخریج کو بالاختصار ذکر کر دیا گیا ہے، بہر حال اس بات کی پوری کوشش کی گئی ہے کہ متوازن اختصار و تلخیص کے ساتھ منصف ؒ کی جمع کردہ معلومات، ان کا جذبہ دروں، ان کا پیغام اور مقصدِ کتاب لوگوں تک پہونچا دیا جائے، تا کہ ان میں جنت کا شوق اور ولولہ پیدا ہو، جہنم سے بچنے کی فکر ہو، دل پر رقت اور خشیت کا غلبہ ہو، مادہ پرستی اور دنیا طلبی سے دوری ہو، اور خوشی وغم میں اعتدال و توازن، صبر و استقامت اور تشکر و امتنان کی زندگی گذارنے کی عادت ہو۔

ہر رنگ میں راضی بہ رضا ہو تو مزہ دیکھ
دنیا ہی میں بیٹھے ہوئے جنت کی فضا دیکھ

اپنی ادنی سی اس کاوش کی تکمیل پر سب سے پہلے میں اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لاتا ہوں جس کے فضل و کرم اور بے پایاں رحمت کی بنا پر یہ عاجز اس کتاب کا ترجمہ کر سکا، پھر اپنے والد مرحوم اور والدہ محترمہ (اطال اللہ بقاءھا) کے لئے دنیا و آخرت میں رفع درجات کی دعا کرتا ہوں کہ ان کی تادیب و تربیت کے نتیجہ میں مجھے علمِ دین کی نسبت حاصل ہوئی، اس کے بعد برادر معظم جناب نجم الحسن صاحب اور برادرِ مکرم جناب شمس الدین صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں جن کی خصوصی دلچسپی اور مالی تعاون سے میرے لئے حصولِ تعلیم کا مرحلہ طے ہو سکا، فجزاھما اللہ خیر الجزاء۔ اسی طرح اپنے اساتذہ کرام اور جملہ محسنین خاص طور پر حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی

ندوی مدظلہم العالی (ناظم دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ، وصدر آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ) اور حضرت مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی دامت برکاتہم (مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ وایڈیٹر عربی ماہنامہ ''البعث الاسلامی''، لکھنؤ) کے لئے دعا گوں جنہوں نے قدم قدم پر میری رہنمائی کی اور اپنے علم وفن کے سرچشموں سے خوب خوب استفادہ کا موقع دیا، حضرت مولانا مفتی محمد مصطفیٰ مفتاحی دامت برکاتہم (استاذ حدیث وفقہ دارالعلوم سبیل السلام، حیدرآباد) بھی خصوصی شکریہ کے مستحق ہیں جنہوں نے مسودہ پر نظر ثانی فرمائی اور اس کے نوک وپلک کو درست کیا۔ اسی طرح میں محترم مولانا محمد احسان صاحب سبیلیؔ کی دل سے قدر کرتا ہوں کہ انہوں نے بڑی محنت اور جاں فشانی سے کمپوزنگ وغیرہ کا کام بحسن وخوبی انجام دیا، فجزاھما اللہ خیر الجزاء۔

بڑی ناسپاسی ہوگی اگر اس موقع پر دارالعلوم سبیل السلام حیدرآباد اور اس کے بانی وناظم حضرت مولانا محمد رضوان القاسمی دامت برکاتہم کا شکریہ ادا نہ کیا جائے، جنہوں نے نہ صرف یہ کہ اس کی اشاعت کا ذمہ لیکر مجھ ادنی طالب علم کی ہمت افزائی کی بلکہ اس کتاب پر ''پیش لفظ'' لکھ کر ایک عظیم احسان فرمایا، حقیقت یہ ہے کہ جب سے میں دارالعلوم سبیل السلام حیدرآباد سے وابستہ ہوا (۱۹۹۹ء) اس وقت سے اب تک ان سے بہت کچھ سیکھا ہے، سیکھ رہا ہوں اور زندگی نے وفا کی تو ان شاء اللہ سیکھتا رہوں گا، وہ میرے اگرچہ رسمی استاذ نہیں ہے، مگر ہمیشہ مشفق استاذ اور محسن مربی کی طرح مختلف حیثیتوں سے میری اصلاح فرماتے رہے اور اپنے تعلیمی، علمی، عملی اور زندگی کے مختلف تجربات، مشاہدات اور احساسات سے استفادہ کا موقع دیتے رہے۔

اللہ جزائے خیر دے محترم جناب سلمان صاحب (مقیم دبئی) کو جن کی

خصوصی عنایت اور تعاون سے یہ کتاب مرحلۂ طباعت طے کرسکی، میں دل کی گہرائی سے ان کا شکر گزار ہوں اور اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ ان کو دنیا و آخرت کی ترقیات سے نوازے، ہر قسم کے شرور وفتن سے محفوظ رکھے، اور مکمل صحت و عافیت، حسنِ عمل اور خوشحالی وفراخی کے ساتھ ان کی زندگی میں برکت دے آمین۔

اخیر میں قارئین سے گذارش ہے کہ اگر ترجمہ کتاب میں کہیں کوئی کوتاہی یا نقص نظر آئے تو اسے بشریت کے ناطے مترجم کی تقصیر سمجھ کر اس سے مطلع کردیں، تاکہ آئندہ اس کی تلافی ہوسکے، اور اگر اس میں کوئی خوبی نظر آئے تو اسے اللہ کا فضل پھر مصنفِ کتاب (علامہ ابن قیمؒ) کے اخلاص وللّٰہیت کی برکت سمجھیں، اور دعاء کریں کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو مصنفؒ، مترجم اور قارئین سب کے لئے بہر طور مفید و نافع بنائے اور آخرت میں مغفرت و رفع درجات کا سبب بنائے آمین۔

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ

خورشید انور ندوی مدنی
(استاذ تفسیر و ادب عربی دارالعلوم سبیل السلام، حیدرآباد)

دارالعلوم سبیل السلام، حیدرآباد
۱۴۲۴/۷/۳ھ
۲۰۰۳/۹/۱ء

کچھ مصنفؒ کے بارے میں

نام، لقب کنیت اور مختصر نسب:

شمس الدین (لقب) ابوعبداللہ (کنیت) محمد (نام) بن ابوبکر بن ایوب بن سعد بن حریز الزرعی الدمشقی۔

مشہور نام:

ابن قیم الجوزیہ، آپ اس نام سے اس لئے مشہور ہوئے کیوں کہ آپ کے والد محترم ابوبکر بن ایوب ''مدرسہ جوزیہ'' کے نگراں و ذمہ دار تھے، ''قیّم'' عربی لفظ ہے جس کے معنی نگراں کے ہیں، اس مدرسہ کو علامہ محی الدین ابوالمحاسن یوسف بن عبدالرحمٰن بن علی بن الجوزی (متوفی ۶۵۶ھ) نے ۶۵۲ھ میں قائم فرمایا تھا،

سنہ و جائے پیدائش:

علامہ ابن القیمؒ کی پیدائش ۷ رصفر ۶۹۱ھ کو ''حوران'' کی ایک بستی ''زرع'' میں ہوئی جو شہر دمشق سے مشرقی جانب ۵۵ میل دور ہے۔

دمشق منتقلی اور حصول تعلیم:

کچھ عرصہ بعد آپ حوران سے دمشق آئے، اور پوری محنت لگن اور دلچسپی کے ساتھ حصولِ تعلیم میں مصروف ہو گئے۔

اساتذہ:

آپ نے اپنے زمانہ کے بلند پایہ اصحابِ علم وفضل اور ماہرین آداب وفنون سے کسبِ فیض کیا جن میں قابل ذکر یہ ہیں:

۱۔ شیخ الاسلام احمد بن عبد الحلیم المعروف بابن تیمیۃ رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۲۸ھ)، ابن قیمؒ نے ان سے نہ صرف اصول اور فقہ میں استفادہ کیا بلکہ ان سے شدید محبت وعقیدت کی بنا پر مختلف آزمائشی مراحل میں ان کا ساتھ دیا، یہاں تک کہ جب بعض نظریاتی وعقائدی تنازع کی وجہ سے جیل میں ڈالے گئے تو ابن قیمؒ علیہ الرحمہ نے وہاں بھی ان کی رفاقت نبھائی۔

۲۔ خود ان کے والد بزرگوار جناب ابوبکر بن ایوب علیہ الرحمہ، ان سے علم الفرائض (ترکہ کی تقسیم کا علم) حاصل کیا، ان کے والد بڑے پایہ کے عالم تھے، خاص طور پر علم الفرائض میں بڑے ماہر سمجھے جاتے تھے۔ علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے بقول وہ بڑے عبادت گذار اور تکلفات سے نہایت دور تھے، ان کی وفات ۷۲۳ھ میں ہوئی۔

۳۔ حدیث کا علم آپ نے شہاب النابلسی، قاضی تقی الدین بن سلیمان، ابوبکر بن عبدالدائم، عیسی المطعم، اسماعیل بن مکتوم اور فاطمہ بنت جوہر وغیرہ سے حاصل کیا۔

۴۔ عربی زبان وادب کے سلسلہ میں ابوالفتح البعلی اور شیخ مجد الدین تونسی کے سامنے زانوئے تلمذتہ کیا۔

تلامذہ:

علامہ ابن القیم علیہ الرحمہ کے چشمۂ علم وفضل سے بے شمار تشنگانِ علم ودین نے سیرابی حاصل کی، اور وہ اس آفتاب علمی کی کرنوں سے فیضیاب ہوکر علوم وفنون کے

افق پر اپنے اپنے زمانہ میں روشن ستارے بن کر چمکے، ان میں سے چند مشہور ترین شاگرد یہ ہیں:

۱۔ الامام الحافظ زین الدین ابو الفرج عبد الرحمٰن بن احمد بن رجب البغدادی ثم الدمشقیؒ، انہوں نے حدیث، فقہ اور تاریخ میں بڑی مفید اور گرانقدر کتابیں لکھیں، ان کی وفات ۷۹۵ھ میں ہوئی۔

۲۔ حافظ عماد الدین بن عمر بن کثیر البصری ثم الدمشقیؒ، جو "تفسیر القرآن العظیم" المعروف بہ "تفسیر ابن کثیر" اور "البدایۃ والنہایۃ" جیسی عظیم کتابوں کے مصنف ہیں، ان کی وفات ۷۷۴ھ میں ہوئی۔

۳۔ حافظ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد المعروف بابن قدامہ المقدسی الحنبلی علیہ الرحمۃ، وہ بھی حدیث وعلوم حدیث سے بڑا اشتغال رکھتے تھے، عظیم مصنف تھے ۷۴۴ھ میں وفات ہوئی،

۴۔ علامہ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن عبدالقادر النابلسی الحنبلی علیہ الرحمۃ (م ۷۹۷ھ)۔

۵، ۶۔ آپ کے شاگردوں میں خود آپ کے فرزند ابراہیم اور عبداللہ ہیں، انہوں نے فقہ اور عربی علوم وآداب میں آپ سے استفادہ کیا، اور والد بزرگوار کی وفات کے بعد ان کی جگہ پر مدرسہ "صدریہ" میں تدریسی فرائض انجام دیئے۔

تصانیف:

علامہ ابن القیم علیہ الرحمۃ کا اسلوبِ نگارش بڑا علمی، سنجیدہ اور پر وقار ہونے کے ساتھ ساتھ ادب و بلاغت کی چاشنی اور تعبیرات کی دلآویزی لئے ہوئے ہے، ان کی زبان سادہ اور عام فہم ہونے کے باوجود بڑی طاقتور اور مؤثر

ہوتی ہے، ان کی زیادہ تر تحریریں ''از دل خیزد بردل ریزد'' کا صحیح مصداق ہیں، زیادہ تر تصانیف پر علمیّت کی چھاپ اور محدثانہ رنگ غالب ہے، مثالوں اور محاورات کے ذریعہ معنوی چیزوں کو اس طرح پیش کرتے ہیں کہ وہ عقل وتصور کے نہایت قریب ہوجاتی ہیں اور محسوسات کی طرح یقینی معلوم ہوتی ہیں، انہوں نے حدیث، سیرت، تاریخ، مناظرہ، فرق باطلہ اور اکثر علوم وفنون میں نہایت مفید اور معلومات سے لبریز تالیفات رقم فرمائی ہیں، ان کی زیادہ تر تحریریں جہاں اخلاقیات اور معاشرتی اصلاح سے متعلق ہیں وہیں ان تمام فرقوں تنظیموں اور جماعتوں پر نشتر لگاتی ہیں جو ان کی تحقیق کے مطابق دین مستقیم کی راہ اعتدال سے منحرف ہوگئی ہیں۔ تصوف کی مخالفت کے باوجود ان کی کتابوں سے ان مقاصد واغراض کی اہمیت جھلکتی ہے جو تصوف کے بنیادی اجزاء ہیں، انہوں نے ساٹھ سے زائد کتابیں لکھیں، جن میں بعض مطوّل، بعض متوسط اور بعض مختصر ہیں، ذیل میں ہم ان کی چند اہم مشہور کتابوں کا ذکر اجمالاً فن وار کرتے ہیں۔

۱۔ فقہ اور اصول فقہ میں ''اعلام الموقعین عن رب العالمین''، ''الطرق الحكمية فى السياسة الشرعية''، ''اغاثة اللهفان فى مكائد الشيطان''، ''تحفة المودود فى احكام المولود''، ''احكام أهل الذمة'' اور ''الفروسية'' وغیرہ۔

۲۔ حدیث اور سیرت میں ان کی تصنیف کردہ کتابوں میں ''تهذيب سنن ابى داود و ايضاح علله و مشكلاته'' اور ''زاد المعاد فى هدى خير العباد'' ہے۔

۳۔ عقائد وفرق سے متعلق ان کی تصنیفات یہ ہیں ''اجتماع الجيوش الاسلامية على غزو المعطلة والجهمية''، ''الصواعق

المرسلة علی الجهمیة والمعطلة "، " شفاء العلیل فی مسائل القضاء والقدر والحکمة والتعلیل " ، " هدایة الحیاریٰ من الیهود والنصاریٰ " ،اور زیرِ نظر ترجمہ کی اصل کتاب "حادی الارواح الی بلاد الافراح "،اس کے علاوہ "کتاب الروح" بھی ان کی اس فن میں ایک مہتم بالشان تصنیف ہے۔

۴۔ زہد وتقویٰ اور اخلاقیات ومواعظ میں انہوں نے" مدارج السالکین "، "عدة الصابرین و ذخیرة الشاکرین "،" الداء والدواء " ، " الوابل الصیّب من الکلم الطیّب " ،وغیرہ تصنیف فرمائیں۔

۵۔ متفرق علوم میں" التبیان فی اقسام القرآن " ، " بدائع الفوائد "،"الفوائد" ،" جلاء الافهام فی الصلاة والسلام علی خیر الانام"،" روضة المحبین " ، "طریق الهجرتین و باب السعادتین " ، " مفتاح دارالسعادة " اور بہت سی نفع بخش تصانیف یادگار چھوڑیں۔

علمی مقام:

اوپر جن تصانیف کا ذکر کیا گیا ہے اس سے یہ اندازہ لگانا زیادہ مشکل نہیں کہ علامہ ابن القیم علیہ الرحمہ کا علمی مقام کتنا اونچا تھا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو مختلف النوع علوم وفنون اور آداب سے کتنا نوازا تھا؟ یہی وجہ ہے کہ بے شمار اصحابِ علم وفضل اور اہلِ قلم نے ان کی شان میں اچھے خیالات کا اظہار کیا اور ان کی علمیت اور فضل وکمال کا دل کھول کر اعتراف کیا۔ علامہ ذہبیؒ نے ان کے بارے میں فرمایا: "آپ حدیث، متون حدیث اور بعض رجال حدیث پر بڑی توجہ دیتے تھے، فقہ سے بھی

اشتغال رکھتے تھے اور عمدہ طریقہ سے اس کے مسائل کی تبیین وتوضیح کرتے تھے، نحو کے اندر بھی درایت حاصل تھی، کتاب وسنت سے خاص شغف تھا، آپ نے علم کی نشرواشاعت کے لئے خود کو وقف کردیا تھا۔

حافظ عماد الدین اسماعیل ابن کثیرؒ ان کے علم وعمل، فضل وکمال اور ذوقِ عبادت کو اس طرح سراہتے ہیں:

"متعدد علوم خاص طور پر علم تفسیر وعلم حدیث میں بڑا کمال پیدا کیا، اور جب ابن تیمیہؒ ۱۲ے ھ کو مصر سے واپس ہوئے تو ان کا دامن ان کی وفات تک مضبوطی کے ساتھ تھامے رہے، اور ان سے بہت زیادہ علم حاصل کیا، ان سے پہلے جوان کا علمی اشتغال تھا وہ الگ رہا، چنانچہ بہت سے فنون میں وہ یکتائے روزگار بن گئے، وہ دن ورات طلب علم اور تضرع والحاح میں میں لگے رہتے، وہ اچھے قاری اور بڑے اخلاق مند تھے، لوگوں کے ساتھ محبت سے پیش آتے، کسی سے نہ حسد کرتے نہ اسے تکلیف پہونچاتے، اور نہ کسی سے کینہ رکھتے، اور میں اس وقت کسی کو نہیں جانتا جوان سے زیادہ عبادت کرنے والا ہو"۔

قاضی برہان الدین الزرعی نے فرمایا:

"اس آسمان کے نیچے کوئی ایسا شخص نہیں جوان سے زیادہ وسیع علم والا ہو، انہوں نے مدرسہ "صدریہ" میں فرائض تدریس اور مدرسہ جوزیہ میں امور امامت انجام دئے، انہوں نے مختلف فنون میں بہت زیادہ کتابیں لکھیں، آپ کو علم، مطالعہ، تصنیف وتالیف اور کتابوں کا ذخیرہ جمع کرنے سے بڑا لگاؤ تھا، آپ نے اپنے پاس اتنی کتابیں جمع کرلی تھیں جو دوسروں کے پاس نہیں پائی جاتی تھیں۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

"آپ مضبوط دل والے، اور وسیع العلم تھے، آپ اختلافی مسائل اور

اسلاف کے مسالک سے خوب اچھی طرح واقف تھے"۔

علامہ شوکانیؒ فرماتے ہیں: "وہ صحیح دلائل کا التزام کرتے، اوران پر عمل کرنے کو پسند کرتے تھے، محض رائے پر تکیہ نہ کرتے، وہ حق کا اعلان کرنے والے تھے اوراس سلسلہ میں کسی کی پرواہ نہ کرتے تھے"

الغرض جن لوگوں نے بھی آپ کی زندگی اورسوانح کے متعلق لکھا ہے تقریبا سبھی نے آپ کے علم وفضل کا اعتراف کیا جس سے علم وعمل، تصنیف وتالیف اور دوسرے فنون میں آپ کے اونچے مقام کا پتہ چلتا ہے۔

وفات:

علم ومعرفت کا یہ آفتاب برابر اپنی ضیا پاش کرنوں سے جہالت وخرافات کی تاریکیاں دور کرتا رہا یہاں تک کہ ۲۳ ؍رجب ۷۵۱ھ بروز پنجشنبہ عشاء کے وقت لوگوں سے اوجھل ہوگیا، دوسرے دن دمشق کی جامع مسجد میں آپ کی نمازِ جنازہ پڑھی گئی اور دمشق کے قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔ (۱)

---

(۱) مصنفؒ کی زندگی کا یہ اجمالی خاکہ ان کی معرکۃ الآراء کتاب "زاد المعاد فی ھدی خیر العباد" مطبوعہ مکتبۃ المنارالاسلامیہ، کویت کے شروع میں ناشر کی طرف سے پیش کی گئی مختصر مگر جامع معلومات سے لیا گیا ہے۔

مصنف رحمہ اللہ کا تحریر کردہ مقدمۂ کتاب

تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے جنت الفردوس کو اپنے بندوں کے اعزاز و اکرام کے لئے پیدا فرمایا، اور ان کو اس کے حصول کے لئے نیک اعمال کی توفیق بخشی، اللہ نے اس جنت کو لوگوں کے پیدا کرنے سے پہلے وجود بخشا، اور اس کو ان اعمال پر موقوف کر دیا جن کی ادائیگی میں نفس مشقت محسوس کرتا ہے، اس نے اپنے بندوں کو دنیا میں ابتلا و آزمائش کے لئے بھیجا، اور جنت میں داخلہ کے لئے قیامت کا دن مقرر کیا، اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر ایسی ایسی نعمتیں ودیعت فرمائیں جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے، نہ کسی کان نے سنا ہے، اور نہ کسی کے دل میں ان کا خیال ہی گزرا ہے، مگر ان کو اس قدر واضح انداز میں ذکر کر دیا ہے کہ اللہ کے نیک بندے اس کو بصارت سے نہیں تو چشمِ بصیرت سے ضرور دیکھ سکتے ہیں، پھر اس کی خوشخبری ایسے رسول ﷺ کے ذریعہ دی جو افضل البشر، خاتم الانبیاء اور خیر الرسل ہیں۔

حمد و ثنا کا مستحق وہی اللہ ہے جس نے تمام آسمان و زمین کو پیدا کیا، فرشتوں کو نبیوں تک وحی پہونچانے کے لئے اپنا قاصد بنایا، اور رسولوں کو اطاعت گذاروں کے لئے "مبشر" اور نافرمانوں کے لئے "منذر" بنا کر بھیجا، تاکہ لوگوں کو اللہ کے سامنے کہنے کے لئے کوئی حجت اور عذر باقی نہ رہے، کیوں کہ اللہ نے ان کو یونہی بیکار اور بلا مقصد نہیں پیدا کیا بلکہ ان کو بہت بڑے مقصد

اور عظیم کام کے لئے پیدا فرمایا اور وہ ہے اس کی عبادت اور رضا جوئی، اس نے لوگوں کے لئے دو ٹھکانے پیدا کئے، ایک جنت جس کو اس نے اپنے نیک بندوں کے لئے تیار کیا ہے، دوسرا جہنم جس میں کفار و مشرکین اور فاسق و فاجر اپنی سزا بھگتنے کے لئے جائیں گے۔ اعاذنا اللہ منہا۔

ہر قسم کی مدح سزاوار ہے اس اللہ کے لئے جو اپنے بندوں سے تھوڑے سے عملِ نیک پر بھی خوش ہو جاتا ہے اور ان کی بے شمار خطاؤں اور لغزشوں سے درگذر کرتا ہے، اور جس نے اپنے یہاں نوشتہ میں لکھ رکھا ہے کہ اس کی رحمت کا پہلو غصہ کے پہلو پر غالب ہے، اس نے اپنے تمام بندوں کو عمومیت کے ساتھ اور بلاتفریق و تمیز سلامتی کے گھر (جنت) کی طرف دعوت دی، تاکہ اس کے عدل وانصاف کا مظاہرہ ہو، اور پھر جس کو چاہا اپنے فضل و کرم سے اس کو اس دعوت کے قبول کرنے اور جنت والے کام کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔

میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ وحدہ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں، اس کا کوئی ساجھی نہیں، اور میں اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں، اور وحی و رسالت کے پہونچانے میں اس کے امین ہیں، اور اس کی تمام مخلوقات میں سب سے بہتر اور افضل ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو سارے جہاں کے لئے رحمت، راہِ سلوک طے کرنے والوں اور میدانِ عمل کے شہسواروں کے لئے قابلِ تقلید نمونہ بنا کر بھیجا، آپؐ ایمان و یقین کے نقیب، راہِ جنت کے رہبر، کتاب الٰہی (قرآن) کو پڑھ پڑھ کر سنانے والے، نیکیوں کا حکم دینے والے اور منکرات سے منع کرنے والے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا میں اس وقت مبعوث کیا جب کہ سابقہ انبیاء کی آمد پر ایک عرصہ بیت چکا تھا، اور لوگ ضلالت و گمراہی کی تاریکیوں میں بھٹک رہے تھے، اللہ نے ان کے ذریعہ بنی نوع انسان کو سیدھے راستہ

کی ہدایت دی، اور اپنے بندوں کے لئے ضروری قرار دیا کہ وہ اس کی اطاعت کریں، اس کی حمایت و نصرت کریں، عزت و توقیر کریں، اور ان کے دعوتی مشن میں ان کا ساتھ دیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس بات کا بھی اعلان کر دیا کہ جنت میں داخلہ صرف اسی وقت ممکن ہے جب آپؐ کی پیروی کی جائے اور آپؐ کے بتائے ہوئے راستہ پر چلا جائے۔

بابرکت اور بے عیب ہے وہ ذات جس نے آپؐ کے سینہ کو (بارِ رسالت اٹھانے کے لئے) کھول دیا، اور آپؐ سے آپ کا بوجھ دور کر دیا، اور آپؐ کے نام کو روشن کیا، اور جو آپ کی مخالفت یا حکم دولی کرے اس کے لئے ذلت و خواری مقدر کر دی، چنانچہ آپؐ نے دن رات خفیہ اور اعلانیہ مسلسل دعوت الی اللہ کا کام کیا، یہاں تک کہ صبحِ اسلام طلوع ہوئی، ایمان کا سورج روشن ہوا، اللہ کا کلمہ بلند ہوا، شیطان کا مشن ناکام ہوا، اور آپؐ کے نورِ رسالت سے زمین منور ہوگئی جب کہ وہ تاریکیوں میں ڈوبی ہوئی تھی، دل آپس میں جڑ گئے جب کہ وہ ایک دوسرے سے جدا تھے، جب اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ دین کو مکمل کر دیا، اور اپنی نعمت کو لوگوں پر تمام کر دیا تو اللہ نے ان کو اختیار دیا کہ چاہیں تو دنیا میں رہیں یا رفیق اعلیٰ (اللہ تعالیٰ) سے جا ملیں، آپؐ نے محبت و شوق الٰہی میں اپنے رب سے ملاقات کو پسند فرمایا اور دنیا سے اس حال میں رخصت ہوئے کہ آپؐ نے اپنی امت کو سیدھی اور روشن راہ پر چھوڑا جس پر چل کر صحابۂ کرامؓ، تابعین عظامؒ اور صلحائے امت جنت کے مستحق ہوئے، اور آپؐ کے طور طریقہ اور دکھائی ہوئی راہ سے اعراض کرنے والے عذابِ جہنم کے سزاوار ہو کر دائمی خسارہ میں پڑ گئے، آپؐ کی بعثت کے بنیادی مقاصد تلاوتِ آیات، تزکیہ نفس، اور تعلیم کتاب و حکمت کے علاوہ ایک یہ بھی ہے کہ لوگوں پر اتمام حجت ہو جائے اور ہر شخص مکمل بصیرت و آگہی کے ساتھ زندگی گذار کر اپنے انجام کو پہونچے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَّ يَحْيٰ مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ وَّ إِنَّ اللّٰهَ لَسَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (الانفال:۴۲)	تا کہ جسے ہلاک ہونا ہو وہ قیام حجت کے بعد ہلاک ہو اور جسے زندہ رہنا ہے وہ قیام حجت کے بعد زندہ رہے، اور بے شک خوب سننے والا اور جاننے والا ہے۔

اما بعد!

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انسان کو یونہی بلا مقصد نہیں پیدا کیا، بلکہ اسے ایک عظیم ذمہ داری اور اس بارِ امانت کو اٹھانے اور انجام دینے کے لئے وجود بخشا ہے جس سے تمام آسمان وزمین اور پہاڑ عاجز آ گئے تھے اور انہوں نے اپنی درماندگی کا اظہار کر دیا تھا، مگر انسان نے اپنی فطری کمزوری اور اعضاء وجوارح کے اعتبار سے ایک ضعیف مخلوق اور اپنی طبیعت ومزاج کے پہلو سے "ظلوم و جهول" ہونے کے باوجود اس عظیم امانت کا بار اپنے کندھوں پر اٹھایا، اس کے بعد کچھ مردانِ باصفا ایسے نکلے جنہوں نے ان فرائض وواجبات اور ذمہ داریوں کو مکمل طریقہ سے نبھایا جو اللہ تعالیٰ نے ان پر عائد کی تھیں، اور اس طرح وہ رحمتِ الٰہی کے مستحق ہوئے، مگر اکثریت ایسے لوگوں کی رہی جنہوں نے یا تو اس ذمہ داری کو سرے سے ادا ہی نہیں کیا یا اس میں بہت زیادہ کوتاہی کی، انہوں نے اپنے رب کو پہچانا نہیں، نہ اپنے مقصدِ تخلیق سے واقف رہے، آج بھی بیشتر لوگوں کا حال یہ ہے کہ انہوں نے اس فانی زندگی ہی کو سب کچھ سمجھ لیا ہے، ان کی زندگی چوپایوں اور مویشیوں کی طرح صرف کھانے پینے اور نفسانی خواہشات کی تکمیل میں گذر رہی ہے، عقل پر غفلت ونسیان کا پردہ پڑا ہوا ہے، وہ آرزوؤں اور امیدوں کے خول میں بند ہیں، دنیاوی منافع ومصالح ان کو بہت عزیز ہیں اور ثواب وآخرت سے نہایت بیزار ہیں، ان پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد پورے طور پر صادق آتا ہے:

يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَ هُمْ عَنِ الْآخِرَةِ هُمْ غَافِلُوْنَ
(الروم:۷)

یہ لوگ صرف دنیوی زندگی کے ظاہر کو جانتے ہیں، اور آخرت سے متعلق غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔

وہ خود فراموشی و خدا فراموشی میں مبتلا ہیں، ان کا یہ رویہ قابل عبرت ہے، اور اہلِ ایمان کو اس سے بچنے کے لئے کہا گیا ہے:

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوْا اللّٰهَ فَاَنْسَاهُمْ اَنْفُسَهُمْ اُوْلٰٓئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ
(الحشر:۱۹)

اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیو جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا سو اللہ نے خود ان کی جانوں کو ان سے بھلا دیا، یہی لوگ تو نافرمان ہیں۔

سخت تعجب تو ان لوگوں کی غفلت پر ہے جن کی زندگی کی چند گھڑیاں رہ گئی ہوں، اور سانس کا یہ حال ہو کہ اب رکا تب رکا، شب و روز کے دوش پر ان کو تیز رفتاری کے ساتھ نامعلوم جگہ لے جایا جا رہا ہو مگر ان کو ذرہ برابر اس کا احساس نہ ہو، یہاں تک کہ جب موت کا وقت آجاتا ہے تو وہ پریشان و متفکر ہو جاتے ہیں، اس لئے نہیں کہ انہیں اپنی جرم و معصیت والی زندگی پر افسوس ہو رہا ہو بلکہ انہیں یہ احساس ستاتا ہے کہ اب دنیا کی لذتیں اور یہاں کا عیش و آرام چھوٹ رہا ہے، اور کبھی اتفاق سے ان کے دل میں یہ خیال آتا بھی ہے کہ ہمیں اللہ کی اطاعت و بندگی کرنے اور گناہ و معصیت سے بچنے کے لئے پیدا کیا گیا ہے تو وہ اس خیال کو یہ کہہ کر جھٹک دیتے ہیں کہ اللہ غفور رحیم (بہت زیادہ معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا) ہے حالاں کہ انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ساتھ شدید العقاب (سخت سزا دینے والا) بھی ہے، اور اس کا عذاب بڑا دردناک ہے۔

اس کے بالمقابل اللہ کے باتوفیق بندے ہیں، جو اپنے مقصدِ تخلیق سے بخوبی واقف ہیں، وہ جنت کی طلب میں صراطِ مستقیم پر گامزن رہتے ہیں، انہیں منظور نہیں کہ ایسی نعمتوں کا سودا جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے، نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی کے دل میں ان کا خیال گذرا ہے ان نعمتوں کا سودا ایسی حقیر و فانی دنیا سے کریں جو پراگندہ خواب اور منتشر خیال سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی، وہ اگر ایک بار ہنساتی ہے تو سو بار رلاتی ہے، ایک دن اگر خوشی کا لاتی ہے تو کئی مہینے غم واندوہ کے پیش کرتی ہے، اس کے غم و آلام اس کی لذت و مسرت سے کہیں زیادہ ہیں، اس لئے بڑی حیرت اور سخت تعجب ہے اس ''عاقل نما'' بے وقوف پر جو اس کے باوجود خسیس فانی چیز کو نفیس باقی رہنے والی چیز پر ترجیح دیتا ہے، اور اس جنت کو جس کی وسعت زمین و آسمان کے برابر ہے اس تنگ قید خانہ کے بدلہ بیچ دیتا ہے جو مصائب و آلام سے بھرا ہوا ہے، اور جنت کی ابدی لافانی نعمتوں کو یہاں کی متاعِ قلیل کے بدلہ خیر باد کہنا چاہتا ہے۔

مگر اس عظیم نقصان کا احساس قیامت کے دن ہی ہوگا، جس دن مجرمین حسرت وندامت کی وجہ سے کفِ افسوس ملیں گے، اس دن پرہیز گاروں کو خدائے رحمٰن کے یہاں مہمان بنا کر جمع کیا جائے گا اور مجرموں کو دوزخ کی طرف پیاسا ہانکا جائے گا، اور ندا لگانے والا مطیع و فرماں برداروں کے بارے میں برسرِ عام اعلان کرے گا کہ یہ ہیں اللہ کے خاص انعام و اکرام کے مستحق بندے، یہ جنت کے وارث ہیں وہ جنت کے باغات میں گھومتے پھریں گے، اور مسہریوں پر ٹیک لگائے بیٹھے ہوں گے، حور و غلمان سے لطف اندوز ہوں گے اور قسم قسم کے پھلوں کے مزے لیں گے، اسی طرح کی نوع بنوع نعمتوں کی طرف شارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ بِاَكْوَابٍ وَّ اَبَارِيْقَ وَكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ لَّايُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُوْنَ وَ فَاكِهَةٍ مِّمَّايَتَخَيَّرُوْنَ، وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ، وَ حُوْرٌ عِيْنٌ كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ

(الواقعة: ١٧۔٢٤)

ان کے پاس سدا رہنے والے لڑکے لئے پھریں گے آبخورے، کوزے اور بہتی ہوئی شراب سے لبریز جام، جس سے نہ ان کو دردِ سر ہوگا اور نہ اس سے عقل میں فتور آئے گا، اور میوے جن کو وہ پسند کریں، اور پرندوں کا گوشت جو انہیں مرغوب ہو، (اور وہاں جنت میں) گوری بڑی آنکھوں والی حوریں ہوں گی جیسے پوشیدہ رکھا ہوا موتی، یہ سب ان کے عمل کے صلہ میں ملے گا،

دوسری جگہ فرمایا:

يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّ اَكْوَابٍ وَّ فِيْهَا مَاتَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَ تَلَذُّ الْاَعْيُنُ وَ اَنْتُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ

(الزخرف :٧١)

ان کے پاس سونے کی رکابیاں لائی جائیں گی اور گلاس (بھی) اور وہاں وہ سب کچھ ملے گا جس کا جی چاہے گا، اور جس سے آنکھوں کو لذت ملے گی، اور تم یہاں ہمیشہ رہو گے۔

اس جنت کی بولی تو اس دنیا میں بھی لگائی گئی، مگر افسوس صد افسوس چند برگزیدہ بندوں کے سوا اس کی طرف کسی نے دھیان نہ دیا، اور بڑا تعجب ہے ان لوگوں پر جو اس کے طالب ہیں مگر انہوں نے اس کی مہر (اعمال صالحہ) کا بندوبست نہیں کیا ہے، انہوں نے اس کی نعمتوں اور راحتوں کے بارے میں بہت کچھ سن لیا ہے مگر غفلت کی زندگی چھوڑنے کو تیار نہیں............

میں نے اس کتاب کی جمع وترتیب میں (بحمد اللہ) بڑی محنت کی اور اس کو مختلف ابواب وفصول میں منقسم کیا، یہ کتاب ٹوٹے دلوں کے لئے درد کا درماں اور غم کے ماروں کے لئے باعث تسلّی ہے، اس میں جہاں قرآنی آیات، مرفوع احادیث، اور موقوف آثار صحابہؓ کا گرانقدر ذخیرہ ہے وہیں لطیف نکتوں، علمی فوائد، تفسیری اسرار و رموز، اور اسلامی عقائد سے متعلق قیمتی معلومات کا وہ سرمایہ ہے جو شاید اتنی وسعت اور قوت کے ساتھ کسی اور کتاب میں یکجا نہ ملے، جن کو پڑھ کر قاریِ کتاب کے دل میں جنت کا شوق اور اس کے حصول کے لئے جدو جہد کا ولولہ پیدا ہوتا ہے، اس کو ذرہ برابر اکتاہٹ، تعب اور تھکن لاحق نہیں ہوتی، وہ مزے لے لے کر اس کو پڑھتا ہے اور اس کے سامنے جنت کا نقشہ اس طرح آجاتا ہے گویا وہ اسکو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہو۔

میں نے اس کتاب کا نام ''حادی الارواح الی بلاد الافراح'' (روحوں کو خوشی ومسرت کے شہر (جنت) کی طرف حدی خوانی کے ذریعہ کھینچ کر لے جانے والی کتاب) رکھا، یہ نام اس کتاب کے مشتملات اور معنویت پر پوری طرح صادق آتا ہے، اور اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس کتاب کو لکھنے کے پیچھے میرا کیا مقصد ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ ہر بندے کے دل وزبان اور اس کی نیت سے واقف ہے، میں تو بھی کہہ سکتا ہوں کہ اس کتاب کی تالیف سے میرا مقصد اہلِ سنت والجماعۃ کو اس بات کی خوشخبری سنانا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے جنت میں اعزاز و اکرام کا کیا کیا سامان تیار کر رکھا ہے، دراصل وہی دنیا وآخرت میں اللہ کی ظاہری و باطنی نعمتوں کے مستحق ہیں، کیوں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی سنت کی مکمل پیروی کرتے ہیں، اور اس سلسلہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے، اور آپؐ کی لائی ہوئی شریعت اور سنت پر کسی کی رائے یا سیاسی مصلحت کو ترجیح نہیں دیتے۔

اگر اس کتاب میں کوئی فائدہ نظر آئے تو وہ آپ کا حصہ ہے اور اس میں کہیں نقصان محسوس ہو تو وہ مؤلف کے کھاتے میں ڈال دیا جائے، اس میں جو کچھ درست اور صحیح بات ہیں وہ اللہ کی طرف سے ہیں اور جو خطا اور کوتاہی ہو وہ میری اور شیطان کی طرف سے ہے، اللہ اور اس کا رسول اس سے بریئ الذمہ ہیں۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو خالص اپنے لئے قبول فرمائے، اس کے مؤلف، قاری اور کاتب کو نعمتوں سے بھر پور جنت سے قریب کرے، اس کو اس کے حق میں حجت بنائے نہ کہ اس کے خلاف، اور جہاں تک یہ کتاب پہونچے اس کو نافع ومفید بنائے آمین، بے شک وہی ہمارے لئے کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔

کیا جنت اس وقت موجود ہے؟

تمام صحابہؓ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ، محدثین وفقہائے اسلام اور اہلِ تصوف کا عقیدہ ہے کہ جنت اس وقت موجود ہے، اس عقیدہ کا ثبوت کتاب وسنت کے بیشمار نصوص سے ہوتا ہے، اس کے علاوہ سارے انبیاء اور رسولوں نے اپنے اپنے زمانہ میں اسی عقیدہ کو پھیلایا اور اسی کی طرف دعوت دی ہے۔

ساری امت متفقہ طور پر اس عقیدہ کو تسلیم کرتی چلی آ رہی تھی کہ قدریہ اور معتزلہ جیسے گمراہ فرقے وجود میں آئے جنھوں نے یہ کہنا شروع کیا کہ جنت ابھی پیدا نہیں کی گئی۔ ابھی اس کا کوئی وجود نہیں بلکہ روزِ قیامت اللہ اس کو پیدا کرے گا۔ انہوں نے اپنے اس باطل عقیدہ کی بنیاد اس پر رکھی کہ جنت درحقیقت صالحین کے لئے بطور جزا وانعام کے ہے۔ اور قیامت سے پہلے کسی قسم کے جزا اور بدلہ کا تصور محال ہے۔ اور جزا سے پہلے جنت کا پیدا کرنا (نعوذ باللہ) ایک عبث کام ہے۔ کیوں کہ اس کو اگر ابھی پیدا کر دیا گیا تو ایک لمبی مدت تک وہ معطل پڑی رہے گی۔

گویا ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ بھی اس کے بندوں کی طرح نعوذ باللہ کسی ''شریعت'' کا پابند ہے جس کے مطابق اس کو فلاں کام کرنا چاہئے اور فلاں کام نہیں۔ انہوں نے اللہ کے افعال کو بندوں کے افعال سے تشبیہ دی اور نصوصِ شرعیہ کو چھوڑ کر محض اپنی عقل کو حَکَم بنایا۔ چنانچہ کتاب وسنت کے نصوص اگر ان کے عقلی دلائل سے متعارض یا ان کے اپنے وضع کردہ اصول سے متصادم نظر آئے تو یا تو بالکلیۃ ان کو

رد کر دیا یا ان کو تحریف وتاویلِ فاسد کا نشانہ بنایا۔ اور جس کسی نے ان کی مخالفت کی تو اس کو بدعتی، گمراہ اور صحیح راستہ سے منحرف قرار دیا۔

بہر حال سلف صالحین اور اہلِ حق علماء یہی کہتے اور لکھتے چلے آئے ہیں کہ جنت اور دوزخ اللہ کی طرف سے پیدا کئے جا چکے ہیں۔ اور ہمیشہ اہلِ سنت والجماعۃ کا یہی عقیدہ رہا ہے۔

امام ابوالحسن اشعریؒ نے اپنی کتاب ''مقالات الإسلاميين واختلاف المصلين'' میں بالتفصیل اہلِ سنت والجماعت کے عقائد ذکر کئے ہیں۔ ان عقائد میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جنت اور دوزخ پیدا شدہ ہیں۔

اس سلسلہ میں اہلِ سنت والجماعت جو دلیلیں پیش کرتے ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرٰى عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى، عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَأْوٰى۔
(النجم:۱۳۔۱۵)

اور انھوں نے اس (فرشتہ) کو ایک بار اور بھی دیکھا ہے سدرۃ المنتہی کے قریب، اس کے پاس آرام سے رہنے کی بہشت ہے۔

حدیث سے بھی ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے معراج کے موقع پر ''سدرۃ المنتہیٰ'' کو دیکھا اس کے بعد اپنی آنکھوں سے جنت کو دیکھا۔ صحیحین میں حضرت انسؓ بن مالک کی روایت مذکور ہے جس میں آپ ﷺ نے اپنے اسراء ومعراج اور اپنے مشاہدات کی تفصیل بیان فرمائی ہے اس کے اخیر کا ٹکڑا یہ ہے:

ثم انطلق بی جبریل حتی أتي سدرة المنتهى ، فغشيها ألوان لاأدري ماهي قال: ثم دخلت الجنة فإذا فيها جنابذاللؤلؤ،وإذا ترابها المسك "
(بخاری کتاب الصلاۃ و مسلم کتاب الایمان۔)

پھر حضرت جبرئیلؑ مجھکو ''سدرۃ المنتہیٰ'' (بیری کا درخت جو آخری حد پر ہے) تک لے گئے۔ تو اس پر ایسے رنگ چھا رہے تھے جن کی حقیقت میں نہیں جانتا، آپ ﷺ فرماتے ہیں پھر میں جنت میں داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اس میں موتی کے قبے ہیں اور اس کی مٹی مشک کی ہے۔

جنت کے موجود ہونے کی دلیل حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کی روایت بھی ہے جس کو امام بخاریؒ و مسلمؒ نے اپنی اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے۔ وہ روایت اس طرح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إن أحدكم إذا مات عرض عليه مقعده بالغداة والعشي ، إن كان من أهل الجنة فمن أهل الجنة ، و إن كان من أهل النار فمن أهل النار ، فيقال هذا مقعدك حتى يبعثك الله تعالىٰ يوم القيامة
(بخاری كتاب الجنائز ، باب الميت يعرض عليه مقعده بالغداة والعشي ـ مسلم ، كتاب الجنة ـ باب عرض مقعد الميت في الجنة او النار عليه)

تم میں سے جب کسی کا انتقال ہوجاتا ہے تو (قبر میں) صبح و شام اس کا ٹھکانہ اس کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ اگر وہ اہلِ جنت میں سے ہوتا ہے تو جنت کا اور اہلِ دوزخ میں سے ہو تو دوزخ کا ٹھکانہ پیش کیا جاتا ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ روزِ قیامت دوبارہ اٹھائے جانے تک یہی تیرا ٹھکانہ ہے۔

اس کے علاوہ مسند احمد، مستدرک حاکم اور صحیح ابن حبان وغیرہ میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک انصاری کے جنازہ میں نکلے (اس کے بعد انہوں نے پوری حدیث بیان کی) اس میں یہ بھی ہے "آسمان سے ایک ندا لگانے والا ندا لگاتا ہے، کہ میرے بندے نے سچ کہا۔ لہٰذا اس کے لئے جنت سے لاکر بستر بچھا دو، اس کو جنت کے لباس پہنا دو، اس کے لئے جنت کا دروازہ کھولدو۔ فرمایا تو اس کے پاس اس کی خوشبو وغیرہ آتی رہتی ہے" (۱) اور صحیحین میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إن العبد إذا وضع فی القبر و تولی عنه أصحابه و إنه ليسمع قرع نعالهم قال : فيأتيه ملكان فيقعد انه فيقولان له: ماكنت تقول فی هذا الرجل ؟ قال : فاما المؤمن فيقول : اشهد انه عبد الله و رسوله ۔ قال فيقولان له : انظر إلى مقعدك من النار ۔

بندے کو جب قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی واپس چلے جاتے ہیں، اس دوران وہ ان کی چپلوں کی آواز کو سنتا ہے۔ فرمایا اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں، وہ اس کو بیٹھاتے ہیں، اور اس سے کہتے ہیں: تم اس شخص (رسول اللہ ﷺ) کے بارے میں کیا کہتے تھے؟ فرمایا۔ اگر وہ مؤمن ہو تو کہہ دیتا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں ۔ فرمایا اس کے بعد وہ فرشتے اس سے کہتے ہیں۔ تم جہنم میں اپنا ٹھکانا دیکھ لو۔

---

(۱) مسند احمد ، مستدرك حاكم ۔

قد أبدلك الله به مقعداً من الجنة ۔ قال نبی الله ﷺ فیراهما جمیعاً۔
(بخاری کتاب الجنائز ۔ باب ماجاء فی عذاب القبر ،مسلم کتاب الجنة ۔ باب عرض مقعد المیت من الجنة اوالنار)

اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلہ میں تم کو جنت کا ٹھکانا عطا فرمایا ہے ۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: وہ ان دونوں ٹھکانوں کو دیکھتا ہے۔

صحیح ابوعوانہ اسفرائینی اور سنن ابوداود میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی روایت مذکور ہے اس میں یہ بھی ہے:

ثم یفتح له باب من الجنة و باب من النار ۔ فیقال : هذا کان منزلك لو عصیت الله تعالیٰ أبدلك الله به هذا ۔ فإذا رأی مافی الجنة قال : رب عجل قیام الساعة ۔ کیما أرجع إلی أهلی و مالی ۔ فیقال : أسکن ۔
(ابو داود کتاب السنة باب فی المسألة ۔ فی القبر و عذاب القبر۔)

پھر اس کے لئے ایک دروازہ جنت کا اور ایک دروازہ دوزخ کا کھول دیا جاتا ہے، پھر اس سے کہا جاتا ہے اگر تم نافرمانی کرتے تو تمہارا ٹھکانہ یہ (دوزخ) ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے تجھے اس کے بدلہ میں جنت کا ٹھکانہ عطا کر دیا ہے۔ جب وہ جنت کی نعمتوں کو دیکھتا ہے تو کہتا ہے کہ اے میرے رب جلد از جلد قیامت قائم کر دیجئے تا کہ میں اپنے اہل وعیال اور مال ومتاع کی طرف لوٹ جاؤں تو اس سے کہا جاتا ہے: سکون کے ساتھ ٹھہرے رہو۔

اور مسند بزار وغیرہ میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک جنازہ میں شرکت کی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اے لوگو! اس امت کو اس کی قبروں میں آزمایا جاتا ہے۔

”جب انسان کو دفن کیا جاتا ہے اور اس کے متعلقین اس سے جدا ہو جاتے ہیں تو اس کے پاس ایک فرشتہ آتا ہے اس کے ہاتھ میں ایک ہتھوڑا ہوتا ہے وہ اس کو بیٹھا تا ہے اور کہتا ہے تم اس آدمی (رسول اللہ ﷺ) کے بارے میں کیا کہتے ہو۔ تو اگر مرنے والا مومن ہوتا ہے تو جواب دیتا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ فرشتے اس سے کہتے ہیں تو نے سچ کہا۔ پھر اس کے سامنے دوزخ کا دروازہ کھولا جاتا ہے۔ وہ فرشتے کہتے ہیں اگر تم اپنے رب کا انکار کرتے تو تمہارا ٹھکانہ یہی ہوتا، مگر چوں کہ تم اپنے رب پر ایمان لائے ہو اس لئے تمہارا ٹھکانہ جنت ہے۔ اس کے بعد اس کے لئے جنت کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے، وہ اٹھ کر تیزی سے جنت کی طرف لپکتا ہے تو فرشتے اس سے کہتے ہیں ابھی ٹھہرے رہو۔“(۱)

صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے حیات رہنے کے زمانہ میں سورج گرہن ہو گیا۔ اس کے بعد انہوں نے پورا واقعہ بیان کیا جس میں یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور لوگوں کے سامنے تقریر کی پہلے آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی اس قدر حمد و ثنا بیان کی جس کا وہ اہل ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

إن الشمس والقمر آيتان من آيات الله تعالىٰ لا يخسفان لموت أحد ولا لحياته ، فإذا رأيتموهما فافزعوا إلى الصلاة	یقیناً سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں ان کو کسی کی موت یا زندگی کی وجہ سے گہن نہیں ہوتا جب تم سورج گہن یا چاند گہن دیکھو تو نماز کی طرف لپکو

(مسلم،کتاب الکسوف باب صلاۃ الکسوف)

---

(۱)الزوائد للبزار ، مسند احمد

رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

رأيت في مقامي هذا كل شئي و عدتم ، حتى لقد رأيتني آخذ قطفا من الجنة حين رأيتموني أقدم ـ و لقد رأيت جهنم يحطم بعضها بعضاً حين رأيتموني تأخرت ـ (صحیح البخاری کتاب العمل فی الصلاۃ)	میں نے اپنی اس جگہ پر وہ تمام چیزیں دیکھ لیں جن کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے یہاں تک کہ مجھے محسوس ہوا کہ میں جنت کا خوشہ توڑ لوں گا یہ اس وقت ہوا جب تم نے مجھے آگے بڑھتے ہوئے دیکھا اور میں نے جہنم کو دیکھا کہ اس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو کھائے جا رہا ہے یہ اس وقت ہوا جب تم نے مجھے پیچھے ہٹتے ہوئے دیکھا۔

صحیحین میں ایک اور روایت آئی ہے ہم اس کو بخاری کے الفاظ میں نقل کرتے ہیں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے عہدِ مبارک میں سورج گرہن ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھائی، (اس کے بعد انہوں نے آپ ﷺ کی نماز کی پوری کیفیت بیان کی) اس کے بعد اس موقع پر آپ ﷺ کا دیا ہوا خطبہ اور آپؐ کے اور صحابہؓ کے درمیان ہونے والی گفتگو کو ان الفاظ میں بیان کیا:

إن الشمس والقمر آيتان من آيات الله ، لا يخسفان لموت أحد و لالحياته ، فإذا رأيتم ذلك فاذكروا الله " فقالوا يا رسول الله ، رأيناك تناولت	بیشک سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں۔ وہ کسی کی موت یا زندگی کی وجہ سے گہن نہیں ہوتے جب تم سورج یا چاند گہن دیکھو تو ذکرِ الٰہی میں مشغول ہو جاؤ صحابہؓ نے عرض کیا اے اللہ

شيئا فى مقامك ثم رأيناك تكعكعت فقال إنى رأيت الجنة وتناولت عنقودا ولوأصبته لأكلتم منه ما بقيت الدنيا ، و أريت النار فلم أر منظراً كاليوم قط افظع ، و رأيت أكثر أهلها النساء " قالوا بم يا رسول الله قال بكفرهن قيل : أيكفرن بالله قال يكفرن العشير و يكفرن الإحسان لوأحسنت إلىٰ احداهن الدهر كله ثم رأت منك شيئاً قالت ما رأيت منك خيراً قط

(بخاری، كتاب الكسوف باب صلاة الكسوف جماعة ۔ مسلم ، كتاب الكسوف باب ما عرض على النبى ﷺ فى صلاة الكسوف ۔)

کے رسولؐ! ہم نے آپ کو دیکھا کہ آپ نے اپنی جگہ کوئی چیز لینی چاہی پھر دیکھا آپ پیچھے ہٹ گئے آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے جنت کو دیکھا اور ایک خوشہ لینا چاہا اگر میں اس کو لے لیتا تو تم اس سے ہمیشہ کھاتے رہتے جب تک یہ دنیا قائم رہتی، اس کے بعد مجھے دوزخ دکھلائی گئی، آج کی طرح ہولناک منظر میں نے کبھی نہیں دیکھا، میں نے دیکھا دوزخ میں زیادہ تعداد عورتوں کی ہے صحابہؓ نے کہا ایسا کیوں اللہ کے رسول ﷺ! آپ نے فرمایا ان کی ناشکری کی وجہ سے پوچھا گیا کیا وہ اللہ کی ناشکری کرتی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ وہ شوہروں کی ناشکری کرتی ہیں اور احسان فراموشی کرتی ہیں اگر تم ان میں سے کسی پر زندگی بھر احسان کرو پھر اس کو تمہاری طرف سے کوئی بھی کمی نظر آجائے تو وہ کہے گی میں نے تمہاری طرف سے کبھی کوئی بھلائی دیکھی ہی نہیں۔

صحیح بخاری میں حضرت اسماء بنت ابی بکر الصدیقؓ کی روایت بھی اسی مضمون کی وارد ہوئی ہے کہ صلاۃ الکسوف کے موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا:

قد دنت منی الجنة حتی لواجترأت علیها لجئتکم بقطاف من قطافها و دنت منی النار حتی قلت ای رب ، و أنامعهم فإذاامرأة حسبت أنه قال تخدشها هرة قلت ماشأن هذه ؟ قالوا جستها حتی ماتت جوعاً ، لاأطعمتها ولا أرسلتها تأکل ۔
(بخاری کتاب الأذان)

مجھ سے جنت قریب ہوئی یہاں تک کہ اگر میں جرأت کر لیتا تو تمہارے پاس اس کا ایک خوشہ لے آتا اور دوزخ مجھ سے قریب ہوئی یہاں تک کہ میں نے کہا اے رب ۔ میں ان کا نظارہ کر رہا تھا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک عورت کو ایک بلی اپنے پنجوں سے نوچ رہی ہے میں نے کہا اس عورت کی یہ حالت کیوں ہے؟ فرشتوں نے کہا اس نے اس بلی کو اپنے پاس روکے رکھا یہاں تک کہ وہ بھوک سے مرگئی نہ اس کو کھلایا اور نہ اس کو چھوڑا کہ خود کھالیتی ۔

اسی سلسلہ کی ایک روایت حضرت جابرؓ سے مسلم شریف میں آئی ہے، اس میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

ما من شئ توعدونه إلا قد رأیته فی صلاتی هذه لقد جیئ بالنار و ذلك حین رأیتمونی تأخرت مخافة أن یصیبنی من لفحها ، و حتی رأیت فیها صاحب المحجن یجر قصبه فی النار،وکان یسرق الحاج بمحجنه ،

جن جن چیزوں کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے وہ سب میں نے اپنی اس نماز میں دیکھ لی ہیں، میرے سامنے دوزخ کو لایا گیا اس کو اس وقت پیش کیا گیا تھا جب تم نے مجھے پیچھے ہٹتے ہوئے دیکھا میں اس ڈر سے پیچھے ہٹ گیا تھا کہ کہیں اس کی لپٹ مجھکو نہ پکڑ لے یہاں تک کہ میں نے اس میں ٹیڑھے سر کے ڈنڈے

فإن فطن له قال: إنما تعلق بمحجنی ، و إن غفل عنه ذهب به و حتی رأیت فیها صاحبة الهرة التی ربطتها، فلم تطعمها، ولم تدعها تأکل من خشاش الأرض حتی ماتت جوعا ثم جیئ بالجنة و ذلکم حین رأیتمونی تقدمت حتی قمت فی مقامی ، و لقد مددت یدی و أنا أرید أن أتناول من ثمرها لتنظروا إلیه ، ثم بدالی أن لا أفعل فما من شئ توعدونه إلا قد رأیته فی صلاتی هذه۔

(مسلم کتاب الکسوف باب ماعرض علی النبی ﷺ فی صلاة الکسوف من أمر الجنة والنار)

والے کو دیکھا کہ وہ آگ میں اپنی آنت کو کھینچ رہا ہے، وہ اپنے ڈنڈے کے ذریعہ حاجیوں کی چوری کرتا تھا اگر کوئی سمجھ جاتا تو کہہ دیتا ارے میرے ڈنڈے میں اٹک گیا اور اگر غفلت ہوتی تو وہ اس کو لیکر چلا جاتا اور میں نے اس میں بلی والی عورت کو بھی دیکھا جس نے اس کو باندھے رکھا نہ اس کو خود کھلایا نہ اس کو چھوڑا تا کہ زمین کے کیڑے مکوڑے کھالیتی یہاں تک کہ وہ بھوک کی وجہ سے مرگئی ، پھر جنت کو پیش کیا گیا اس کو اس وقت پیش کیا گیا جب تم نے مجھے آگے بڑھتے ہوئے دیکھا یہاں تک کہ میں اپنی جگہ کھڑا ہوگیا میں نے اپنا ہاتھ بڑھایا میں اس کا پھل حاصل کرنا چاہتا تھا تا کہ تم بھی اس کو دیکھ لیتے پھر میرے دل میں خیال آیا کہ ایسا نہ کروں خلاصہ یہ کہ جن جن چیزوں کا تم سے وعدہ کیا جارہا ہے وہ سب چیزیں میں نے اپنی اس نماز میں دیکھ لیں۔

صحیح مسلم میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے نماز کے لئے اقامت کہی گئی ، اقامت کے بعد

آپ ﷺ نے فرمایا:

يا أيها الناس إني إمامكم فلا تسبقوني بالركوع ، ولا بالسجود ، ولا ترفعوا رؤوسكم ، فإني أراكم من أمامي و من خلفي و أيم الذي نفسي بيده ، لو رأيتم ما رأيت لضحكتم قليلا ، ولبكيتم كثيراً قالوا : وما رأيت يا رسول الله؟ قال : رأيت الجنة والنار(۱)	اے لوگو! میں تمہارا امام ہوں، لہذا مجھ سے پہلے نہ رکوع کرو نہ سجدہ اور اپنے سروں کو (مجھ سے پہلے) نہ اٹھاؤ اس لئے میں تم کو اپنے آگے اور پیچھے سے دیکھتا ہوں، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم بھی اس چیز کو دیکھ لو جس کو میں نے دیکھ لیا ہے تو تم کو ہنسی کم اور رونا زیادہ آئے، صحابہؓ نے عرض کیا آپ نے کیا دیکھا ہے اے اللہ کے رسولؐ! آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے جنت اور دوزخ کو دیکھا ہے۔

مؤطا (۲) اور سنن نسائی (۳) میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إنما نسمة المؤمن طير تعلق في شجرة الجنة حتى يرجعها الله إلى جسده يوم القيامة	مومن کی روح پرندوں کی شکل میں ہوتی ہے جو جنت کے درختوں سے لٹکے رہتے ہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کو اس کے جسم میں لوٹا دے گا۔

(۱) مسلم کتاب الصلاۃ باب تحریم سبق الامام برکوع۔ مگر اس کے الفاظ (''ایم الذی نفسی بیدہ'' کی بجائے ''والذی نفس محمد بیدہ'' ہیں

(۲) مؤطا کتاب الجنائز باب جامع الجنائز۔

(۳) نسائی کتاب الجنائز باب ارواح المومنین وغیرھم

یہ حدیث صراحت کے ساتھ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ روح قیامت سے پہلے بھی جنت میں داخل ہوتی ہے۔

اسی طرح ایک حدیث اصحاب السنن نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے جس کو ترمذیؒ نے صحیح قرار دیا ہے، کتاب کے اخیر میں ان شاء اللہ تعالیٰ ان تمام احادیث کو پوری کی پوری نقل کیا جائے گا جو اس پر دلالت کرتی ہیں کہ مومنین کی روحیں جنت میں روزِ قیامت سے پہلے بھی داخل ہوتی ہیں اور قرآن کریم کی جن آیات میں اس کا تذکرہ ملتا ہے ان کو بھی ذکر کیا جائے گا۔

ابو داود (۱) سنن، اور مسند احمد (۲) میں ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لما خلق الله تعالىٰ الجنة والنار أرسل جبريل إلى الجنة فقال : اذهب فانظر إليها و إلىٰ ما أعددت لأهلها فيها ، فذهب فنظر إليها و إلى ما أعدالله لأهلها فيها فرجع فقال : و عزتك لا يسمع بها أحد إلا دخلها فأمر بالجنة فحفت بالمكاره ،فقال فارجع فانظر إليها و إلى ماأعددت لها لأهلها فيها،

جب اللہ تعالیٰ نے جنت اور دوزخ کو پیدا کیا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام کو جنت کی طرف بھیجا اور کہا جا کر جنت کا اور ان نعمتوں کا معائنہ کرو جو میں نے اہلِ جنت کے لئے اس میں تیار کی ہیں وہ گئے اس کا معائنہ کیا اور واپس آ کر کہا تیری عزت کی قسم جو بھی اس کے بارے میں سنے گا وہ ضرور اس میں داخل ہوگا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا اور جنت کو مخالفِ نفس چیزوں سے گھیر دیا گیا، پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ اسلام سے کہا اب جاؤ اور جنت اور اس کی

(۱) ابو داود کتاب السنة باب فی خلق الجنة والنار۔ (۲) مسند احمد ۳۳۲/۲۔

قال فنظر إليها ثم رجع فقال: و عزتك لقد خشيت أن لايدخلها أحد، قال : ثم أرسله إلى النار قال: اذهب فانظر إليها وإلىٰ ماأعددت لأهلها فيها قال فنظر إليها فإذا هي يركب بعضها بعضا ثم رجع فقال : و عزتك و جلالك لا يدخلها أحد سمع بها ، فأمربها فحفت بالشهوٰت ثم قال: اذهب فانظر إلى ماأعددت لأهلها فيها فذهب فنظر إليها فرجع فقال: و عزتك لقد خشيت أن لاينجو منها أحد إلا دخلها" قال الترمذی هذا حديث حسن صحيح

(ترمذی کتاب صفة الجنة ، باب ماجاء حفت الجنة بالمكاره و حفت النار بالشهوات ۔)

نعمتوں کا مشاہدہ کرو وہ گئے اور مشاہدہ کے بعد آ کر کہا تیری عزت کی قسم! میں اندیشہ محسوس کرتا ہوں کہ اب اس میں کوئی نہیں جا سکے گا آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے پھر حضرت جبرئیلؑ کو دوزخ کی طرف بھیجا اور کہا جاؤ دوزخ اور جو عذاب میں نے دوزخیوں کے لئے تیار کیا ہے اس کا معائنہ کرو انہوں نے معائنہ کیا تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس کا ایک حصہ دوسرے پر چڑھا جا رہا ہے وہ واپس آئے اور کہا تیری عزت اور جلال کی قسم! جو بھی اس کے بارے میں سنے گا وہ ہرگز اس میں داخل نہیں ہوگا اس کے بعد اللہ نے حکم دیا اور دوزخ کو شہوتوں اور خواہشاتِ نفسانی سے بھر دیا گیا پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا اب جاؤ اور دوزخ میں دوزخیوں کے لئے جو میں نے تیار کیا ہے اس کا معائنہ کرو وہ گئے اور معائنہ کیا واپس آ کر کہا تیری عزت کی قسم! مجھے اندیشہ ہے کہ کوئی اس میں داخل ہوئے بغیر نہیں رہے گا۔

صحیحین میں ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اختصمت الجنة والنار فقالت الجنة يارب مالها إنما يدخلها ضعفاء الناس وسقطهم ، وقالت النار يارب مالها يدخلها الجبارون والمتكبرون ، فقال أنت رحمتي أصيب بك من أشاء و أنت عذابي أصيب بك من أشاء ولكل واحدة منكما ملؤها (۱)

جنت اور دوزخ میں تکرار ہوگئی جنت نے کہا اے میرے رب! کیا بات ہے جنت میں کمزور اور پست ماندہ لوگ جائیں گے اور دوزخ نے کہا اے میرے رب! کیا بات ہے کہ دوزخ میں جابر اور متکبر لوگ جائیں گے اللہ تعالیٰ نے (جنت سے) کہا تو میری رحمت ہے میں جس کو چاہوں گا تجھے عطا کروں گا اور دوزخ سے کہا تو میرا عذاب ہے میں جس کو چاہوں گا تیرے ذریعہ عذاب دوں گا۔

صحیحین ہی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اشتكت النار إلى ربها فقالت : يا رب أكل بعضي بعضاً فأذن لها بنفسين : نفس في الشتاء ، و نفس في الصيف

(بخاری كتاب بدأ الخلق باب صفة النار و أنها مخلوقة ۔)

دوزخ نے اپنے رب کے سامنے شکوہ کرتے ہوئے کہا اے میرے رب! میرا ایک حصہ دوسرے حصہ کو کھائے جارہا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کو دو سانس لینے کی اجازت دی ایک سانس موسمِ سرما میں دوسرا سانس موسمِ گرما میں

حضرت ابونعیمؒ نے اپنی کتاب " **صفة الجنة** " میں عبدالملک بن ابی بشیر سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ جنت اور دوزخ دونوں روزانہ دعا کرتے ہیں، جنت

---

(۱) بخاری کتاب التفسیر باب" و تقول هل من مزيد " اس میں " اختصمت " کی بجائے " تحاجّت " ہے۔
مسلم كتاب الجنة و صفة نعيمها و أهلها باب النار يدخلها الجبارون والجنة يدخلها الضعفاء

کہتی ہے اے میرے رب میرے پھل پک چکے، میری نہریں اچھی طرح جاری ہوچکیں اور مجھے اپنے دوستوں سے ملاقات کا اشتیاق بڑھتا جارہا ہے اس لئے جلد از جلد میرے حقداروں کو مجھ تک پہونچا دے۔ اور دوزخ کہتی ہے میری حرارت تیز ہوگئی، میری گہرائی زیادہ ہوگئی میرے انگارے بڑے ہوگئے اس لئے تو جلد از جلد میرے مستحقین کو مجھ تک پہونچادے۔(۱)

صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بينما أنا أسير فى الجنة ، و إذا بنهر فى الجنة حافتاه قباب الدرالمجوف قال قلت يا جبريل ماهذا ؟ قال هذا الكوثر الذى أعطاك ربك ، فضرب الملك بيده فإذا طينه المسك الأذفر . (بخاری کتاب الرقاق باب الحوض)	میں جنت کی سیر کررہا تھا کیا دیکھتا ہوں کہ جنت میں ایک نہر ہے جس کے دورویہ کھوکھلے موتیوں کے گنبد ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے کہا اے جبرئیل یہ کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا۔ یہ وہ کوثر ہے جو آپ کو آپ کے رب نے عطا کی ہے، اس کے بعد فرشتے نے اپنا ہاتھ اس پر مارا تو دیکھا کہ اس کی مٹی تیز مہکنے والی مشک کی ہے۔

صحیح مسلم میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

دخلت الجنة فرأيت فيها قصراً و داراً فقلت : لمن هذا ؟ فقيل لرجل من قريش ،	میں جنت میں داخل ہوا میں نے اس میں ایک محل اور ایک گھر دیکھا میں نے پوچھا یہ سب کس کا ہے جواب دیا گیا قریش سے

(۱) ابونعیم، کتاب "صفة الجنة حديث ٨٦۔

فرجوت أن أكون هو ، فقيل لعمر بن الخطاب ، فلولا غيرتك يا أبا حفص لدخلته قال : فبكى عمر و قال أو يغار عليك يا رسول الله ﷺ

(مسلم كتاب فضائل الصحابة باب : من فضائل عمر رضى الله عنه)

تعلق رکھنے والے ایک شخص کا، مجھے یہ اُمید ہوئی کہ میں ہی وہ شخص ہوں لیکن مجھ سے کہا گیا یہ عمر بن الخطاب کا ہے اے ابو حفص ! (عمرؓ کی کنیت) اگر مجھے تمہاری غیرت کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں اس میں داخل ہوجاتا راوی کہتے ہیں کہ یہ سنکر حضرت عمرؓ رو پڑے اور کہا اے اللہ کے رسول ﷺ ! کیا آپ پر بھی غیرت کی جاسکتی ہے۔

مذکورہ بالا احادیث کے علاوہ بیشمار اور بھی احادیث ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ جنت اور دوزخ پیدا شدہ ہیں۔

اگر یہ اشکال کیا جائے کہ آپ نے جنت کے اس وقت موجود ہونے پر حضرت آدم علیہ السلام کے قصہ سے استدلال کیوں نہیں کیا جن کو جنت میں داخل ہونے کے لئے کہا گیا اور اس درخت سے کھانے کے نتیجہ میں ان کو جنت سے نکال دیا گیا جس سے اللہ نے منع فرمایا تھا حالانکہ اس سے استدلال نہایت واضح اور صریح ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ دراصل اس جنت کے بارے میں زبردست اختلاف ہے جس میں حضرت آدم علیہ السلام کو ٹھہرایا گیا تھا۔ آیا وہ وہی جنت الخلد ہے جس میں قیامت کے دن مؤمنین کو داخل کیا جائے گا یا وہ زمین کے ہی کسی بلند حصہ میں کوئی دوسری جنت ہے اس اختلاف کی وجہ سے ہم نے اس سے استدلال نہیں کیا بعض لوگوں نے پہلا قول اختیار کیا ہے بعض نے دوسرا، ہم انشاء اللہ بالتفصیل دونوں اقوال اور ان کے دلائل کو ذکر کریں گے۔

وہ جنت کونسی تھی جس میں حضرت آدم علیہ السلام کو ٹھہرایا گیا تھا؟

علماء امت اور مفسرین کے درمیان اس سلسلہ میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ حضرت آدمؑ کو کس جنت میں ٹھہرایا گیا تھا؟

حضرت منذر بن سعید اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں: ''جہاں تک اللہ تعالیٰ کے قول ''اُسۡكُنۡ أَنۡتَ وَ زَوۡجُكَ الۡجَنَّةَ(۱) '' کا تعلق ہے تو اس کے بارے میں کچھ لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو جنت الخلد (ہمیشگی کی جنت) میں ٹھہرایا تھا جس میں مومنین کو قیامت کے دن داخل کیا جائے گا، دوسرے حضرات یہ کہتے ہیں کہ وہ جنت الخلد نہیں بلکہ کوئی دوسری جنت ہے جس میں ان کو ٹھہرایا گیا تھا''

ابوالحسن الماوردیؒ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''جس جنت میں حضرت آدم وحوا بسائے گئے تھے اس کی تعیین کے سلسلہ میں لوگوں کے دو قول ہیں:

۱۔ وہ جنت الخلد ہے۔

۲۔ وہ کوئی اور جنت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے آدم وحوا کے لئے الگ سے تیار کیا تھا، وہ محض آزمائش وابتلاء کے لئے تھی، وہ جنت الخلد نہیں تھی کیوں کہ جنت الخلد دارالجزاء ہے دارالابتلاء نہیں۔

---

(۱) البقرۃ: ۳۵، ترجمہ ''اے آدم تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو سہو''۔

جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ وہ جنت الخلد نہیں تھی وہ خود اس کی تعیین کے سلسلہ میں متفق نظر نہیں آتے بلکہ اس کی تعیین کے سلسلہ میں ان کے بھی دو قول ملتے ہیں۔

پہلا قول یہ کہ وہ آسمان میں ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو آسمان سے ہی زمین پر اُتارا تھا، یہ قول بظاہر اچھا معلوم ہوتا ہے۔

دوسرا قول یہ کہ وہ زمین پر ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم وحواء علیہما السلام کو زمین پر ہی آزمائش میں ڈالا تھا اور اسی میں ان کو ایک مخصوص درخت سے کھانے سے منع کر دیا گیا تھا۔

یہ ابن بحر کا قول ہے، آزمائش کا یہ واقعہ اس وقت پیش آیا تھا جب ابلیس کو حضرت آدمؑ کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا تھا مگر اس نے از راہِ تکبر سجدہ کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

ابن الخطیبؒ نے اپنی مشہور تفسیر میں لکھا ہے: ''اہلِ علم کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ وہ جنت زمین میں ہے یا آسمان میں؟ اور اگر یہ مان لیا جائے کہ وہ آسمان میں ہے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا وہ جنت الخلد ہے جس کو دارالجزاء کہا جاتا ہے یا کوئی اور جنت، ابوالقاسم البلخی اور ابو مسلم الاصبہانی وغیرہ اس بات کے قائل ہیں کہ یہ جنت زمین پر ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت آدمؑ کے بارے میں جو جنت سے اتارے جانے کا ذکر ہے اس سے مراد زمین کے ایک ٹکڑے سے دوسرے ٹکڑے کی طرف منتقل ہونا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ایک جگہ سے دوسرے شہر میں منتقل ہونے کا حکم دیتے ہوئے کہا: ''اھبطوا مصرا'' تم کسی شہر میں اتر جاؤ (چلے جاؤ) اُن حضرات نے اپنے اس قول کی تائید میں اور بہت سے دلائل پیش کئے ہیں، دوسرا قول جبائی کا ہے کہ وہ جنت ساتویں آسمان

پر ہے۔ تیسرا قول ہمارے جملہ اصحاب کا ہے کہ یہ جنت دارالجزاء والثواب ہے''۔

ابوالقاسم راغب اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں: جس جنت میں حضرت آدمؑ کو ٹھہرایا گیا تھا اس کے بارے میں اختلاف ہے، بعض متکلمین یہ کہتے ہیں کہ وہ جنت ایک باغ کی شکل میں تھی جس کو اللہ تعالیٰ نے ان کی آزمائش کے لئے پیدا کیا تھا وہ ان کے لئے باقاعدہ ٹھہرنے کی جگہ نہیں تھی، اس کے بعد انہوں نے دونوں اقوال کے بعض دلائل پیش کئے ہیں۔

ابوعیسی الرمّانیؒ نے بھی اپنی تفسیر میں اس اختلاف کو ذکر کیا ہے، انہوں نے اس قول کو اختیار کیا کہ وہ جنت الخلد ہے اس کے بعد انہوں نے کہا: جو مذہب ہم نے اختیار کیا ہے یہی حسن بصریؒ، عمرو، واصل، ابوعلی، اور ہمارے شیخ ابوبکر اور اکثر اصحاب کا قول و مسلک ہے، اہلِ تفسیر کی بھی یہی رائے ہے، لیکن ابن الخطیبؒ نے اس مسئلہ میں توقف اختیار کیا ہے۔ اس طرح ان کے مطابق یہ چوتھا قول ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ اس سلسلہ میں ہر طرح کا احتمال ہے اس لئے کہ اس بارے میں دلائل متعارض ہیں لہٰذا توقف کرنا واجب ہے۔

منذر بن سعیدؒ فرماتے ہیں: ''یہ قول کہ وہ زمین پر کوئی جنت ہے نہ کہ جنت الخلد، امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب کا ہے'' ابن مزین المالکیؒ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ میں نے ابن نافع سے جنت کے بارے میں پوچھا کہ کیا وہ پیدا شدہ ہے؟ انہوں نے جواب دیا: اس طرح کے مسئلہ میں سکوت بہتر ہے۔ حضرت ابن عیینہؒ آیت کریمہ '' إِنَّ لَكَ أَلَّا تَجُوعَ فِيهَا وَلَا تَعْرَىٰ '' (۱) کے سلسلہ میں فرماتے ہیں: ''اس سے مراد یہ ہے کہ دنیا میں ایسا نہیں ہوگا'' ظاہر ہے ابن نافع بھی بلند پایہ امام ہیں اور ابن عیینہ بھی، ان جیسی شخصیات کی نظیر نہیں ملتی۔

---

(۱) طٰہٰ آیت: ۱۱۸ ترجمہ ''آپ کو اس میں (جنت میں) نہ بھوک لگے گی نہ آپ برہنہ ہوں گے۔''

ابن قتیبہؒ نے ''کتاب المعارف'' میں آدم وحوا علیہما السلام کی تخلیق کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھا ہے: اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو چھوڑ دیا اور ان سے کہا خوب نسل پھیلاؤ، اپنی اولادوں سے زمین کو بھر دو، اور سمندر کی مچھلیوں، آسمان کے پرندوں، چوپایوں، زمین کی گھاس پونس اور درخت وغیرہ پر قبضہ کرلو۔ گویا ابن قتیبہؒ کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو زمین ہی میں پیدا کیا ہے اور اسی میں ان کو مذکورہ احکام دئے، اس کے بعد ابن قتیبہؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں فردوس پیدا کی اور وہ چار حصوں میں تقسیم ہوگئی۔ (۱) سیحون (۲) جیحون (۳) دجلہ (۴) فرات، اس کے بعد سانپ کا ذکر کرتے ہوئے کہا: ''وہ خشکی کا سب سے بڑا جانور تھا اس نے حوا سے کہا: اگر تم لوگ اس درخت سے کچھ کھالو تو تم کو کبھی موت نہیں آئے گی۔

آگے چل کر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پھر ان کو جنت عدن کے مشرق سے زمین کی طرف نکالا اور وہب بن منبہ کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ جنت عدن سے ان کو مشرقی ہندوستان میں اُتارا، مزید فرماتے ہیں کہ قابیل اپنے بھائی کو یمن کی کسی وادی میں لے گیا اور اسی میں چھپ گیا۔

منذر بن سعید وہب بن منبہ کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ آدم علیہ السلام زمین میں پیدا کئے گئے اور اسی میں رہے، اسی میں ان کے لئے فردوس بنائی گئی، وہ عدن میں تھے، اور ''فردوسِ آدم'' نامی ایک نہر سے چار نہریں نکلیں جو اب تک موجود ہیں، اس سلسلہ میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں، اے عقل والو! عبرت حاصل کرو، انہوں نے یہ بھی کہا کہ جس سانپ نے حضرت آدمؑ سے گفتگو کی تھی وہ زمین کا سب سے بڑا جانور تھا انہوں نے یہ نہیں کہا کہ وہ آسمان کا سب سے بڑا جانور تھا۔

منذر فرماتے ہیں کہ ابن قتیبہ نے ابن منبہ سے انہوں نے حضرت اُبیؓ بن کعبؓ سے نقل کیا ہے کہ حضرت آدمؑ کے دل میں موت کے وقت اس جنت کے ایک خوشہ کی طلب پیدا ہوئی جس میں وہ تھے اس کے بعد ان کی اولاد بھی اس پھل کو تلاش کرنے لگی یہاں تک کہ فرشتوں نے ان کو بتایا کہ وہ مر چکے ہیں، غور کیجئے اگر تمہاری بات مان لی جائے کہ اس سے جنت الخلد مراد ہے تب تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آدم کی اولاد تمہارے نزدیک پاگل تھی کہ وہ اپنے باپ کے لئے جنت الخلد کا پھل زمین میں تلاش کر رہی تھی لہٰذا یہی ماننا پڑے گا کہ وہ زمین ہی میں تھی تب ہی تو وہ زمین میں تلاش کر رہے تھے۔

مزید انہوں نے فرمایا کہ ہم نے اس سلسلہ میں اسلاف کے خیالات و مسالک کا عشرِ عشیر بھی بیان نہیں کیا پھر یہ بھی حقیقت ہے کہ اگر وہ جنت الخلد ہوتی تو حضرت آدمؑ اس میں ہمیشہ ہمیش رہتے، ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے اس پر قرآن سے دلائل موجود ہیں اور دوسروں نے جو کچھ بیان کیا ہے اس پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

یہ تھے اس سلسلہ میں اسلاف کے مختلف اقوال جن میں بنیادی طور پر دو قول سامنے آئے ایک یہ کہ وہ جنت الخلد ہی تھی دوسرا یہ کہ وہ زمین کے ہی کسی حصہ میں تھی آئندہ صفحات میں ہم انشاء اللہ دونوں اقوال کے دلائل ذکر کریں گے اور ان کا تفصیلی جائزہ لیکر ان کا موازنہ کریں گے۔

***

اس قول کے دلائل کہ حضرت آدمؑ کو جنت الخلد میں ٹھہرایا گیا تھا

جو اس بات کے قائل ہیں کہ حضرت آدمؑ کو جنت الخلد میں ٹھہرایا گیا تھا وہ اپنے قول کی تائید میں مندرجہ ذیل دلائل پیش کرتے ہیں:

ا۔ امام مسلمؒ نے اپنی صحیح میں حضرت حذیفہؓ اور ابو ہریرہؓ کی روایت نقل کی ہے کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

يجمع الله تعالىٰ الناس ، فيقوم المومنون حتى، تزلف لهم الجنة فياتون آدم عليه السلام فيقولون يا أبانا ! استفتح لنا الجنة ، فيقول و هل أخرجكم من الجنة الا خطيئة أبيكم (مسلم كتاب الايمان باب ادنى اهل الجنة منزلة فيها)	اللہ تعالیٰ قیامت کے دن لوگوں کو جمع کرے گا مومنین اٹھیں گے یہاں تک کہ ان کے لئے جنت قریب کر دی جائے گی وہ حضرت آدمؑ کے پاس آئیں گے اور کہیں گے اے ابا جان ! آپ ہمارے واسطے جنت کھلوائیے وہ کہیں گے جنت سے تم لوگوں کو تمہارے باپ کی خطا کی وجہ ہی سے نکالا گیا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جس جنت سے حضرت آدمؑ کو نکالا گیا ہے وہ بعینہ وہی جنت ہے جس کو کھلوانے کے لئے ان سے کہا جا رہا تھا۔

۲۔ صحیحین میں حضرت آدم و موسیٰ علیہما السلام کے درمیان ہونے والا

مناظرہ مذکور ہے اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت موسیٰؑ حضرت آدمؑ سے فرماتے ہیں آپ نے ہم کو اور اپنے آپ کو جنت سے نکلوادیا۔(۱)

اگر اس جنت سے زمین کی جنت مراد ہوتی تو اس کے لئے لفظ ''جنت'' کی بجائے ''بساتین'' (باغات) کا لفظ استعمال ہوتا۔

۳۔ اللہ تعالیٰ سورۃ بقرہ میں ارشاد فرماتا ہے:

وَ قُلْنَا يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَ زَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَداً حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ فَأَزَلَّهُمَا الشَّيْطَانُ عَنْهَا فَأَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ وَ قُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَّلَكُمْ فِيْ الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّ مَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ۔
(البقرۃ:۳۵،۳۶)

اور ہم نے کہا اے آدم تم اور تمہاری بیوی بہشت میں رہو سہو، اور جہاں سے چاہو جی بھر کر کھاؤ اور اس درخت کے قریب نہ جانا ورنہ ظالموں میں سے ہو جاؤ گے پھر شیطان نے دونوں کو پھسلایا اس درخت کے باعث اور وہ جس میں تھے اس سے انہیں نکلوادیا، پھر ہم نے کہا تم سب نیچے اتر جاؤ۔ ایک دوسرے کے دشمن ہو کر، اور تمہارے لئے زمین ہی پر ٹھکانا اور ایک میعاد تک نفع اٹھانا ہے۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ حضرت آدمؑ وحواؑ اور شیطان مردود کو جنت سے زمین کی طرف اتارا گیا تھا یہ آیت اس معنی پر دو طرح سے دلالت کرتی ہے۔

الف۔ اس میں لفظ ''اھبطو'' آیا ہے جو لغوی اعتبار سے اوپر سے نیچے کی طرف اترنے پر دلالت کرتا ہے۔

---

(۱) بخاری کتاب القدر باب تحاج آدم و موسیٰ عند اللہ ، مسلم کتاب القدر باب حجاج آدم و موسیٰ علیہ السلام۔

ب۔ اللہ تعالیٰ نے ''اِھْبِطُوْا'' (اتر جاؤ) کے بعد فرمایا ''وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ'' تمہارے لئے زمین میں جائے قرار ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس سے قبل یہ لوگ زمین میں نہیں تھے۔

اس کی مزید تائید سورۂ اعراف کی اس آیت سے ہوتی ہے:

قَالَ فِيهَا تَحْيَوْنَ وَ فِيهَا تَمُوْتُوْنَ وَ مِنْهَا تُخْرَجُوْنَ (الاعراف:۲۵)	کہا اسی میں (زمین میں) تم رہو گے، اسی میں تم کو موت آئے گی۔ اور اسی سے تم کو نکالا جائے گا۔

اگر جنت زمین پر ہوتی تو ظاہر ہے موت سے پہلے اور موت کے بعد ان کی زندگی اسی میں گذرتی، پھر یہ کلام تحصیل حاصل (عبث اور بے فائدہ) ہوتا۔

۴۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو جس جنت میں ٹھہرایا تھا اس کے ایسے اوصاف بیان کئے ہیں جو جنت الخلد میں ہی پائے جا سکتے ہیں، زمین میں ان چیزوں کا وجود نایاب نہیں ہی بلکہ مستحیل (ناممکن) ہے، مثلاً اللہ تعالیٰ نے اس جنت کے بارے میں فرمایا:

إِنَّ لَكَ أَلَّا تَجُوْعَ فِيهَا وَلَا تَعْرَىٰ وَ أَنَّكَ لَا تَظْمَأُ فِيهَا وَلَا تَضْحَىٰ (طٰه : ۱۱۸۔ ۱۱۹)	(یہاں اس) جنت میں تو یہ ہے کہ تم نہ کبھی بھوکے ہو گے اور نہ ننگے اور یہ بھی ہے کہ نہ اس میں پیاسے ہو گے اور نہ دھوپ میں تپو گے۔

یہ چیز دنیا میں بالکل پا ہی نہیں جا سکتی اس لئے کہ آدمی خواہ کتنے ہی اچھے گھر میں ہو۔ مگر اس کو ضرور بالضرور ان مصیبتوں میں سے کسی نہ کسی مصیبت سے دو چار ہونا پڑتا ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں بھوک کے مقابل برہنگی کو اور پیاس کے مقابل دھوپ کو ذکر کیا ہے نہ کہ بھوک کے مقابل پیاس کو

اور برہنگی کے مقابل دھوپ کو اس لئے کہ بھوک باطن کی ذلت ہے اور برہنگی ظاہر کی ذلت، اس کے مقابل پیاس باطن کی گرمی ہے اور دھوپ ظاہر کی گرمی، تو اللہ تعالیٰ نے جنت کے باشندوں سے ظاہر و باطن کی ذلت اور ظاہر و باطن کی گرمی کی نفی کر دی ہے اور ظاہر ہے کہ جنت الخلد کے باشندوں کی ہی یہ شان ہے۔ زمین کے باشندوں میں اس کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔

۵۔ ان کی دلیل یہ بھی ہے کہ اگر وہ جنت دنیا میں ہوتی تو آدم علیہ السلام ابلیس کے جھوٹ کو فوراً سمجھ جاتے ابلیس نے کہا تھا:

هَلْ أَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَ مُلْكٍ لَّا يَبْلٰى (طٰہٰ:۱۲۰)	کیا میں تمہیں ہمیشگی کا درخت اور ایسی بادشاہی نہ بتلا دوں جس میں کبھی ضعف نہ آوے۔

کیوں کہ آدم علیہ السلام جانتے تھے کہ دنیا فانی ہے اور یہ ملک ختم ہونے والا ہے۔

٦۔ سورہ بقرہ میں جو قصہ مذکور ہے اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ جس جنت سے حضرت آدم علیہ السلام کو نکالا گیا تھا وہ آسمان کے اوپر ہے اس قصہ کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَآئِكَةِ اسْجُدُوْا لِآدَمَ فَسَجَدُوْا إِلَّا إِبْلِيْسَ أَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَ كَانَ مِنَ الْكَافِرِيْنَ وَ قُلْنَا يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَ زَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَداً حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ	یاد کرو اس وقت کو جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو سب نے سجدہ کر لیا سوائے ابلیس کے اس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور وہ کافروں میں سے ہو گیا اور ہم نے کہا اے آدم تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو اور جہاں سے چاہو سیر ہو کر

الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ فَأَزَلَّهُمَا الشَّيْطَانُ عَنْهَا فَأَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ وَ قُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَّلَكُمْ فِيْ الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّ مَتَاعٌ اِلَىٰ حِيْنٍ ۔ فَتَلَقّٰى آدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ إِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۔
(البقرة :۳۳۔۳۷)

کھاؤ (مگر) اس درخت کے قریب نہ جانا ورنہ ظالموں میں سے ہو جاؤ گے تو شیطان نے ان کو جنت سے پھسلا کر ان کو جنت سے نکلوادیا اور ہم نے کہا تم سب نیچے اتر جاؤتم ایک دوسرے کے دشمن ہو اورتمہارے واسطے زمین میں ایک مقررہ وقت کے لئے جائے قرار ہے اور لطف اندوزی کا سامان ہےاس کے بعد حضرت آدمؑ نے اپنے رب کی طرف سے بعض کلمات سیکھ لئے تو اللہ نے ان پر توجہ دی بیشک وہ توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ جنت سے آدمؑ وحوّا اور ابلیس تینوں کو اتارا گیا تھا اسی لئے اس میں جمع کی ضمیر استعمال کی گئی ،ایک قول یہ ہے کہ اس میں خطاب آدمؑ وحوّا اور سانپ کے لئے ہے مگر یہ قول ضعیف ہے اس لئے کہ اس قصہ کے سیاق وسباق میں کہیں سانپ کا ذکر نہیں ہے بعض کا کہنا یہ ہے کہ اس میں خطاب آدمؑ وحوّا کے لئے ہےاور تثنیہ کو مجازاً جمع کے قائم مقام مان لیا گیا دوسری جگہوں پر بھی اس کی نظیر ملتی ہے جہاں تثنیہ کے لئے جمع کی ضمیر لائی گئی ہے۔

ایک جگہ فرمایا گیا:

وَ كُنَّا لِحُكْمِهِمْ شَاهِدِيْنَ
(الأنبياء :۷۸)

اور ہم ان کے فیصلے کو دیکھ رہے تھے

اس سے مراد داود و سلیمان علیہما السلام ہیں، تثنیہ ہونے کے باوجود ان کے لئے " لِحُكْمِهِمْ " میں جمع کی ضمیر لائی گئی، ایک قول یہ ہے کہ خطاب آدمؑ وحوا اور ان کی ذریت کے لئے ہے۔

لیکن پہلے قول کے علاوہ تمام اقوال ضعیف ہیں کیوں کہ یا تو وہ ایسے اقوال ہیں جن کی کوئی دلیل کتاب وسنت سے نہیں ہے یا ایسے اقوال ہیں جو الفاظ کی دلالت کے خلاف ہیں اس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ ابلیس بھی اس خطاب میں داخل ہے، اور اس کو بھی جنت سے اتارا گیا ہے، جب یہ حقیقت ثابت ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے اتارے جانے کا دوبارہ ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعاً فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ (البقرة:٣٨)	ہم نے کہا تم سب جنت سے نیچے اتر جاؤ اگر میری طرف سے تمہارے پاس کوئی ہدایت آجائے تو جو میری ہدایت کی اتباع کریگا ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

ظاہر ہے کہ دوبارہ اتارا جانا پہلی مرتبہ اتارے جانے سے الگ اور مستقل ہے پہلے ان کو جنت سے اتارا گیا تھا اور دوبارہ ان کو آسمان سے زمین کی طرف اتارا گیا تھا اس اعتبار سے وہ جنت جس سے ان کو پہلی مرتبہ اتارا گیا وہ آسمان کے اوپر تھی۔ علامہ زمخشریؒ کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قول "اهبطوا منها جميعا " یہ آدم وحوا کے لئے خاص طور پر خطاب تھا اور جمع کا صیغہ ان کی ذریت کی شمولیت کی وجہ سے استعمال کیا گیا اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے:

قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيْعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ " (طٰه : ١٢٣)	فرمایا تم دونوں جنت سے نیچے اتر جاؤ تم ایک دوسرے کے دشمن رہو گے۔

دوسری دلیل وہ یہ پیش کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خٰلِدُونَ۔ (البقرۃ:۳۸۔۳۹)	جو شخص میری ہدایت کی اتباع کرے گا تو ان پر کوئی خوف ہوگا نہ وہ غمگین ہوں گے اور جنہوں نے کفر اختیار کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا یہی لوگ دوزخ والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔

یہ حکم سب کے لئے عام ہے

ان کے کہنے کے مطابق اللہ تعالیٰ کے قول "بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ" سے مراد لوگوں کے درمیان آپس میں پائی جانے والی عداوت و دشمنی اور ایک دوسرے کی تضلیل ہے۔ علامہ زمخشریؒ نے جو قول اختیار کیا ہے وہ سب سے کمزور قول ہے اس لئے کہ جس عداوت کو اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے وہ آدم و ابلیس اور ان کی ذریت کے درمیان پائی جانے والی عداوت ہے نہ کہ آدم کی ذریت کے درمیان پائی جانے والی عداوت۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا (الفاطر:٦)	بیشک شیطان تمہارا دشمن ہے تو تم اس کو اپنا دشمن ہی سمجھتے رہو۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے شیطان اور انسانوں کے درمیان پائی جانے والی عداوت کو بڑی تاکید کے ساتھ بیان فرمایا ہے اور قرآن کریم میں بار بار اس کو دہرایا تاکہ اس دشمن سے بچا جا سکے اور جہاں تک آدمؑ اور ان کی بیوی کا تعلق ہے تو قرآن کریم کی صراحت کے مطابق ان کی بیوی کو اس لئے پیدا کیا گیا تاکہ حضرت آدمؑ ان سے سکون حاصل کریں اور پھر اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے

درمیان محبت و الفت پیدا کر دی۔ خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے مرد و عورت کے درمیان عداوت نہیں بلکہ محبت پیدا کی ہے جبکہ انسان و شیطان کے درمیان عداوت پائی جاتی ہے۔ اس سے پہلے آدمؑ، ان کی بیوی اور ابلیس کا تذکرہ ہو چکا ہے اور یہ سب تین افراد ہیں تو کیسے ممکن ہے کہ ضمیر ان تین میں سے بعض کی طرف لوٹے اور بعض کی طرف نہیں، اس لئے علامہ زمخشریؒ کا قول بالکل ساقط الاعتبار ہے اور جہاں تک سورہ طٰہٰ کی اس آیت ''قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ'' کا تعلق ہے تو اس کے بارے میں یہ کہا جائے گا کہ ''اهبطا'' کا خطاب یا تو آدمؑ وحوا کے لئے ہے اور ''بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ'' میں ضمیر سب کی طرف ہے یا یہ کہا جائے کہ ''اهبطا'' میں ضمیر آدمؑ و ابلیس کے لئے ہے اور حوا کا ذکر اس لئے نہیں کیا کہ وہ حضرت آدمؑ کے تابع تھیں اور پھر عداوت کا ذکر کرتے ہوئے تینوں کی طرف ضمیر لوٹا دی۔

قابلِ غور بات یہ ہے کہ جن جگہوں پر عداوت کو ذکر کیا گیا ہے وہاں جمع کی ضمیر استعمال کی گئی ہے نہ کہ تثنیہ کی اور جہاں جنت سے اتارے جانے کا ذکر ہے وہاں کبھی جمع کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اور کبھی تثنیہ کا اور کہیں مفرد کا ان سب آیتوں کے درمیان تطبیق اس طرح دی جا سکتی ہے کہ جہاں مفرد کا صیغہ آیا ہے جیسا کہ سورہ اعراف اور سورہ ص میں ہے ''اِهْبِطْ مِنْهَا'' (اس سے نیچے اتر جا) تو یہ خطاب صرف ابلیس کے لئے تھا اور جہاں جمع کا صیغہ آیا ہے وہاں اس کے مخاطب آدمؑ، ان کی بیوی اور ابلیس ہیں کیوں کہ قصہ کا دارومدار ان ہی پر ہے اور جہاں تثنیہ کا صیغہ آیا ہے تو اس سے مراد یا تو آدمؑ اور ان کی بیوی ہے کیوں کہ انہوں نے ہی شجر ممنوعہ سے کھایا تھا اور معصیت کا ارتکاب کیا تھا یا اس سے مراد آدمؑ اور ابلیس ہیں کیوں کہ آدم انسان کے باپ اور ابلیس جنوں کا باپ ہے تو

اللہ تعالیٰ نے دونوں کے حالات اور انجام کار کو اس لئے بیان کیا تا کہ ان کی اولاد کے لئے باعثِ عبرت و نصیحت ہو۔

اس بات کی شہادت کہ "اھبطا" کے مخاطب آدم اور ابلیس ہی ہیں اس سے ہوتی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے معصیت کا ذکر کیا تو تنہا حضرت آدم کا ذکر کیا نہ کہ ان کی بیوی کا چنانچہ فرمایا:

وَ عَصٰیٓ آدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰی ثُمَّ اجْتَبَاهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَ هَدٰی قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيْعاً بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ (طٰهٰ: ۱۲۱۔۱۲۳)	اور آدمؑ سے اپنے پروردگار کا قصور ہو گیا پھر ان کے رب نے ان کو مقبول بنا لیا چنانچہ ان کی طرف متوجہ ہوا اور ان کو راہ ہدایت دکھا دی فرمایا تم دونوں اس سے نیچے اتر جاؤ ایک کے دشمن ایک ہو کر

اس سے معلوم ہوا کہ جنت سے اترنے کے حکم کے اصل مخاطب ابلیس کے علاوہ صرف آدم علیہ السلام تھے کیوں کہ انہی کے لئے معصیت کو مزین کیا گیا تھا اور بیوی تبعاً مخاطب تھی اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا اصل مقصد جن و انس کو یہ بتا دینا تھا کہ ان کے باپ کے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا تھا اور ان دونوں نے اللہ تعالیٰ کی کیا نافرمانی کی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے بیوی کے بارے میں بتایا کہ اس نے بھی حضرت آدمؑ کے ساتھ کھایا تھا اور یہ بھی بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو اس درخت کے کھانے کی وجہ سے جنت سے نکالا اس سے معلوم ہوا کہ بیوی کا حکم بھی وہی تھا جو حضرت آدمؑ کے کھانے کا تھا لہذا ان کے ساتھ بھی وہ معاملہ کیا گیا جو حضرت آدمؑ کے ساتھ کیا گیا تھا۔

۷۔ ساتویں دلیل ان کی یہ ہے کہ جہاں جہاں اس جنت کا ذکر ہے جس

میں حضرت آدمؑ کو ٹھہرایا گیا تھا اس پر ''ال'' داخل کیا گیا ہے جو اس کے معرفہ (جانی پہچانی) ہونے کی علامت ہے،

جیسا کہ فرمایا:

" اُسْكُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُكَ الْجَنَّةَ " تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو۔

(البقرة آیت:۳۵)

ظاہر ہے جنت الخلد کے علاوہ اور کوئی جنت نہیں جو معروف و معہود ہو اس طرح یہ لفظ اس کے لئے علم بن گیا اب جہاں کہیں یہ معرفہ استعمال ہوگا تو اس سے وہی خاص جنت ''جنت الخلد'' مراد ہوگی چنانچہ اگر جنت الخلد کے علاوہ کسی اور جنت (باغ) کا ذکر کرنا مقصود ہوتا ہے تو یا تو اس کو نکرہ لایا جاتا ہے یا اضافت کے ساتھ، یا سیاق وسباق سے اس کا تعین ہوتا ہے، نکرہ کی مثال:

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَثَلًا الرَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا لِأَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ اَعْنَابٍ
(الکهف:۳۲۔)

اور آپ ﷺ ان کے سامنے ان دو آدمیوں کی مثال بیان کیجئے جن میں سے ایک کو ہم نے انگوروں کے دو باغات سے نوازا تھا۔

اضافت کی مثال:

وَلَوْلَا إِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَاشَاءَ اللّٰهُ (الکهف : ۳۹)

ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب تو اپنے باغ میں داخل ہوا تھا تو ماشاء اللہ کہہ لیتا۔

سیاق وسباق کی مثال:

إِنَّا بَلَوْنَا هُمْ كَمَا بَلَوْنَا أَصْحَابَ الْجَنَّةِ (القلم : ١٧)

ہم نے ان کو (کفار مکہ کو) آزمایا جیسا کہ باغ والوں کو آزمایا۔

۸۔ ان کی ایک دلیل وہ روایت بھی ہے جو ھوذہ بن خلیفہ نے حضرت

عوف سے انہوں نے قسامہ بن زہیر سے انہوں نے حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ سے بیان کی ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جب حضرت آدمؑ کو جنت سے نکالا تو ان کو جنت کے کچھ پھل بطور توشہ عطا کیے اور ان کو ہر چیز کا فن سکھلا دیا۔ چنانچہ تمہارے یہ پھل جنت کے پھل ہیں البتہ دنیا کے پھل میں (زیادہ مدت گذرنے سے) فرق آجاتا ہے اور جنت کے پھلوں میں ایسا نہیں ہوتا۔

۹۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ سے یہ وعدہ کیا تھا کہ اگر وہ توبہ کرلیں گے تو اللہ تعالیٰ دوبارہ ان کو جنت میں داخل کردیگا۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ''فَتَلَقّٰى آدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ'' کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ کے قول سے پتہ چلتا ہے جس کے راوی حضرت سعید بن جبیرؒ ہیں۔ وہ یہ کہ حضرت آدمؑ نے اللہ تعالیٰ سے کہا: اے میرے رب! کیا تو نے مجھے اپنے ہاتھ سے پیدا نہیں کیا؟ اللہ تعالیٰ نے کہا کیوں نہیں؟ پھر انہوں نے کہا اے میرے رب! کیا تو نے میرے اندر اپنی (پیدا کردہ) روح نہیں پھونکی؟ اللہ تعالیٰ نے کہا کیوں نہیں؟ پھر کہا اے میرے رب! کیا تو نے مجھے اپنی جنت میں نہیں بسایا اللہ تعالیٰ نے کہا کیوں نہیں؟ پھر کہا اے میرے رب! کیا تیری رحمت تیرے غضب سے بڑھکر نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے کہا کیوں نہیں؟ پھر کہا اگر میں توبہ کرلوں اور اپنی اصلاح کرلوں تو کیا تو مجھکو دوبارہ جنت میں بھیج دیگا اللہ تعالیٰ نے کہا کیوں نہیں؟

یہ روایت اور بھی کئی طرق سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے۔

یہ تھے ان لوگوں کے چند دلائل جو اس بات کے قائل ہیں کہ حضرت آدمؑ کو جنت الخلد میں ہی بسایا گیا تھا نہ کہ زمین کی کسی جنت میں اب ہم ان لوگوں کے دلائل ذکر کریں گے جو اس بات کے قائل ہیں کہ حضرت آدمؑ کو زمین پر ہی کسی جنت میں بسایا گیا تھا نہ کہ جنت الخلد میں۔

دوسرے قول کے دلائل

جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ حضرت آدمؑ کو زمین کی کسی جنت میں بسایا گیا تھا ان کے دلائل حسب ذیل ہیں:

ا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام رسولوں کے ذریعہ یہ بتایا ہے کہ جنت الخلد میں داخلہ قیامت میں ہی ہوگا۔ اس سے پہلے نہیں اور ظاہر ہے ابھی اس میں داخلہ کا وقت نہیں آیا تو حضرت آدمؑ کیسے اس میں داخل ہو سکتے ہیں۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جنت الخلد کی بہت سی ایسی صفات بیان کی ہیں کہ اگر ہم یہ مان لیں کہ حضرت آدمؑ اس جنت میں داخل ہوئے تھے تو یہ بات ان صفات کے منافی معلوم ہوتی ہے، ان میں چند صفایت یہ ہیں:

الف۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو ''دار المقامة'' (جائے قیام) کا نام دیا یعنی جو اس میں داخل ہوگا وہ اس میں مقیم رہے گا، اور حضرت آدمؑ اس جنت میں مقیم نہیں رہے جس میں وہ داخل ہوئے تھے۔

ب۔ وہ ''جنۃ الخلد'' (ہمیشہ ہمیش رہنے والی جنت) ہے حالانکہ حضرت آدمؑ اس میں ہمیشہ نہیں رہے۔

ج۔ وہ دار الجزاء والثواب ہے نہ کہ دار التکلیف اور حضرت آدمؑ کو خاص درخت سے کھانے کو منع کرنا ایک طرح سے مکلّف بنانا ہے۔

د۔ وہ امن وسلامتی کا گھر ہے نہ کہ آزمائش وامتحان کی جگہ اور حضرت آدمؑ کو اس کے اندر زبردست آزمائش میں ڈالا گیا۔

ھ۔ اس کے اندر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں ہو سکتی حالانکہ حضرت آدمؑ نے اس میں اپنے رب کی نافرمانی کی تھی۔

و۔ وہ خوف اور غم کا گھر نہیں ہے حالانکہ حضرت آدمؑ وحوا کو اس میں خوف اور غم لاحق ہوا۔

ز۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو ''دار السلام'' (سلامتی کا گھر) قرار دیا حالانکہ حضرت آدم وحوا فتنہ سے محفوظ نہیں رہے۔

ح۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا ایک وصف ''دار القرار'' (جائے قرار) بھی بیان کیا حالانکہ حضرت آدمؑ وحوا اس میں زیادہ نہیں ٹھہرے۔

ط۔ اس میں جو داخل ہوگا کبھی نکالا نہ جائے گا ارشاد ربانی ہے: ''وَمَاهُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ''(۱)

(اور وہ اس سے نہیں نکالے جائیں گے) ''حالانکہ حضرت آدمؑ وحوا کو اس سے نکالا گیا۔

ی۔ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''لَا يَمَسُّهُمْ فِيهَا نَصَبٌ ''(۲) اس میں جنتیوں کو کوئی تھکن اور مشقت لاحق نہیں ہوگی حالانکہ حضرت آدمؑ دانہ کھانے کے بعد وہاں سے تیزی سے بھاگے اور اپنے اوپر جنت کے پتے لپیٹنے لگے یہ مشقت نہیں تو اور کیا ہے۔

ک۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''لَا لَغْوٌ فِيهَا وَلَا تَأْثِيمٌ'' (اس میں کوئی لغو چیز ہوگی نہ گناہ کی بات) حالانکہ حضرت آدمؑ نے اس میں ابلیس کی لغو اور گناہ کی بات سنی۔

---

(۱) الحجر:۴۸۔ (۲) الحجر ۴۸۔

ل۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو" مقعد صدق (سچائی کی جگہ) قرار دیا حالانکہ اس میں ابلیس نے جھوٹ بولا اور اپنے جھوٹ پر قسم کھائی۔

۳۔تیسری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے کہا" إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً "(۱)(میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں) اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں کہا کہ میں جنت الخلد میں خلیفہ بنانے والا ہوں فرشتوں نے اس کے جواب میں کہا تھا" أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا وَ يَسْفِكُ الدِّمَاءَ"(۲) (کیا آپ اس میں فساد مچانے والا اور خون بہانے والا بنانے جا رہے ہیں حالانکہ یہ محال ہے کہ جنت الخلد میں فساد وغیرہ ہو"۔

۴۔اللہ تعالیٰ نے ابلیس کے بارے میں بتایا کہ اس نے حضرت آدمؑ سے کہا" هَلْ أَدُلُّكَ عَلَىٰ شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَ مُلْكٍ لَّا يَبْلَىٰ "کیا میں تمہیں ہیشگی والے درخت اور ایسی بادشاہت نہ بتلا دوں جس میں کبھی ضعف نہ آوے، اگر اللہ تعالیٰ نے ان کو جنت الخلد میں ٹھہرایا ہوتا تو انہوں نے ابلیس کے جواب میں یہ کیوں نہیں کہا، کہ تم جس چیز کا پتہ بتانے کے لئے مجھ سے کہہ رہے ہو وہ مجھکو حاصل ہے۔اگر ان کو معلوم ہوتا کہ وہ جنت الخلد میں ہیں تو وہ ابلیس کے قول کی طرف ذرہ برابر مائل نہیں ہوتے۔اس سے ثابت ہوا کہ وہ دار الخلود میں نہیں تھے اس لئے شیطان نے ان کو خلود کا لالچ دیکر دھوکہ دیا۔

۵۔ پانچویں دلیل یہ ہے کہ جنت الخلد ایک مقدس اور پاکیزہ جگہ ہے، اس میں صرف پاک اور نیک لوگ ہی داخل ہو سکتے ہیں۔ایسی پاکیزہ اور مقدس جگہ شیطان جیسا ناپاک اور ملعون کیسے داخل ہو گیا؟ کس طرح اس کے لئے ممکن ہوا کہ اس میں داخل ہو کر حضرت آدمؑ کے دل میں وسوسہ پیدا کرے۔ دوسری

(۱) البقرۃ:۳۰۔ (۲) البقرۃ:۳۰۔

بات یہ ہے کہ جس وقت شیطان کو راندۂ درگاہ کیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس سے کہا تھا ''فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ أَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا'' تو اس سے نیچے اتر جا تیرے لئے روا نہیں کہ تو اس میں تکبر کرے۔ اتنی سخت وعید کے بعد اس کے لئے کہاں گنجائش باقی رہ گئی تھی کہ وہ جنت الخلد میں چلا جائے جبکہ وہ ساتویں آسمان کے اوپر ہے۔

اگر اس پر کوئی یہ اشکال کرے کہ ہوسکتا ہے اس نے زمین میں رہتے ہوئے حضرت آدمؑ وحواؑ کے دل میں وسوسہ پیدا کر دیا تھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات لغت، حس اور عرف ہر لحاظ سے غیر معقول ہے اور اگر کوئی یہ سمجھے کہ وہ سانپ کے پیٹ میں گھس کر جنت میں داخل ہوا تھا تو یہ بھی صحیح نہیں کیوں کہ ایک مرتبہ جنت سے اتارے جانے کے بعد دوبارہ اس میں جانا کسی طرح بھی ممکن نہیں۔

اور اگر کوئی یہ کہے کہ ابلیس ان کے دلوں میں داخل ہو گیا تھا اور اس نے ان کے دل میں وسوسہ ڈالا تو یہ بات بھی صحیح نہیں ہے اس لئے کہ قرآن کریم کی صراحت سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ابلیس باقاعدہ ان سے مخاطب ہوا تھا اور براہ راست ان سے گفتگو کی تھی اس نے کہا تھا: ''مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ إِلَّا أَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ أَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ''(۱) تمہارے رب نے تم دونوں کو اس درخت سے صرف اس لئے روکا ہے کہ کہیں تم فرشتے یا ہمیشہ رہنے والے نہ بن جاؤ دوسرے یہ کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے: ''إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ ''(۲) (اسی کی طرف اچھے کلمات چڑھتے ہیں) حالانکہ شیطان ملعون کا وسوسہ ڈالنا سب سے برا کلمہ ہے، تو بارگاہ قدسی میں کیسے چڑھ سکتا ہے۔

---

(۱) الاعراف:۲۰ (۲) الفاطر:۱۰

حضرت منذر فرماتے ہیں کہ "نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ آدم علیہ الصلاۃ والسلام کو اپنی جنت میں نیند آ گئی" حالانکہ نص اور اجماع امت سے ثابت ہے کہ جنت الخلد میں نیند نہیں ہوگی جیسا کہ اس روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ سے معلوم کیا گیا کیا اہل جنت کو نیند بھی آئے گی آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں۔ نیند موت کے مشابہ ہے اور نیند وفات ہے"۔(۱)

قرآن میں بھی اس کی دلیل موجود ہے وفات دراصل تبدیلی احوال کا نام ہے اور جنت الخلد تبدیلی احوال سے محفوظ ہے، دوسرے یہ کہ سونے والا مردہ یا مردہ کی طرح ہے۔

راقم سطور (علامہ ابن قیمؒ) کی رائے یہ ہے کہ جس حدیث کی طرف انہوں نے اشارہ کیا ہے معروف یہ ہے کہ وہ موقوف ہے، اس کو ابن ابی نجیح نے حضرت مجاہدؒ سے نقل کیا ہے اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت حوا کو آدمؑ کی پسلیوں سے پیدا کیا گیا اس وقت وہ سو رہے تھے۔

حضرت اسباط سُدِّی کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ "حضرت آدم علیہ السلام کو جنت میں ٹھہرایا گیا وہ اس میں تنہا رہتے تھے ان کی کوئی بیوی نہ تھی جس سے وہ سکون حاصل کرتے اچانک انہیں نیند آ گئی جب وہ بیدار ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ان کے سرہانے ایک عورت بیٹھی ہوئی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ان کی پسلی سے پیدا کیا تھا انہوں نے اس سے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا میں عورت ہوں، انہوں نے کہا تجھے کس لئے پیدا کیا گیا ہے؟ اس نے کہا تاکہ تم مجھ سے سکون حاصل کرو۔

ابن اسحاق نے ابن عباسؓ کے حوالہ سے کہا ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے حضرت

---

(۱) یہ روایت امام احمد بن حنبل نے "الزھد" میں اور ابونعیم نے "الحلیۃ" میں نقل کی ہے

آدمؑ پر اونگھ طاری کردی پھر بائیں کروٹ سے ان کی ایک پسلی لے لی اور اس کی جگہ گوشت بھر دیا، اس وقت تک حضرت آدمؑ اپنی نیند سے بیدار نہیں ہوئے تھے، اتنے میں اللہ تعالیٰ نے ان کی پسلی سے ان کی بیوی حضرت حوا کو پیدا کیا جب ان کی اونگھ ختم ہوگئی تو انہوں نے ان کو اپنے بغل میں دیکھا اور کہنے لگے یہ تو میرا گوشت، میرا خون میری بیوی ہے، پھر انہوں نے اس سے سکون حاصل کیا۔

٦۔ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو زمین میں پیدا کیا اور قرآن وحدیث میں کسی جگہ بھی یہ مذکور نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا کرنے کے بعد آسمان کی طرف منتقل کر دیا، اگر ایسا ہوا ہوتا تو ضرور اس کا ذکر ہوتا کیوں کہ یہ روح اور بدن کے ساتھ زمین سے آسمان پر معراج ہوتی جو ان کے حق میں ایک بڑا معجزہ اور بہت بڑی نعمت ثابت ہوتی۔

پھر بات بھی قابلِ غور ہے کہ ان کو آسمان پر کیسے لیجایا جاسکتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں کو یہ بتایا تھا کہ وہ زمین میں خلیفہ بنانے والا ہے اور کیسے ان کو دار الخلد میں داخل کیا جاسکتا ہے جس کی صفت یہ ہے کہ جو اس میں داخل ہوگیا وہ اس میں ہمیشہ رہے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''وَمَا هُمْ مِنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ'' (اور ان کو اس سے نکالا نہیں جائے گا)

٧۔ ساتویں دلیل یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جب حضرت آدمؑ کو پیدا کیا تو ان کو یہ بتلا دیا کہ ان کی عمر کی ایک مدت مقرر ہے اور ان کو بقاء وہمیشگی کے لئے نہیں پیدا کیا گیا ہے جیسا کہ امام ترمذیؒ نے جامع ترمذی میں حضرت ابو ھریرہؓ کی حدیث نقل کی ہے:

قال رسول الله ﷺ ، لما خلق الله آدم عليه السلام ،	رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور ان

و نفخ فيه الروح عطس فقال الحمد لله۔ فحمد الله بإذنه فقال ربه : يرحمك الله يا آدم إذهب إلى اولئك الملائكة إلى ملأ منهم جلوس۔ فقل السلام عليكم قالوا : و عليك السلام ثم رجع إلى ربه فقال إن هذه تحتيك و تحية بنيك بينهم فقال الله له و يداه مقبوضتان ۔ اخترأيهما شئت فقال : اخترت يمين ربى و كلتا يديه يمين مباركة، ثم بسطها فإذا فيها آدم و ذريته ،

میں روح پھونک دی تو ان کو چھینک آئی انہوں نے کہا "الحمد الله" (تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں)۔ اس طرح انہوں نے اللہ کے حکم سے اللہ کی تعریف و توصیف بیان کی۔ تو ان کے رب نے کہا "یرحمك الله" (اے آدم اللہ تم پر رحم فرمائے) تم ان فرشتوں کی بیٹھی ہوئی جماعت کے پاس جاؤ اور السلام علیکم کہو۔ (انہوں نے کہہ دیا) فرشتوں نے جواب دیا۔ وعلیک السلام پھر وہ اپنے رب کی طرف پلٹے اللہ تعالیٰ نے کہا: یہ تمہارا اور تمہاری اولادوں کا آپس میں (ملاقات کے وقت) سلام ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان سے اپنے دونوں ہاتھ کی طرف اشارہ کر کے کہا جبکہ (ان کی مٹھی بندھی ہوئی تھی) تم ان میں سے کسی ایک کا انتخاب کرو۔ انہوں نے کہا: میں نے اپنے رب کے داہنے ہاتھ کو چن لیا حالاں کہ اس کے دونوں ہاتھ ہی داہنے اور بابرکت ہیں پھر اس کو کھولا تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس میں آدمؑ اور ان کی ذریت ہے۔

فقال : يا رب ما هؤلاء ؟ قال هؤلاء ذريتك فإذا كل إنسان مكتوب عمره بين عينيه ، فإذا فيهم رجل أضوؤهم أومن أضوئهم قال يا رب من هذا ؟ قال هذا ابنك داود و قد كتبت له عمر أربعين سنة قال يا رب زد فى عمره قال ذلك الذى كتبت له قال أى رب فإنى قد جعلت له من عمرى ستين سنة قال أنت و ذاك قال ثم أسكن الجنة ما شاء الله ثم أهبط منها فكان آدم عليه السلام يعد لنفسه، فاتاه ملك الموت فقال له آدم قد عجلت قد كتبت لى الف سنة قال بلى و لكنك جعلت لابنك داود ستين سنة ،

انہوں نے کہا اے میرے رب! یہ کون ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے کہا یہ تمہاری ذریت ہے۔ پھر کیا دیکھتے ہیں کہ ہر انسان کی عمر اس کی آنکھوں کے درمیان لکھی ہوئی ہے۔ ان میں ایک شخص سب سے زیادہ روشن جبین یا روشن جبینوں میں سے ایک نظر آتا ہے۔ انہوں نے کہا: اے میرے رب یہ کون ہے؟ اللہ تعالیٰ نے کہا: یہ تمہارے بیٹے داود ہیں۔ میں نے ان کی چالیس سال کی عمر لکھی ہے۔ انہوں نے کہا۔ اے میرے رب! ان کی عمر میں اضافہ کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے کہا۔ ان کی عمر وہی ہے جو میں نے لکھ دی ہے۔ انہوں نے کہا۔ اے میرے رب! میں نے ان کے لئے اپنی عمر میں سے ساٹھ سال ہبہ کر دئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جیسی تمہاری مرضی فرمایا کہ پھر ان کو جنت میں رکھا گیا جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا اس کے بعد ان کو جنت سے اتارا گیا۔ پھر آدم علیہ السلام اپنے دن گننے لگے بالآخر ان کے پاس موت کا فرشتہ آ گیا اس سے آدم علیہ السلام نے کہا: تم نے جلد بازی کی، میرے لئے ایک ہزار سال کی مدت لکھی گئی تھی اس نے کہا بالکل لیکن آپ نے اپنے بیٹے داود کو ساٹھ سال دیدئے تھے۔

فجحد فجحدت ذریته ، و نسي فنسیت ذریته ۔ قال فمن یؤمئذ أمر بالکتاب و الشھود
(ترمذی کتاب التعبیر، مستدرك حاکم)

آدمؑ نے انکار کیا اس لئے ان کی ذریت کے اندر بھی انکار کی صفت آ گئی وہ بھول گئے تو ان کی ذریت کے اندر بھی بھولنے کی فطرت آ گئی فرمایا تو اسی دن سے لکھنے اور گواہ بنانے کا حکم دیا گیا۔

ان حضرات کا کہنا ہے کہ ان تمام دلائل سے یہ امر پایۂ ثبوت کو پہونچ جاتا ہے کہ آدم علیہ السلام کو دار البقاء میں نہیں پیدا کیا گیا بلکہ ان کو دار الفناء میں پیدا کیا گیا تھا جس کے رہنے والوں کے لئے ایک متعین مدت مقرر ہے۔

اگر اس پر یہ اشکال کیا جائے کہ جب آدم علیہ السلام کو یہ معلوم تھا کہ ان کی عمر مقرر ہے اور ہمیشہ نہیں رہیں گے تو انہوں نے ابلیس کے جھوٹ کو کیوں نہیں تاڑ لیا جب اس نے کہا تھا: ''هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ'' کیا میں تمہیں ہیشگی کے درخت کا پتہ بتلاؤں؟

تو اس کے دو جوابات دئے جا سکتے ہیں:

الف۔ ''خلد'' دوام اور بقاء کو مستلزم نہیں ہے بلکہ مکث طویل (لمبی مدت ٹھہر جانے) کو بھی خلد کہتے ہیں جیسا کہ عنقریب آنے والا ہے۔

ب۔ ابلیس نے جب ان کے سامنے قسم کھائی اور آدم علیہ السلام کو خلود کا لالچ دلایا تو وہ اپنی مقرر عمر کو بھول گئے۔

۸۔ آٹھویں دلیل یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو مادۂ زمین سے پیدا فرمایا: جیسا کہ متعدد آیات قرآنیہ میں اس کا ذکر آیا ہے۔ انسان کے مادۂ تخلیق کو کہیں ''حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ'' (سڑی بدبودار مٹی)، کہیں ''طِيْنٍ لَّازِبٍ'' (چپکنے والی مٹی)، کہیں ''صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ'' (ٹھیکرے کی طرح

کھنکھناتی مٹی) کہا گیا ہے جو دراصل ان مراحل کا بیان ہے جن سے وہ مٹی گذری تھی جس سے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کی گئی مگر تھی وہ مٹی ہی۔ وجہ استدلال یہ ہے کہ قرآن میں اس کی صراحت تو ہے کہ حضرت آدم کو مٹی سے پیدا کیا گیا مگر کہیں بھی یہ صراحت نہیں ہے کہ پھر اس مادۂ تخلیق (مٹی) کو آسمان کی بلندی پر لے جانے کا حکم دیا گیا، نہ تخلیق سے پہلے حکم دیئے جانے کا ذکر ہے نہ کہ تخلیق کے بعد۔

۹۔ نویں دلیل یہ ہے کہ یہ بات مسلم ہے کہ آسمان کے اوپر والی سطح ایسی ہے جہاں بدبودار مٹی نہیں پائی جاسکتی بلکہ اس طرح کی مٹی تو اس زمین میں ہی پائی جاسکتی ہے جو متغیر اور فاسد چیزوں کی جگہ ہے اور جہاں تک افلاک پر پائی جانے والی چیزوں کا تعلق ہے تو نہ ان میں کوئی تبدیلی آسکتی ہے، نہ بدبو، نہ فساد یہ ایسی حقیقت ہے جس میں کسی صاحب عقل و دانش کو ذرہ برابر شک وشبہ نہیں ہوسکتا۔

۱۰۔ دسویں دلیل مندرجہ ذیل آیت کریمہ ہے:

"وَ أَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِيْ الْجَنَّةِ خَالِدِيْنَ فِيْهَا مَادَامَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ إِلَّامَاشَاءَ رَبُّكَ عَطَاءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ" (هود:١٠٨)	اور جو لوگ سعید ہیں وہ جنت میں ہوں گے اس میں رہیں گے (ہمیشہ ہمیش) جب تک کہ آسمان و زمین قائم ہیں بجز اس کے کہ آپ کا پروردگار چاہے (یہ) عطیہ غیر منقطع ہے

اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا کہ جنت الخلد کا عطیہ ختم ہونے والا نہیں ہے، حالانکہ آدم علیہ السلام جس جنت میں تھے اس کا عطیہ ختم ہوگیا تھا۔

۱۱۔ اگر اس مسئلہ میں اس کے علاوہ کوئی بھی دلیل نہ ہوتی تو کافی تھا کہ جنت دار التکلیف نہیں ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آدم و حوا کو اس میں مکلّف بنایا

تھا کیوں کہ اس نے ان کو ایک مخصوص درخت سے کھانے سے منع فرمایا تھا۔

یہ تھے اسلاف سے منقول شدہ دونوں اقوال اور ہر قول کے دلائل۔ اس کے بعد دونوں اقوال میں جو جس کو اختیار کرنے والا ہے اس گروپ نے دوسرے قول کو ماننے والے گروپ کے پیش کردہ دلائل و مستدلات کے جوابات پیش کیے ہیں۔ بہر حال دلائل دونوں کی طرف تقریباً یکساں ہیں اور مسئلہ چونکہ غیر منصوص علیہ ہے اس لئے اس میں کسی ایک کی تضلیل یا تردید نہیں کی جا سکتی احتمال دونوں ہی کا ہے اور حقیقتِ حال سے اللہ تعالیٰ ہی واقف ہے۔

ان لوگوں کے شبہات جو اس بات کے قائل ہیں کہ جنت ابھی پیدا نہیں ہوئی

ا۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ جنت پیدا ہو چکی ہے تو اس سے یہ بات لازم آئے گی کہ قیامت کے دن وہ فنا بھی ہو جائے گی کیوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ'' (ا) ہر چیز فنا ہونے والی ہے سوائے اللہ کی ذات کے۔ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ'' (۲) (ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے) لہذا حور و غلمان سب مر جائیں گے، حالانکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا کہنا ہے کہ وہ گھر ہیشگی کا گھر ہے اور جو اس میں رہے گا وہ ہمیشہ رہے گا کبھی اس کو موت نہ آئے گی اور یہ سب کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جو کچھ کہتا ہے سچ کہتا ہے اس کے خلاف نہیں ہو سکتا۔

۲۔ امام ترمذیؒ نے اپنی کتاب ''جامع الترمذی'' میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لقيت ابراهيم ليلة أسرى	جس شب مجھے سیر کرائی گئی اس رات
بى فقال يا محمد أقرئ	میری ملاقات ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی
أمتك منى السلام ، و	، انہوں نے کہا: اے محمد ﷺ میری طرف
أخبرهم أن الجنة طيبة	سے تم اپنی امت کو سلام کہنا اور اس کو یہ
التربة عذبة الماء ، و أنها	بتانا کہ جنت کی مٹی بہت اچھی ہے اور اس

(ا) القصص: ۸۸ (۲) آل عمران: ۱۸۵

قیعان و أن غراسها سبحان الله و الحمد لله و لااله الا الله والله اکبر " قال هذا الحدیث حسن غریب۔

(ترمذی کتاب الدعوات)

کا پانی بہت شیریں ہے اور وہ چٹیل میدان ہے اس کے پودے سبحان الله۔ الحمد الله اور لا الٰه الا الله والله اکبر " (اللہ کی ذات بے عیب ہے، تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں، اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور اللہ سب سے بڑا ہے) ہیں امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: "یہ حدیث حسن غریب" ہے۔

ترمذی ہی میں ایک اور روایت حضرت جابرؓ سے ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من قال سبحان الله و بحمده غرست له نخلة فی الجنة قال هذا حدیث حسن صحیح

(ترمذی کتاب الدعوات)

جس نے "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ" (اللہ کی ذات بے عیب ہے اور قابل تعریف ہے) پڑھ لیا تو اس کے لئے جنت میں کھجور کا ایک درخت لگا دیا جاتا ہے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے

اگر وہ جنت پیدا ہو چکی ہوتی تو پھر اس کے چٹیل میدان ہونے کا کیا مطلب؟ اور اس میں درخت لگنے کا کیا مطلب؟

۳۔ اللہ تعالیٰ نے فرعون کی بیوی کے متعلق بتایا کہ اس نے یہ دعا کی "رَبِّ ابْنِ لِیْ عِنْدَكَ بَیْتاً فِی الْجَنَّةِ "(۱) (اے میرے رب! میرے واسطے اپنے یہاں جنت میں کوئی گھر بنا دے)

---

(۱)التحریم :۱۱

اگر کسی نے کسی کے لئے کوئی کپڑا بن دیا یا اس کے لئے کوئی گھر بنا دیا پھر اس سے یہ کہے کہ تم میرے لئے کوئی کپڑا بن دو یا مارے لئے کوئی گھر بنا دو تو اس کا یہ کہنا تحصیل حاصل (عبث اور بے فائدہ بات) ہے۔ اگر اللہ نے جنت بنا دی ہوتی تو اس کو بنانے کے لئے دعا کرنے کا کیا مطلب ہے؟ اس سے زیادہ صراحت اس حدیث میں ہے جس میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جو شخص اللہ کے لئے کوئی گھر (مسجد) بنائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنائے گا" (متفق علیہ)

یہ جملہ شرط اور جزاء پر مشتمل ہے، جس کا تقاضا یہ ہے کہ پہلے شرط پائی جائے پھر جزاء، نبی کریم ﷺ سے اس روایت کو نقل کرنے والے جلیل القدر صحابہ کرام عثمان بن عفانؓ، علی بن ابی طالبؓ، جابر بن عبداللہؓ، انس بن مالکؓ اور عمرو بن عنبسہؓ ہیں۔

۴۔ ابن حبانؒ نے اپنی صحیح میں اور امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی مسند میں حضرت ابوموسی اشعریؓ کی حدیث نقل کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے بچے کی روح قبض کرواتا ہے تو وہ موت کے فرشتے سے کہتا ہے: فرشتۂ موت! تو نے میرے بندے کے بچے کی روح قبض کی، تو نے اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کے سکون کی روح قبض کی، فرشتہ کہتا ہے جی ہاں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تو میرے بندے نے اس پر کیا کہا؟ فرشتہ کہتا ہے کہ اس نے تیری تعریف بیان کی اور "اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ" پڑھا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنا دو اور اس کا نام "بیت الحمد" (یعنی تعریف کا گھر) رکھ دو(۱)

---

(۱) مسند احمد ،کتاب الموارد لابن حبان

اور مسند احمد میں ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ کی ہی روایت ہے کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من صلی فی یوم و لیلة ثنتی عشرة رکعة سوی الفریضة بنی الله له بیتا فی الجنة۔	جو شخص دن اور رات میں فرض نماز کے علاوہ (۱۲) رکعات پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنائے گا۔

(مسند احمد)

ان کا دعوی یہ بھی ہے کہ ہمارا یہ قول کوئی نیا قول نہیں ہے اور نہ یہ اعتزالی فکر ہے بلکہ بعض علماء جنکو بالاتفاق اہل سنت والجماعۃ میں مانا جاتا ہے ان کا رجحان بھی اسی طرف تھا، چنانچہ ابن مزین نے اپنی تفسیر میں ابن نافع کے بارے میں بیان کیا ہے کہ ان سے جب پوچھا گیا کہ کیا جنت پیدا کر دی گئی ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: اس بارے میں خاموشی اختیار کرنا زیادہ بہتر ہے۔

مذکورہ شبہات کے جواب

پہلے باب میں بیشمار دلائل گذر چکے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ جنت پیدا ہو چکی ہے۔ اب ہم آپ سے یہ سوال کرتے ہیں کہ آپ کا یہ کہنا کہ جنت ابھی پیدا نہیں ہوئی ہے اس سے آپ کی کیا مراد ہے؟ اگر آپ یہ مراد لے رہے ہیں کہ جنت ابھی بالکل پیدا ہی نہیں ہوئی نہ جزوی طور پر نہ کلی طور پر، بلکہ اس کی حقیقت اسی طرح ہے جس طرح صور پھونکے جانے اور قبروں سے مردوں کے نکلنے کی ہے کہ ان کا وجود صرف قیامت کے موقع پر ہوگا تو یہ قول سراسر باطل اور صحیح و صریح احادیث کے خلاف ہے اور سلف صالحین میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں ہے۔

اور اگر آپ کی مراد یہ ہے کہ جنت پیدا تو ہوگئی ہے لیکن اس میں جو انعامات ہونگے وہ ابھی پیدا نہیں کیئے گئے ہیں بلکہ جو نعمتیں اللہ تعالیٰ اس کے اندر اپنے بندوں کو عطا کریگا وہ ان کے عمل کے مطابق اس میں پیدا کرتا رہتا ہے اور جب قیامت کے دن مومنین اس میں داخل ہوں گے تو وہ اور بھی بہت سی چیزیں پیدا کرے گا تو یہ بات بالکل حق ہے اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا،

آپ لوگوں نے شبہات میں جن احادیث کا ذکر کیا ہے ان سے صرف یہی حقیقت سامنے آتی ہے کہ جنت پیدا ہو چکی ہے مگر اللہ تعالیٰ اس میں عمل کے اعتبار سے نئی چیزیں پیدا کرتا رہتا ہے۔ عبد اللہ بن مسعودؓ اور حضرت جابرؓ کی روایات صراحت کے ساتھ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ جنت کی زمین پیدا

ہو چکی ہے اور ذکر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ذکر کرنے والے کے لئے اس میں پودے لگا دیتا ہے۔ اسی طرح بعض احادیث میں گھر کے تعمیر ہونے کا ذکر ہے۔ اس سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جنت ابھی بالکلیہ پیدا نہیں ہوئی ہے۔

اور اگر کوئی مبتدع اللہ تعالیٰ کے قول ''كُلُّ شَيْئٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ'' سے اس بات پر استدلال کرے کہ جنت ابھی پیدا نہیں ہوئی ہے کیوں کہ اگر یہ مان لیا جائے کہ جنت پیدا ہو چکی ہے تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ وہ بھی ہلاک و فنا ہو جائے گی تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہلاکت اور فنا ان ہی چیزوں پر طاری ہوگی جن کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک اور فنا ہونے کے لئے پیدا کیا ہے جہاں تک جنت کا تعلق ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کو ہلاک اور فنا ہونے کے لئے نہیں بلکہ ہمیشہ باقی رہنے کے لئے پیدا کیا ہے، اسی طرح حور عین ہیں کہ قیامت اور صور پھونکنے کے وقت ان کو موت نہیں آئے گی کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ہمیشہ باقی رہنے کے لئے پیدا کیا ہے نہ کہ فنا ہونے کے لئے۔ جو شخص اس کے خلاف عقیدہ رکھے گا وہ اپنی طرف سے دین میں نئی چیز ایجاد کرنے والا اور گمراہ سمجھا جائے گا۔

***

جنت کے دروازوں کی تعداد

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ سِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا حَتّٰٓى إِذَا جَاءُوْهَا وَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَ قَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ.

(الزمر:۷۳)

اور جو لوگ اہل تقویٰ ہیں وہ جنت کی طرف گروہ گروہ روانہ کئے جائیں گے یہاں تک کہ جب اس کے پاس جائیں گے تو اس حال میں جائیں گے کہ اس کے دروازے کھلے ہوں گے اور وہاں کے محافظ ان سے کہیں گے سلام علیکم، مزہ میں رہو، سو اس میں ہمیشہ کے لئے داخل ہو جاؤ.

اور دوزخ کے بارے میں فرمایا:

حَتّٰٓى إِذَا جَآءُوْهَا فُتِحَتْ أَبْوَابُهَا

(الزمر:۷۱)

یہاں تک کہ جب (دوزخی) اس (دوزخ) کے پاس پہونچ جائیں گے تو اس کے دروازے کھولے جائیں گے۔

جس آیت میں دوزخ کا ذکر ہے اس کے اندر ''فتحت'' سے پہلے واو نہیں ہے جبکہ جنت کے ذکر والی آیت میں ہے۔ بعض حضرات اس کی توجیہ یہ کرتے ہیں کہ یہ واو آٹھ کے عدد کی طرف اشارہ کرنے کے لئے لایا گیا ہے، اس لئے جنت کے دروازوں کا جہاں ذکر ہے وہاں یہ داخل ہو گیا کیوں کہ جنت کے دروازوں کی تعداد آٹھ ہے اور جہاں دوزخ کے دروازوں کا ذکر ہے وہاں نہیں

داخل ہوا کیوں کہ دوزخ کے دروازوں کی تعداد سات ہے۔

مگر یہ قول نہایت ضعیف ہے، کیوں کہ اس پر نہ کوئی شرعی دلیل ہے نہ ائمہ لغت نے یہ بات کہی ہے بلکہ یہ صرف بعض متاخرین کی ذہنی پیداوار ہے۔

کچھ لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ پہلی آیت میں واو زائد ہے اور ''حَتَّىٰٓ إِذَا جَآءُوهَا'' کا جواب وہ فعل ہے جو واو کے بعد ہے یعنی ''فُتِحَتْ أَبْوَابُهَا'' جس طرح سے کہ دوسری آیت میں ہے مگر یہ قول بھی ضعیف ہے کیوں کہ عربی زبان میں واو کا زائد ہونا معروف نہیں ہے اور قرآن جیسے فصیح کلام میں ایسا ہو ہی نہیں سکتا کہ اس میں کوئی حرف زائد ہو جس کا نہ کوئی معنی ہو اور نہ فائدہ۔

تیسرا قول یہ ہے کہ اس کا جواب محذوف ہے۔ اور ''فُتِحَتْ أَبْوَابُهَا'' ''جَآءُوهَا'' پر معطوف ہے یہ قول ابوعبیدة، مبرد، اور زجاج وغیرہ نے اختیار کیا ہے۔

ابوالفتح بن جنی نے فرمایا ''ہمارے اصحاب واو زائد ہونے کو صحیح نہیں سمجھتے بلکہ ان کا کہنا یہ ہے کہ اس کا جواب محذوف ہے جو قرینہ کی وجہ سے معلوم ہے''۔

اب یہ سوال باقی رہ جاتا ہے کہ آخر جنت والی آیت میں جواب حذف کرنے اور دوزخ والی آیت میں اس کو ذکر کرنے میں کیا راز اور حکمت ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں بڑی بلاغت اور لطیف نکتہ پوشیدہ ہے۔ وہ یہ ہے کہ فرشتے جب دوزخیوں کو دوزخ کی طرف اس حال میں ہنکا کر لے جائیں گے کہ دوزخ کے دروازے بند ہونگے اور ان کے آتے ہی فوراً بغیر کسی مہلت کے دروازے کھول دئے جائیں گے تاکہ اچانک وہ عذاب کا منظر دیکھیں۔ اس طرح ان کو نہایت ذلت ورسوائی کا سامنا کرنا ہوگا کیوں کہ دوزخ اہانت ورسوائی کا گھر ہے لہٰذا اس میں داخل ہونے کے لئے دوزخ کے ذمہ داروں سے اجازت لینے کا

کوئی سوال نہیں ہے۔اس کے برخلاف جنت کا معاملہ ہے کہ وہ عزت وکرامت اور شرف وعظمت کی جگہ ہے لہٰذا جب اہل جنت وہاں پہونچیں گے تو جنت کے دروازوں کو بند پائیں گے پھر وہ اس کے مالک اور خزانچی سے دروازہ کھولنے کی درخواست کریں گے اور اولوالعزم رسولوں سے سفارش کروائیں گے مگر ہر ایک پیچھے ہٹے گا، یہاں تک کہ وہ خاتم المرسلین محمد ﷺ کے پاس جائیں گے آپ ﷺ فرمائیں گے کہ ہاں میں اس کی سفارش کرنے کے لائق ہوں، آپؐ عرش کے پاس تشریف لے جائیں گے اور اپنے رب کے سامنے سجدہ ریز ہوجائیں گے اور خوب دیر تک دعائیں کریں گے پھر اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو سر اٹھانے کی اجازت دے گا اور آپ ﷺ سے پوچھے گا کہ آپ کیا چاہتے ہیں؟

آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے جنت کھولے جانے کی سفارش کریں گے، اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی سفارش قبول کرے گا پھر جنت کو کھولنے کا حکم دے گا۔تب جنت کھلے گی اور جنتی جنت میں داخل ہوں گے، یہ اس لئے ہوگا تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ جنت کتنی عظیم القدر چیز ہے اور یہ بھی معلوم ہوجائے کہ آپ ﷺ کا اللہ تعالیٰ کے نزدیک کتنا بلند مرتبہ ومقام ہے۔

ظاہر ہے اتنے زیادہ مراحل کے بعد جب جنتیوں کو جنت حاصل ہوگی تو ان کی خوشی کا ٹھکانہ نہ رہے گا۔ اس کے برخلاف اگر اول وہلہ میں ان کو داخل ہونے کی اجازت دیدی جائے تو اس کی اتنی زیادہ اہمیت وعظمت نہ ہوگی واللہ اعلم۔

جنت کے دروازوں کی تعداد کے سلسلہ میں متعدد صحیح وصریح روایات و احادیث بھی آئی ہیں، چنانچہ صحیحین میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

فی الجنة ثمانية ابواب باب　　جنت میں آٹھ دروازے ہیں جن میں

منها يسمى الريان لا يدخله الاالصائمون	ایک دروازے کا نام ''ریّان'' (خوب سیرابی) ہے۔اس سے صرف روزہ دار
(بخاری و مسلم)	داخل ہوں گے۔

ایک اور روایت صحیحین ہی میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من أنفق زوجين من شئی من الاشياء فی سبيل الله دعی من ابواب الجنة يا عبد الله هذا خير، فمن كان من اهل الصلاة دعی من باب الصلاة و من كان من أهل الجهاد دعی من باب الجهاد ، و من كان من أهل الصدقة دعی من باب الصدقة و من كان من أهل الصيام دعی من باب الريان فقال أبوبكر بأبی أنت و أمی يا رسول الله ما علی من دعی من تلك الأبواب من ضرورة فهل يدعی أحد من تلك الأبواب كلها	جو شخص کسی بھی چیز کا جوڑا اللہ کی راہ میں خرچ کرے گا اس کو جنت کے دروازوں سے یہ کہہ کر پکارا جائے گا اے اللہ کے بندے! یہ تونے بہت اچھا کیا اور جو شخص نمازی ہوگا اس کو نماز کے دروازے سے بلایا جائے گا، جو صدقہ کرنے والا ہوگا اس کو صدقہ والے دروازے سے بلایا جائے گا اور جو روزہ رکھنے والا ہوگا اس کو ''باب الریان'' (سیرابی کا دروازہ) سے بلایا جائے گا۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے ماں باپ آپ پر قربان اگر کسی کو ان دروازوں سے بلایا جائے تو اس کو اس کی ضرورت نہیں۔کیا کوئی ایسا بھی ہے جس کو ان تمام دروازوں سے بلایا جائے گا؟

فقال نعم ۔ وأرجو أن تكون منهم ۔ (بخاری و مسلم)	آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں ۔ اور میں اُمید کرتا ہوں کہ تم بھی ان میں سے ایک ہو۔

صحیح مسلم میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ما منكم من أحد يتوضأ فيبلغ أو فيسبغ الوضوء ثم يقول : " اشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له و اشهد أن محمداً عبده و رسوله إلا فتحت له ابواب الجنة الثمانية يدخل من أيها شاء" زاد الترمذی بعد التشهد "اللهم اجعلنی من التوابين و اجعلنی من المتطهرين " (مسلم کتاب الطهارة)	تم میں جو شخص وضو کرے اور خوب اچھی طرح وضو کرے پھر یہ دعا پڑھے" اشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له و اشهد أن محمداً عبده و رسوله " (۱) تو اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جائیں گے جہاں سے چاہے داخل ہو ۔ امام ترمذی نے تشہد کے بعد اس دعا کا بھی اضافہ کیا ہے" اللهم اجعلنی من التوابين واجعلنی من المتطهرين" (اے اللہ مجھے توبہ کرنے والوں اور پاکی حاصل کرنے والوں میں بنا)

امام ابو داودؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کی روایت میں یہ بھی ہے کہ اپنی نگاہ آسمان کی طرف اٹھا کر مذکورہ دعا پڑھے ۔ اور عتبہ بن عبد السلمی سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

---

(۱) میں گواہی دیتا ہوں اس بات کی کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ۔ وہ اکیلا ہے کوئی اس کا شریک نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔

ما من مسلم يتوفى له ثلاثة من الولد لم يبلغوا الحنث الاتلقوه من أبواب الجنة الثمانية من أيها شاء دخل"	جس مسلمان کے تین نابالغ بچے فوت ہو جاتے ہیں تو وہ (فرشتے) اس سے جنت کے آٹھوں دروازوں سے ملیں گے اور اس کو اختیار ہوگا کہ جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے۔
(ابن ماجه كتاب الجنائز)	

***

جنت کے دروازوں کی وسعت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے ایک پیالہ رکھا گیا جس میں ثرید اور گوشت تھا آپ ﷺ نے دست کا گوشت منتخب کیا (کیوں کہ وہ آپ کو بکری کے گوشت میں سب سے زیادہ پسند تھا)، آپ ﷺ نے اس کو نوچا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں قیامت کے دن لوگوں کا سردار رہوں گا'' پھر دوبارہ گوشت کو نوچا اور فرمایا: ''میں قیامت کے دن لوگوں کا سردار رہوں گا''۔ جب آپ ﷺ نے صحابہؓ کو دیکھا کہ وہ آپ سے کچھ نہیں پوچھ رہے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا، کیا تم یہ نہیں پوچھو گے کہ وہ کیسے؟ صحابہؓ نے عرض کیا وہ کیسے اے اللہ کے رسولؐ؟ آپ نے فرمایا: (قیامت کے دن) تمام لوگ رب العالمین کے سامنے اس طرح کھڑے ہوں گے کہ پکارنے والی کی آواز سب کو پہونچے گی اور نگاہ ان کا احاطہ کرے گی، پھر انہوں نے شفاعت والی پوری حدیث بیان کی اس کے آخر میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر میں جاؤں گا اور عرش کے نیچے اپنے رب کے سامنے سجدہ میں گر پڑوں گا پھر رب العالمین مجھ کو ایسے مقام پر بٹھائے گا جس پر نہ اس سے پہلے کسی کو بٹھایا ہوگا نہ اس کے بعد کسی کو بٹھائے گا میں کہوں گا اے میرے رب! ہائے میری امت! ہائے میری امت اللہ تعالیٰ کہے گا اے محمدؐ! اپنی امت میں سے ان لوگوں کو جن پر کوئی حساب کتاب نہیں ہے داہنے دروازے سے داخل کرو اس کے علاوہ جو دروازے ہیں وہ ان میں اور لوگوں کے ساتھ شریک ہوں گے، اس ذات کی قسم

جس کے قبضۂ قدرت میں محمدؐ کی جان ہے جنت کے دروازوں کے دو پٹوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہوگا جتنا ''مکہ'' اور ''ھجر'' (۱) کے درمیان ہے۔ یا آپ ﷺ نے فرمایا جتنا ہجر اور مکہ کے درمیان ہے، بعض روایت میں ہے ''جتنا مکہ اور بصریٰ (۲) کے درمیان ہے'' (۳)

حضرت خالد بن عمیر العدوی فرماتے ہیں کہ عتبہ بن غزوان نے ہمارے سامنے ایک تقریر کی جس میں اللہ کی حمد وثنا کے بعد انہوں نے کہا:

''بے شک دنیا اپنے اختتام کا اعلان کر چکی ہے اور پیٹھ پھیر چکی ہے اور اس میں صرف اتنی مدت باقی رہ گئی ہے جتنی برتن سے پانی گرانے میں لگتی ہے۔ اس کے بعد تم ایسی جگہ جاؤ گے جس کو کبھی زوال نہیں ہے۔ لہٰذا بہتر سے بہتر تیاری کے ساتھ جاؤ، اور ہم سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ جنت کے دروازوں کے دو پٹوں کے درمیان چالیس سال کی مسافت ہے اور ان پر ایک دن ایسا آئے گا کہ بھیڑ کی وجہ سے وہ کھچا کھچ بھر جائے گا (۴)

یہ روایت موقوف ہے، اور اس سے پہلے والی روایت مرفوع ہے، اگر اس روایت میں بیان کرنے والے سے مراد رسول ﷺ ہیں تو دونوں کے درمیان تطبیق کی یہ شکل ہوگی کہ اس سے جنت کے سب سے بڑے دروازے کی مسافت مراد ہے، اور اگر بیان کرنے والا نبی ﷺ کے علاوہ کوئی اور ہے تو ابوھریرہؓ کی مرفوع روایت کو اس پر ترجیح دی جائے گی۔

---

(۱) بحرین میں ایک جگہ کا نام جس کو ایک قول کے مطابق ۸ھ اور دوسرے کے مطابق ۱۰ھ میں حضرت علاء بن الحضرمی کے ہاتھوں فتح کیا گیا تھا'' (معجم البلدان، ۵/۳۹۳)

(۲) ملک شام میں ایک جگہ کا نام (معجم البلدان، ۱/۴۴۱)

(۳) بخاری کتاب الأنبیاء (۴) مسلم کتاب الزھد و الرقاق

لیکن امام احمدؒ نے اپنی مسند میں حکیم بن معاویہ کی روایت ان کے والد کے حوالہ سے نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

توفون سبعين امة انتم آخرها و أكرمها على الله و ما بين مصراعين من مصاريع الجنة مسيرة أربعين عاماً ، و ليأ تين عليه يوم وإنه لكظيظ، (مسند احمد)	تم ستر امتوں کو پاؤ گے اور تم سب سے آخر میں ہوگے (مگر) اللہ کے نزدیک سب سے با عزت ہوگے۔ اور جنت کے دو پٹوں کے درمیان چالیس سال کی مسافت ہے تاہم ایک دن ایسا آئے گا جس میں وہ کھچا کھچ بھر جائیں گے۔

ابن ابی داوؤ نے ایک روایت مرفوعاً نقل کی ہے، اس میں جنت کے دروازوں کی وسعت سات سال کی مسافت بتائی گئی ہے (۱)

اور عبداللہ بن حمید نے اپنی مسند میں حضرت ابوسعید الخدریؓ سے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جنت کے دو پٹوں کے درمیان کی مسافت چالیس سال ہے'' (۲)

لیکن ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ والی حدیث ہی سند کے اعتبار سے سب زیادہ صحیح ہے واللہ اعلم۔

اور ابوالشیخ نے اپنی سند سے عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

الباب الذى يدخل منه أهل الجنة مسيرة الراكب المجود	جس دروازے سے اہل جنت داخل ہوں گے اس کی مسافت اتنی ہوگی کہ

(۱) ابن ابی داو د، کتاب البعث والنشور (۲) عبد بن حمید ، کتاب المنتخب

ثلاثا ثم انهم ليضطغطون علیه، حتی تکاد مناکبهم تزول

ایک ماہر سوار تین دن سفر کرے پھر وہ اس پر اس طرح اکھٹے ہوں گے کہ ان کے شانے اپنی جگہ سے ہٹ جائیں گے۔

اس حدیث کو ابو نعیم نے ابو الشیخ سے نقل کیا ہے یہ حدیث ابو ہریرہ والی مرفوع متفق علیہ حدیث کے مطابق ہے، کیوں کہ مکہ اور بصری کے درمیان کی مسافت اگر ماہر سوار تیز ترین سواری پر رات دن سفر کرے تو وہ اتنی ہی مدت میں یا اس کے قریب اس مسافت کو طے کرے گا۔

***

جنت کے دروازے کیسے ہوں گے؟

ولید بن مسلم نے خلید سے اور انہوں نے حسن بصری سے ''مُفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ ''(۱) کی تفسیر میں یہ قول نقل کیا ہے کہ جنت کے ایسے دروازے ہوں گے جو نظر آئیں گے، اور قتادہ سے نقل کیا ہے کہ وہ دروازے ایسے ہوں گے کہ اندر سے باہر کا اور باہر سے اندر کا نظر آئے گا۔ اور وہ خوب بولتے اور سمجھتے ہوں گے، ان سے کہا جائے گا کھل جا تو وہ کھل جائیں گے اور اگر کہا جائے گا بند ہو جا تو بند ہو جائیں گے۔

ابوالشیخؒ نے بالسند حضرت فزاری سے نقل کیا ہے، فرماتے ہیں کہ: جنت میں ہر مومن کو چار دروازے ملیں گے، ایک دروازے سے فرشتے اس کی زیارت کو آئیں گے، دوسرے دروازے سے حورعین اس کے پاس داخل ہوں گی، تیسرا دروازہ اس کے اور جہنم کے درمیان ہوگا جو بند رہے گا وہ جب چاہے گا اس کو کھول کر اہل جہنم کو دیکھے گا تا کہ نعمت الٰہی کی قدر زیادہ سے زیادہ ہو، چوتھا دروازہ اس کے اور دارالسلام کے درمیان ہوگا اس سے وہ اپنے رب کے پاس جب چاہے گا داخل ہوگا۔

ترمذی شریف میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

أنا اوّل من يأخذ بحلقة باب — میں سب سے پہلے جنت کے دروازے

---

(۱) صٓ: ۵۰

الجنة ولا فخر	کی کنڈی پکڑوں گا ، اور میں فخریہ نہیں کہہ رہا ہوں۔
(ترمذی کتاب المناقب)	

ترمذی ہی میں شفاعت کرنے کے سلسلے میں لمبی حدیث آئی ہے اس میں یہ بھی ہے:

فآخذ بحلقة باب الجنة فاقعقعها	میں جنت کے دروازے کی کنڈی پکڑوں گا اور اس کو کھٹکھٹاؤں گا۔

(ترمذی کتاب التفسیر سورۂ بنی اسرائیل)

اس سے معلوم ہوا کہ وہ حسّی (دکھائی دینے والی) کنڈی ہوگی جو حرکت بھی کرتی ہوگی۔

خطیب بغدادیؒ نے اپنی کتاب ''تاریخ بغداد'' میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے:

من قال لا إله الا الله الملك الحق المبين فى كل يوم مأة مرة كان له أمان من الفقر، و أمان من وحشة القبر ، و استجلب به الغنى ، و استقرع به باب الجنة	جوشخص روزانہ سو مرتبہ ''لا اله الا الله الملك الحق المبين '' پڑھے گا اس کو فقر اور عذاب قبر کی وحشت سے امان مل جائے گا۔ اور اس کی وجہ سے اس کو مالداری نصیب ہوگی، اور وہ اس کے ذریعہ جنت کا دروازہ کھٹکھٹائے گا۔
(تاريخ بغداد)	

اور چونکہ جنت میں کئی درجات ہوں گے بعض جنتیں سب سے اعلیٰ ہوں گی بعض اس سے کم، اور بعض اس سے بھی کم اس لئے دروازوں کا سائز بھی جنتوں کے اعتبار سے مختلف ہوگا اس طرح ان مختلف روایتوں کی توجیہ بھی سمجھ میں

آجاتی ہے جن میں دروازوں کی مسافت ایک دوسرے سے مختلف بتائی گئی ہے۔

امت محمدیہ علی صاحبہا الصلاۃ والسلام کے لئے جنت میں داخلہ کا ایک مخصوص دروازہ ہوگا جن سے صرف وہی داخل ہوں گے، جیسا کہ مسند احمد میں عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

باب أمتي الذي يدخلون منه الجنة عرضه مسيرة الراكب ثلاثاً، ثم إنهم ليتضغطون عليه حتى تكاد مناكبهم تزول

(ترمذی کتاب صفة الجنة)

جس دروازے سے میری امت جنت میں داخل ہوگی اس کی چوڑائی ایک مسافر کے تین دن سفر کرنے کے برابر ہوگی پھر وہ اس پر جمع ہوں گے (اور اتنی زیادہ بھیڑ ہوگی کہ) ایسا معلوم ہوگا کہ ان کے شانے اتر جائیں گے۔

خلف بن ہشام البزار نے بالسند حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں:

"جنت کے دروازے ایک دوسرے سے بڑھ کر ہوں گے پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی: "حَتّٰى إِذَا جَاءُوْ هَا وَ فُتِحَتْ أَبْوَابُهَا "(۱) (یہاں تک کہ جب وہ جنت کے پاس آئیں گے اور اس کے دروازے کھولے جائیں گے)۔ پھر فرمایا: ان کو جنت کے پاس ایک درخت ملے گا جس کی جڑ میں دو چشمے بہہ رہے ہوں گے، وہ ایک چشمے سے پئیں گے تو ان کے اندر کی ساری گندگیاں دور ہو جائیں گی اور دوسرے چشمے سے غسل کریں گے تو ان کے چہروں پر رونق آجائے گی اور ان کے جسم پر خوش عیشی کی علامتیں ظاہر ہو جائیں گی پھر کبھی ان کے سر پراگندہ نہیں ہوں گے، اور ان کی جلد کبھی متغیر نہیں ہوگی اس کے بعد

(۱) الزمر: ۷۳

انہوں نے یہ آیت پڑھی ''طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خَالِدِيْنَ ''(۱)(تم پاکیزہ ہوتو تم اس میں (جنت میں) ہمیشہ ہمیش کے لئے داخل ہو جاؤ) جنتی اپنے گھر میں داخل ہوگا اور وہ اپنے گھر کو پہچانتا ہوگا، حور و غلمان اس سے ملاقات کر کے ایسے خوش ہوں گے جیسے گھر والے اپنے کسی عزیز سے مل کر خوش ہوتے ہیں جب وہ پردیس سے واپس آتا ہے۔ پھر وہ اس کی بیویوں کے پاس جائیں گے اور ان کو اس کے آنے کی اطلاع دیں گے، وہ کہیں گی کیا واقعی تم نے اس کو دیکھا ہے؟ پھر وہ دروازہ پر آ کر کھڑی ہو جائیں گی، وہ اپنے گھر میں داخل ہو کر تخت پر ٹیک لگا کے بیٹھ جائے گا جب وہ اپنے گھر کی بنیاد دیکھے گا تو معلوم ہوگا کہ اس کی بنیاد موتیوں سے بنائی گئی ہے اس کو وہاں ہرے لال پیلے اور مختلف رنگ کے موتی نظر آئیں گے، پھر وہ اپنی نگاہ جنت کی چھت کی طرف اٹھائے گا، اس کی چمک اتنی زیادہ ہوگی کہ اگر وہ جنت اس کے لئے پیدا نہ کی گئی ہوتی تو اس کی نگاہ چکا چوند ہو جاتی، پھر وہ کہے گا: ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدَانَا لِهٰذَا وَ مَاكُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا اللّٰهُ (۲)(تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں اس (دین اسلام) کی ہدایت دی، اگر وہ ہمیں اس کی ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی ہدایت نہ پا سکتے)

(۱) الزمر آیت:۷۳ (۲) الاعراف آیت:۴۳

جنت کہاں ہے؟

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرٰى ، عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى عِنْدَهَاجَنَّةُ الْمَأْوٰى (النجم:۱۳۔۱۵)	اورانہوں نے اس (فرشتہ) کوایک بار اور بھی دیکھا ہے سدرۃ المنتہیٰ کے قریب کہ اس کے قریب جنت الماویٰ ہے۔

یہ بات ثابت شدہ ہے کہ ''سدرۃ المنتہیٰ'' آسمان کے اوپر ہے، اور اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو چیز بھی نازل ہوتی ہے وہ اس تک پہونچتی ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ربانی ہے

وَ فِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَ مَاتُوْعَدُوْنَ (الذاریات:۲۲)	آسمان میں تمہارا رزق ہے اور وہ بھی جس کا تم سے وعدہ کیا جارہا ہے۔

ابن ابی نجیح نے حضرت مجاہد کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ'' وَمَا تُوْعَدُوْنَ '' سے مراد جنت ہے، اور ابن المنذر نے اپنی تفسیر میں مجاھد کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ اس سے مراد جنت اور دوزخ دونوں ہے، لیکن اس پر اشکال یہ ہوتا ہے کہ دوزخ تو اسفل السافلین میں ہے نہ کہ آسمان میں، اس کا جواب اس روایت سے دیا جاسکتا ہے جو ابوصالح نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے بیان کی ہے کہ خیر اور شر دونوں آسمان سے اترتے ہیں، اس طرح اس کا مطلب ہوا کہ جنت اور دوزخ کے اسباب اس تقدیر کے مطابق وجود میں آتے

ہیں جو آسمان میں اللہ تعالیٰ کے یہاں ثابت ہے۔

ابو نعیمؒ نے اپنی کتاب ''صفة الجنة'' میں بالسند عبداللہ بن سلامؓ سے نقل کیا ہے وہ فرماتے تھے: ''اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے زیادہ معزز و مکرم ابو القاسم ﷺ ہیں، اور جنت آسمان میں ہے'' ایک اور روایت انہوں نے عطیة عن ابن عباسؓ کی سند سے بیان کی ہے کہ جنت ساتویں آسمان پر ہے اور اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جہاں چاہے گا اس کو منتقل کر دیگا۔ اور جہنم بھی ساتویں آسمان پر ہے۔ (۱)

ابو بکر بن ابی شیبہؒ نے اپنی سند سے عبداللہ بن عمرو کا اثر نقل کیا ہے فرماتے ہیں کہ: ''جنت سورج کی شعاعوں سے معلق ہے، وہ سال میں ایک مرتبہ منتشر ہوتی ہے اور مومنین کی روحیں زُرزُور (۲) کی طرح کے پرندوں میں ہوتی ہیں وہ آپس میں ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں اور ان کو جنت کے پھل کا رزق دیا جاتا ہے''

اس اثر میں اور ماقبل کی روایات میں بظاہر تضاد معلوم ہوتا ہے حالانکہ اس میں کوئی تضاد نہیں ہے، کیوں کہ ''جنت سورج کی شعاعوں سے معلق ہے'' اس سے مراد وہ انواع واقسام کے پھل فروٹ ہیں جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہر سال ایک مرتبہ سورج کے ذریعہ پیدا کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے دنیا کے نباتات کو اس لئے پیدا کیا تاکہ حقیقی جنت کی یاد تازہ ہوتی رہے، جیسا کہ دنیا کی آگ کو اس لئے بنایا تاکہ دوزخ کی آگ یاد آئے، ورنہ جو حقیقی جنت ہے اور جس کا عرض زمین و آسمان کے برابر ہے وہ سورج کی شعاعوں سے معلق نہیں ہے، بلکہ وہ سورج سے اوپر ہے اور اس سے کئی گنا بڑی ہے۔

صحیحین میں آپ ﷺ سے منقول ہے کہ ''الجنة مئة درجة ما بین

---

(۱) صفة الجنة،

(۲) ایک قسم کا پرندہ جو چڑیا سے بڑا ہوتا ہے بعض ان میں بالکل کالے ہوتے ہیں اور بعض ان میں سفید چتے ہوتے ہیں (از مترجم بحوالہ ''مصباح اللغات'')

كل درجتين كما بين السماء والأرض "(جنت میں سو درجے ہیں اور ہر دو درجے کے درمیان زمین وآسمان کی مسافت ہے) اس سے معلوم ہوا کہ جنت نہایت اونچی اور بلند ہے، واللہ اعلم۔

اس حدیث کے الفاظ دو طرح سے آئے ہیں ایک تو اسی طرح جو ابھی مذکور ہوئے، دوسری روایت اس طرح ہے:

إن فى الجنة مأة درجة ما بين كل درجتين كما بين السماء والأرض أعدها الله للمجاهدين فى سبيله۔	جنت میں سو درجے ہیں۔ ہر دو درجے کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین وآسمان کے درمیان۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو اس کی راہ میں جہاد کرنے والوں کے لئے تیار کیا ہے۔
(بخاری کتاب الجهاد، مسلم کتاب الامارة)	

ہمارے شیخ (علامہ ابن تیمیہؒ) کے نزدیک یہی الفاظ راجح ہیں۔

مگر اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جنت کے صرف اتنے ہی درجے ہیں بلکہ اس سے زیادہ بھی ہو سکتے ہیں، اس حدیث میں بیان کردہ عدد اس سے زیادہ کے منافی نہیں ہے، اس کی نظیر اس حدیث میں بھی ہے جس میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ان لله تسعاً و تسعين اسماً من أحصاها دخل الجنة	اللہ تعالیٰ کے ننیانوے نام ہیں جو اچھی طرح ان کا احاطہ کر لیگا (ان کو یاد کر کے ان کے مطابق عمل کرے گا) جنت میں داخل ہوگا۔
(بخاری کتاب الدعوات)	

اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ اللہ کے بہت سے ناموں میں سے ننیانوے نام ہیں، یہ مطلب نہیں کہ اس کے صرف ننیانوے ہی نام ہیں۔

ہم نے جو بات کہی کہ جنت میں سو درجے سے زیادہ بھی درجے

ہوں گے اس کے صحیح ہونے کی قوی دلیل علماء کا اس بات پر اتفاق بھی ہے کہ آپ ﷺ کا مقام جنت میں ایسی جگہ ہوگا جس سے اوپر کوئی درجہ نہیں ہوگا جہاں تک ان سو درجوں کا تعلق ہے تو ان کو تو آپ کی امت کے افراد بھی اپنے جہاد کرنے کی وجہ سے حاصل کرلیں گے۔

جنت گنبد نما ہوگی اس کا سب سے اوپر کا حصہ سب سے زیادہ چوڑا ہوگا اور اس کے بیچ میں جنت الفردوس ہوگی، اس کی چھت رحمٰن کا عرش ہوگی، جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إذا سألتم الله فاسلوه الفردوس فإنه وسط الجنة و أعلى الجنة ، و فوقه عرش الرحمن و منه تفجر أنهار الجنة	جب تم اللہ سے مانگو تو جنت الفردوس مانگو کیوں کہ وہ جنت کے بیچ کا اور اس کا سب سے اونچا حصہ ہے اور اس کے اوپر رحمٰن کا عرش ہے اور اسی سے جنت کی نہریں پھوٹتی ہیں۔
(بخاری کتاب الجهاد)	

جنت چونکہ بہت وسیع اور بلند ہوگی اس لئے اس پر درجہ بدرجہ چڑھا جائے گا جیسا کہ ابو داود اور ابن ماجہ کی روایت میں آیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ قرآن پڑھنے والے سے کہا جائے گا:

إقرأ و ارق فإن منزلتك عند آخر آية تقرأها	پڑھتا جا اور چڑھتا جا تیری منزل اس آخری آیت پر ہوگی جس کو تو پڑھے گا۔
(ابو داود کتاب الصلاة)	

اس حدیث کے دو مطلب ہو سکتے ہیں، ایک تو یہ کہ اس کی منزل وہاں ہوگی جہاں تک اس کو یاد ہے، دوسرا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ اس کی منزل وہاں ہوگی جہاں تک وہ اپنے یاد کئے ہوئے کی تلاوت کرے۔ واللہ اعلم

جنت کی کنجی

مفتاح الجنة شهادة أن لا إله الا الله — جنت کی کنجی ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' کی شہادت ہے (مسند احمد)

امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں وہب بن منبہؒ کی روایت نقل کی ہے کہ ان سے پوچھا گیا کیا جنت کی کنجی ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' نہیں ہے؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں؟ لیکن ہر کنجی کے دانت ہوتے ہیں، لہٰذا اگر تم دانت والی کنجی لاؤ گے تو تالا کھلے گا ورنہ نہیں (۱)

اور ابوالشیخ نے بالسند یزید بن سخبرہ کا قول نقل کیا ہے کہ ''تلواریں جنت کی کنجیاں ہیں (۲)

مسند احمد میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی حدیث روایت کی گئی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: کیا میں تمہیں جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کا پتہ نہ بتاؤں؟ میں نے کہا کیوں نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: وہ ''لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ'' ہے

حقیقت یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہر مطلوبہ چیز کی ایک کنجی بنائی ہے جس سے اس کو کھولا جاتا ہے، چنانچہ نماز کی کنجی طہارت ہے، جیسا کہ آپ ﷺ

---

(۱)بخاری کتاب الجنائز باب من کان آخر کلامه لا اله الا الله

(۲)کنز العمال حدیث:۱۰۵۸۰

نے فرمایا:

مفتاح الصلاۃ الطھور　　　　　نماز کی کنجی طہارت و پاکیزگی ہے۔

(ابو داود کتاب الطھارۃ)

اور حج کی کنجی احرام، نیکی کی کنجی سچائی، جنت کی کنجی توحید، علم کی کنجی حسن سوال و حسن سماعت، فتح و نصرت کی کنجی صبر، زیادتی نعمت کی کنجی شکر، ولایت و محبت کی کنجی ذکر، فلاح و کامرانی کی کنجی تقویٰ، توفیق الٰہی کی کنجی رغبت و رہبت، قبولیت کی کنجی دعا، آخرت میں رغبت کی کنجی زہد فی الدنیا، ایمان کی کنجی ان چیزوں میں غور و فکر کرنا جن میں غور و فکر کرنے کے لئے اللہ نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے، اللہ تعالیٰ کے یہاں اذن باریابی کی کنجی دل کو اس کے حوالہ کر دینا، اور محبت و بغض، کسی کام کے کرنے اور نہ کرنے میں صرف اس کی رضا تلاش کرنا، دل کو زندہ رکھنے کی کنجی قرآن کریم میں غور و تدبر کرنا، سحر میں تضرع اور گریہ و زاری کے ساتھ ساتھ تمام گناہوں سے دور رہنا، حصول رحمت کی کنجی اچھی طرح خالق کی عبادت کرنا اور اس کے بندوں کو نفع پہونچانا، رزق کی کنجی استغفار اور تقویٰ کے ساتھ کسب حلال کی کوشش، عزت و منزلت کی کنجی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت، آخرت کی تیاری کی کنجی اُمیدوں اور آرزوؤں کا دائرہ تنگ کرنا، غرض ہر خیر کی کنجی اللہ تعالیٰ کی طرف لپکنا اور دار آخرت کا شوق ہے، ہر شر کی کنجی دنیا کی محبت اور طول امل۔

خیر و شر کی کنجیوں کا علم یقیناً بڑا اہم اور گرانقدر ہے، اس کو وہی حاصل کر سکتا ہے جس کو اللہ اپنی توفیق سے نواز دے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کے خیر اور ہر قسم کے شر کی کنجی بنائی ہے، بطور مثال کچھ چیزوں کی کنجیاں اوپر ذکر کر دی گئیں، مزید وضاحت کے لئے اور مثالیں ذکر کی جاتی ہیں:

اللہ تعالیٰ نے شرک، تکبر اور انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی لائی ہوئی تعلیمات سے اعراض کرنے کو دوزخ کی کنجی قرار دیا، اور شراب کو ہر گناہ کی کنجی، زر کی بہتات کو زنا کی، تصویروں کے دیدار کو زیادتی عشق ومحبت، کسلمندی اور راحت طلبی کو ناکامی ونامرادی، معاصی کو کفر، جھوٹ کو نفاق، شدت حرص وطمع کو بخل، قطع رحمی، اور ناجائز طریقہ سے مال کے حصول، اور انبیاء کی تعلیمات سے روگردانی کو ہر بدعت وگمراہی کی کنجی بتایا۔

لہٰذا بندے کو چاہئے کہ وہ ان تمام امور سے واقف ہو اور ہر چیز کی کنجی کا علم حاصل کرے تاکہ جو چیزیں مفید ہوں ان کو انجام دینے کی سعی کر سکے اور جو باتیں ضرررساں اور مہلک ہوں ان سے بچ سکے۔

جنت کو جنتیوں کے نام لکھ دیا جائے گا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

كَلَّا إِنَّ كِتَابَ الْأَبْرَارِ لَفِي عِلِّيِّينَ ، وَمَا أَدْرَاكَ مَا عِلِّيُّونَ، كِتَابٌ مَرْقُومٌ يَشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُونَ

(المطففین ۱۸۔۲۱)

ہرگز (ایسا) نہیں (کہ جزا و سزا نہ ہو) بیشک نیک کاروں کا نامۂ عمل علّیین میں رہے گا، اور آپ کو کیا خبر کہ علّیین (والا نامۂ عمل) ہے کیا چیز؟ نشان کیا ہوا رجسٹر ہے جس کو مقرب (فرشتے) دیکھتے ہیں۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کو لکھا ہوا پروانہ دیگا، اور وہ حقیقتاً لکھا ہوا ہوگا، اللہ تعالیٰ نے نیک لوگوں کے پروانے کے بارے میں بھی کہا ہے کہ وہ لکھا ہوا ہوگا، اور مقرب فرشتے اور انبیاء اس کو دیکھیں گے، فجّار کے نامۂ اعمال کے بارے میں یہ خصوصیت نہیں بیان کی، اس کی وجہ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ اہل صلاح وتقویٰ کی عزت و منزلت کو واضح کرنا چاہتا ہے جس طرح دنیا کے بادشاہ (وللہ المثل الاعلیٰ) کرتے ہیں کہ جن امراء سے ان کو خاص تعلق ہوتا ہے وہ ان کے لئے کوئی چیز لکھتے ہیں پھر اس کی تشہیر اور اعلان کرتے ہیں۔

امام احمدؒ نے اپنی مسند میں اور ابن حبانؒ اور ابو عوانہ اسفرائینیؒ نے اپنی اپنی صحیح میں حضرت ابن عازبؓ سے نقل کیا ہے فرماتے ہیں:

خرجنا مع رسول الله ﷺ في جنازة ، فجلس رسول الله ﷺ على القبر ، و جلسنا حوله كأن على رؤوسنا الطير ، و هو يلحد له ، فقال : " اعوذ بالله من عذاب القبر ثلاث مرات ثم قال : إن المؤمن إذا كان في إقبال من الآخرة ، وانقطاع من الدنيا ، تنزلت إليه الملائكة كأن على وجوههم الشمس مع كل واحد منهم كفن و حنوط ، فجلسوا منه مده بصره ، ثم يجيء ملك الموت حتى يجلس عند رأسه فيقول : أيتها النفس الطيبة أخرجي إلى مغفرة من الله و رضوان ، قال : فتخرج تسيل كما تسيل القطرة من في السقاء . فيأخذها، فإذا أخذها لم

ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ایک جنازہ میں نکلے رسول اللہ ﷺ ایک قبر کے پاس بیٹھ گئے ، اور ہم بھی آپ ﷺ کے ارد گرد بڑی خاموشی کے ساتھ بیٹھ گئے ، ایسا لگ رہا تھا کہ ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں ، اس وقت قبر کی لحد بنائی جا رہی تھی ، آپ ﷺ نے یہ دعا کی : میں عذاب قبر سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں ، آپ ﷺ نے تین مرتبہ یہی فرمایا ، پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب مؤمن بندہ دنیا سے رخصت ہوتا ہے اور آخرت کی طرف منتقل ہوتا ہے تو اس کے پاس (حسین وجمیل) فرشتے آتے ہیں ایسا لگتا ہے کہ ان کے چہرے سورج ہیں ، ہر فرشتہ کے ساتھ کفن اور حنوط (ایک قسم کی خوشبو) ہوتی ہے ، پھر وہ اس کی حد نگاہ تک بیٹھ جاتے ہیں ، پھر موت کا فرشتہ آتا ہے یہاں تک کہ اس کے سر کے پاس بیٹھتا ہے اور اس سے کہتا ہے : اے مطمئن نفس ! اللہ تعالی کی مغفرت اور خوشنودی کی طرف روانہ ہو جا ، آپ ﷺ فرمایا کہ اس کی روح اس طرح جسم سے نکل جاتی ہے جس طرح پانی کا قطرہ مشک کے دہانے سے ،

يدعوها في يده طرفة عين حتى يأخذوها فيجعلوها في ذلك الكفن ، و ذلك الحنوط ، ويخرج منها كأطيب نفحة مسك و جدت على وجه الأرض ، قال : فيصعدون بها ، فلا يمرون بها - يعني على ملإٍ من الملائكة إلا قالوا: ماهذا الروح الطيب ؟ فيقولون : فلان ابن فلان بأحسن أسمائه التي كانوا يسمّونه بها في الدنيا ، حتى ينتهوا بها إلى السماء الدنيا ، فيستفحتون له ، فيفتح لهم و يشيعه من كل سماء مقربوها إلى السماء التي تليها ، حتى ينتهي بها إلى السماء التي فيها الله عزوجل ، فيقول الله عزوجل : اكتبوا كتاب عبدي في عليين، و أعيدوه إلى الأرض، فإن منها خلقتهم

فرشتہ اس کو لیتا ہے اور پلک جھپکتے ہی اس کو اس کفن اور حنوط میں رکھ دیتا ہے۔ اس سے ایسی خوشبو آتی ہے جو پوری دنیا کی سب سے اچھی مشک میں بھی نہیں ہوتی۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ پھر فرشتے اس کو لیکر اوپر جاتے ہیں اور جن فرشتوں سے بھی ان کا گذر ہوتا ہے وہ پوچھتے ہیں۔ یہ کونسی پاکیزہ روح ہے؟ وہ کہتے ہیں۔ فلاں ابن فلاں۔ اور اس کا سب سے اچھا نام لیتے ہیں جس سے اس کو دنیا میں پکارا جاتا تھا۔ اس طرح اس کو لیکر وہ آسمان دنیا تک پہونچ جاتے ہیں۔ اور اس کے لئے دروازہ کھلواتے ہیں۔ دروازہ کھولدیا جاتا ہے۔ اور ہر آسمان کے مقرب فرشتے اس کے ساتھ ساتھ جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ سب اس کو لیکر اس آسمان پر پہنچتے ہیں جہاں اللہ تعالیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے میرے بندے کا ٹھکانہ علیین میں لکھ دو، اور اس کو زمین پر لوٹا دو اس لئے کہ میں نے ان کو اسی سے پیدا کیا ہے ،

و فيها أعيدهم ، و منها أخرجهم تارة أخرىٰ، قال : فتعاد روحه فى جسده ، فيأتيه ملكان فيجلسانه فيقولانه له، من ربك ؟ فيقول ربى الله ، فيقولان له : مادينك ؟ فيقول : دينى الإسلام ، فيقولان له ، ماهذا الرجل الذى بعث فيكم ؟ فيقول : هو رسول الله ﷺ ، فيقولان له : و ما علمك ؟ فيقول : قرأت كتاب الله فآمنت به و صدقت ، قال : فينادىٰ مناد من السماء ـ أن صدق عبدى، فافرشوه من الجنة، والبسوه من الجنة ، و افتحوا له بابا إلى الجنة ، قال : فيأتيه من روحها و طيبها ، و يفسح له فى قبره مدبصره ، قال : و ياتيه رجل حسن الوجه حسن الثياب

اوران کو اسی میں لوٹاؤں گا ، پھر دوبارہ اسی سے ان کو نکالوں گا، آپ ﷺ نے فرمایا: اس کے بعد اس کی روح اس کے جسم میں لوٹا دیجاتی ہے ، اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں، وہ اس کو بیٹھاتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں : تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے، پھر وہ دوسرا سوال یہ کرتے ہیں کہ تیرا دین کیا ہے، وہ کہتا ہے میرا دین اسلام ہے، پھر وہ اس سے پوچھتے ہیں: اس آدمی کا نام کیا ہے جس کو تمہارے درمیان نبی بنا کر بھیجا گیا، وہ کہتا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ ہیں، وہ کہتے ہیں تمہیں اس کا کیسے علم ہوا؟ وہ کہتا ہے میں نے اللہ کی کتاب کو پڑھا، اور میں اس پر ایمان لایا، اور اس کی تصدیق کی ، آپ نے فرمایا: اس کے بعد آسمان سے اک منادی ندا لگاتا ہے : کہ میرے بندے نے سچ کہا، لہذا اس کے لئے جنت کا بستر بچھادو، اور اس کو جنت کے کپڑے پہنادو، اور اس کے لئے جنت کا دروازہ کھولدو ـ آپ ﷺ نے فرمایا چنانچہ اس کے بعد جنت کی خوشبو اور ہوا آنا شروع ہو جاتا ہے، اور اس کی

طيب الريح فيقول : ابشر بالذى يسرك ، هذا يومك الذى كنت توعد ، فيقول له : من أنت ، فوجهك الوجه الذى يجيى بالخير ، فيقول أنا عملك الصالح ، فيقول : رب أقم الساعة ، رب اقم الساعة ، حتى أرجع إلى أهلى و مالى ، قا ل و إن العبد الكافر إذا كان فى انقطاع من الدنيا و إقبال على الآخرة نزل إليه من السماء ملائكة سود الوجوه معهم المسوح فيجلسون منه مدالبصر ثم يجئ ملك الموت حتى يجلس عند رأسه ، فيقول : أيتها النفس الخبيثة ! أخرجى إلى سخط من الله و غضب ، قال : فتفرق فى جسده فينتزعها كما ينتزع السفود من الصوف

قبر کو تا حد نگاہ وسیع کر دیا جاتا ہے ، آپ ﷺ نے فرمایا: اس کے بعد ایک خوبرو خوش لباس اور اچھی خوشبو والا آتا ہے اور کہتا ہے: تم خوشخبری حاصل کرو، یہ وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا، وہ اس سے کہتا ہے: تم کون ہو؟ تمارا چہرہ خیر لانے والا چہرہ ہے، وہ کہتا ہے میں تمہارا نیک عمل ہوں، وہ کہتا ہے: اے میرے رب! قیامت قائم کر دے، اے میرے رب قیامت قائم کر دے تا کہ میں اپنے اہل وعیال اور مال کی طرف لوٹ جاؤں، آپ ﷺ نے فرمایا: ”اور کافر بندہ جب دنیا سے رخصت ہوتا ہے اور آخرت کی طرف روانہ ہوتا ہے تو اس کے پاس کالے چہرے والے فرشتے اترتے ہیں، ان کے ساتھ ایک ٹاٹ ہوتا ہے۔ وہ تا حد نگاہ اس کے سامنے بیٹھ جاتے ہیں پھر ملک الموت آتا ہے اور اس کے سر کے پاس بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے اے خبیث روح! اللہ کی ناراضگی اور غصہ کی طرف روانہ ہو، آپ ﷺ نے فرمایا: وہ روح

البلول ، فيأخذها ، فإذا أخذها لم يدعوها في يده طرفة عين حتى يجعلوها في تلك المسوح ، و تخرج منها كأنتن ريح جيفة وجدت على وجه الأرض ، فيصعدون بها ، فلا يمرون بها على ملأ من الملائكة إلا قالوا : ماهذا الروح الخبيث ؟ فيقولون : فلان ابن فلان بأقبح أسمائه التي كان يسمى بها في الدنيا ،حتى ينتهى بها إلى سماء الدنيا ، فيستفتح له فلا يفتح له ، ثم قرأ رسول الله ﷺ : " لا تفتح لهم أبواب السماء ، ولا يدخلون الجنة حتى يلج الجمل في سم الخياط " فيقول الله عزوجل : "اكتبوا كتابه في سجين في الأرض السفلى " فتطرح روحه طرحاً

اس کے جسم میں ادھر ادھر بھاگتی ہے، وہ اس کو اس طرح نکالتا ہے جس طرح گوشت بھوننے کی سیخ کو بھیگی ہوئی روئی سے نکالا جاتا ہے، وہ اس کو لیتا ہے، اور جوں ہی وہ اس کو لیتا ہے فرشتے پلک جھپکتے ہی اس کو اس ٹاٹ میں رکھ دیتے ہیں، اور اس سے ایسی بدبو آتی ہے کہ دنیا کی سڑی سے سڑی لاش میں بھی نہ ہوگی، وہ اس کو لیکر اوپر چڑھتے ہیں۔ ان کا گذر فرشتوں کی جس جماعت سے ہوتا ہے وہ کہتے ہیں، یہ کونسی خبیث روح ہے؟ وہ کہتے ہیں یہ فلاں ابن فلاں ہے اور اس کا سب سے برا نام لیتے ہیں جو دنیا میں لیا جاتا تھا۔ اس طرح وہ اس کو دنیا کے آسمان تک لے جاتے ہیں، اس کے لئے دروازہ کھلوایا جاتا ہے لیکن دروازہ نہیں کھولا جاتا، پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی "لَاتُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَايَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ

ثم قرأ رسول الله ﷺ : " ومن يشرك بالله فكأنما خر من السماء فتخطفه الطير أو تهوى به الريح فى مكان سحيق " فتعاد روحه فى جسده ، و يأتيه ملكان فيجلسانه فيقولان له : من ربك ؟ فيقول : هاه هاه لا أدرى ، فيقولان له : ما هذا الرجل الذى بعث فيكم ؟ فيقول : هاه هاه لا أدرى ، فينادى مناد من السماء أن كذب عبدى فافرشوه من النار و افتحوا له بابا إلى النار ، فيأتيه من حرها و سمومها ، و يضيق عليه قبره حتى تختلف فيه أضلاعه ، و يأتيه رجل قبيح الوجه ، قبيح الثياب منتن الريح ، فيقول له :

الْخِيَاطِ "(۱) (ان کے (مشرکین) لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے، اور وہ جنت میں داخل نہ ہو سکیں گے یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو جائے) پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اس کا اعمال نامہ سجین (دوزخیوں کے نام کا دفتر) میں لکھ دو جو نچلی زمین پر ہے چنانچہ اس کی روح کو وہیں سے یونہی پھینک دیا جاتا ہے، پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھی "وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِىْ بِهِ الرِّيْحُ فِىْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ "(۲) (اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتا ہے تو گویا وہ آسمان سے نیچے گر گیا پھر اس کو پرندے اچک لیتے ہیں یا اس کو ہوا اڑا کر دور لے جاتی ہے" پھر اس کی روح کو اس کے جسم میں لوٹا دیا جاتا ہے، اور اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں، اس کو بیٹھاتے ہیں، اور اس سے پوچھتے ہیں تیرا رب کون ہے؟

(۱) الاعراف: ۴۰ (۲) الحج: ۳۱

أبشر بالذي يسؤك ، هذا يومك الذى كنت توعد ، فيقول من أنت ؟ فوجهك الوجه الذى يجيئى بالشر ؟ فيقول أنا عملك الخبيث ، فيقول : رب لا تقم الساعة "

(ابو داود کتاب السنة باب المسألة فی القبر و عذاب القبر)

وہ کہتا ہے ہائے ہائے میں نہیں جانتا، پھر اس سے پوچھتے ہیں، یہ کون آدمی ہے جس کو تمہارے پاس نبی بنا کر بھیجا گیا تھا؟ وہ کہتا ہے: ہائے ہائے میں نہیں جانتا پھر آسمان سے ایک منادی ندا لگاتا ہے میرے بندے نے جھوٹ کہا، اس لئے اس کے لئے جہنم کا بچھونا بنادو اور اس کے لئے جہنم کا ایک دروازہ کھول دو چنانچہ وہاں سے اس کے پاس اس کی گرمی اور لپٹ آنے لگتی ہے، اور اس کی قبر اس پر تنگ کردی جاتی ہے یہاں تک کہ ایک طرف کی پسلی دوسری طرف چلی جاتی ہے۔ پھر اس کے پاس ایک نہایت بدصورت برے کپڑوں میں نہایت بدبودار آدمی آتا ہے اور کہتا ہے، اس چیز کی بشارت حاصل کرو جو تیرے لئے نہایت تکلیف دہ ہے، یہ وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا، وہ کہتا ہے: تو کون ہے؟ تیرا چہرہ ایسا ہے جو شر لانے والا ہے، وہ کہتا ہے: میں تیرا خبیث عمل ہوں ، وہ کہتا ہے : اے میرے رب قیامت نہ قائم کر۔

یہ تو جنتیوں کے نام جنت لکھنے کا عمومی تذکرہ تھا، بعض روایات میں یہ ہے کہ مخصوص طریقہ سے جنت میں داخلہ کا اجازت نامہ لکھا جائے گا۔

جیسا کہ طبرانی نے اپنے معجم میں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کوئی شخص جنت میں اجازت نامہ کے بغیر داخل نہیں ہوگا، اس اجازت نامہ پر یہ لکھا ہوا ہوگا یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فلاں ابن فلاں کے لئے پروانہ ہے تم اس کو اونچے اونچے باغات میں داخل کردو جس کے خوشے بہت قریب ہوں گے۔(۱)

سلیمان بن حمزہ نے اپنی سند سے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مؤمن کو پل صراط پر ایک پروانہ دیا جائے گا جس میں لکھا ہوا ہوگا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، یہ اللہ عزیز حکیم کی طرف سے پروانہ ہے فلاں ابن فلاں کے لئے، اس کو اونچے اونچے باغات میں داخل کردو جن کے خوشے بہت قریب ہوں گے۔

****

---

(۱)معجم الطبرانی الکبیر

جنت کے حصول کا ایک ہی راستہ ہے

جنت کے حصول کا ایک ہی راستہ ہے یہ وہ حقیقت ہے جس کو تمام رسولوں نے واضح کیا ہے اور جہاں تک جہنم کے راستوں کا تعلق ہے تو وہ بیشمار ہیں، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے جہاں کہیں جنت کے راستہ کا تذکرہ کیا تو اس کو مفرد لفظ کے ساتھ ذکر کیا ہے اور جہاں جہنم کے راستوں کو بیان کیا اس کو جمع کے صیغے کے ساتھ ذکر کیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ''وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْماً فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ ''(۱) (اور یہ بھی کہہ دیجئے کہ یہی میری سیدھی شاہراہ ہے سو اسی پر چلو اور دوسری دوسری پگڈنڈیوں پر نہ چلو کہ وہ تم کو (اللہ کی) راہ سے جدا کر دیں گی)۔

دوسری جگہ فرمایا:

وَ عَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِیْلِ وَ مِنْهَا جَآئِرٌ (النحل :۹)	اور اللہ ہی پر ہے راستہ (کا دکھانا) اور بعض اس میں سے ٹیڑھے بھی ہیں۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ بعض راستے سیدھے راستہ سے ہٹے ہوئے ہیں

اور فرمایا:

هٰذَا صِرَاطٌ عَلَیَّ مُسْتَقِیْمٌ (الحجر:۴۱)	یہ سیدھا راستہ ہے مجھ تک (پہونچنے والا)

اور عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمارے واسطے ایک خط کھینچا اور فرمایا کہ یہ اللہ کا راستہ ہے پھر کچھ

---

(۱) الأنعام :۱۵۳

لکیریں دائیں اور بائیں طرف کھینچیں اور فرمایا کہ یہ مختلف راستے ہیں، اور ہر راستے پر ایک شیطان ہے جس کی طرف وہ بلا رہا ہے پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی:

وَ أَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْماً فَاتَّبِعُوْهُ وَ لَا تَتَّبِعُوْا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ (الانعام:۱۵۳)	اور (یہ بھی کہہ دیجئے) کہ یہی میری سیدھی شاہراہ ہے سو اسی پر چلو اور دوسری دوسری پگڈنڈیوں پر نہ چلو کہ وہ (اللہ کی) راہ سے جدا کر دیں گی۔

اگر اس پر کوئی اعتراض کرے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک جگہ خیر و سلامتی کے راستہ کو جمع کے صیغے کے ساتھ ذکر کیا ہے چنانچہ فرمایا:

قَدْ جَآءَ كُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتَابٌ مُّبِيْنٌ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلَامِ (المائدۃ:۱۵۔۱۶)	تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک روشنی اور واضح کتاب آ چکی ہے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ ان لوگوں کو سلامتی کے راستے دکھاتا ہے جو اس کی خوشنودی کے طلبگار ہوتے ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ وہ راستے ایک راستہ کے اندر آ کر مل جاتے ہیں ان کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شاہراہ عام ہو اور مختلف چھوٹے چھوٹے راستے اس میں آ کر مل جاتے ہوں۔

سلامتی کے راستوں سے مراد ایمان کے شعبے ہیں جس طرح درخت کا ایک تنا ہوتا ہے اور اس کی مختلف شاخیں ہوتی ہیں۔

امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ کچھ فرشتے نبی کریم ﷺ کے پاس آئے، ان میں سے ایک نے کہا: یہ (رسول ﷺ) سوئے ہوئے ہیں، کسی نے کہا، آنکھ تو سوئی ہوئی ہے اور دل جاگا

ہوا ہے، پھر انہوں نے کہا: ان کی کوئی مثال بیان کرو انہوں نے کہا ان کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے ایک گھر بنایا پھر دعوت عام کی اور ایک شخص کو دعوت دینے کے لئے بھیجا تو جو شخص اس دعوت دینے والے کی آواز پر لبیک کہے گا وہ اس گھر میں داخل ہوگا اور اس دعوت میں شامل ہوگا، اور جو شخص اس کی آواز پر لبیک نہ کہے وہ نہ اس گھر میں داخل ہوگا، نہ اس دعوت میں شامل ہوگا پھر انہوں نے کہا کہ ان کے لئے اس کی مراد واضح کرو ان میں سے ایک نے کہا: آنکھ سوئی ہوئی ہے اور دل بیدار ہے، گھر سے مراد جنت ہے دعوت دینے والے سے مراد محمد ﷺ ہیں جس نے محمد ﷺ کی اطاعت کی تو اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے محمد ﷺ کی نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور محمد ﷺ نے لوگوں کے درمیان فرق ظاہر کیا ہے۔ (بخاری کتاب الاعتصام)

امام ترمذیؒ نے صحیح سند کے ساتھ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو عشاء کی نماز پڑھائی، نماز سے فراغت کے بعد آپ ﷺ میرا ہاتھ پکڑ کر مجھ کو بطحائے مکہ تک لے گئے وہاں آپ ﷺ نے مجھے بیٹھا دیا پھر میرے ارد گرد ایک لکیر کھینچ دی اور فرمایا اس لکیر سے نہ ہٹنا تمہارے پاس کچھ لوگ آئیں گے تم ان سے بات نہ کرنا وہ بھی تم سے بات نہیں کریں گے یہ کہہ کر آپ ﷺ چلے گئے میں اپنی لکیر میں بیٹھا ہوا تھا کہ کچھ لوگ میرے پاس آئے گویا کہ وہ ''زطی'' (سندھ کے باشندے) ہوں ان کے بال ہی ان کے جسم تھے مجھے نہ ان کا ستر نظر آرہا تھا نہ کھال، وہ میرے پاس آرہے تھے مگر اس لکیر سے آگے نہیں بڑھ پا رہے تھے پھر واپس آپ ﷺ کے پاس پہونچ جاتے تھے اسی طرح رات کے اخیر حصہ تک ہوتا رہا پھر رسول اللہ ﷺ میرے پاس آئے، میں اس وقت بیٹھا ہوا تھا آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: آج

رات مجھ کو خواب دکھایا گیا پھر آپ ﷺ لکیر میں داخل ہو گئے اور میری ران کا تکیہ لگا کر سو گئے آپ ﷺ جب سوتے تو خراٹے لیتے، میں بیٹھا ہوا تھا اور رسول اللہ ﷺ میری ران کا تکیہ لگائے ہوئے تھے کیا دیکھتا ہوں کہ کچھ لوگ آئے ان پر سفید لباس تھا وہ اتنے حسین تھے کہ اللہ ہی ان کے حسن کو جانتا ہے، وہ میرے پاس پہونچے ان میں سے کچھ تو آپ ﷺ کے سرہانے بیٹھ گئے اور کچھ آپ کے پاؤں کے پاس، پھر انہوں نے کہا، ہم نے کبھی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جس کو اس نبی کی طرح علم دیا گیا ہو، اس کی دونوں آنکھیں سورہی ہیں اور اس کا دل بیدار ہے، اس کی کوئی مثال بیان کرو، اس کی مثال اس سردار کی سی ہے جس نے کوئی محل بنایا پھر اس نے کھانے کی دعوت دی تو جو شخص اس کی دعوت قبول کرے گا، وہ اس کا کھانا کھائے گا اور جو شخص اس کی دعوت قبول نہیں کرے گا بادشاہ اس کو سزا دے گا، پھر وہ لوگ چلے گئے اور آپ ﷺ بیدار ہو گئے، آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم نے سنا ان لوگوں نے کیا کہا؟ اور کیا تم جانتے ہو کہ وہ کون ہیں؟ میں نے کہا اللہ اور اس کا رسول زیادہ بہتر جانتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: وہ فرشتے تھے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ انہوں نے جو مثال بیان کی ہے اس کا کیا مطلب ہے؟ میں نے کہا اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے جنت بنائی اور اپنے بندوں کو اس کی طرف بلایا تو جو اس کی بات مانے گا وہ جنت میں داخل ہوگا اور جو اس کی بات نہیں مانے گا وہ اس کو عذاب دے گا۔

جنت کے درجے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرَ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَ أَنْفُسِهِمْ ، فَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِينَ دَرَجَةً وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَى وَ فَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ عَلَى الْقَاعِدِينَ أَجْرًا عَظِيمًا دَرَجَاتٍ مِنْهُ وَ مَغْفِرَةً وَ رَحْمَةً وَ كَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا۔
(النساء: ۹۵-۹۶)

مومنین میں سے بلا عذر (گھر) بیٹھے رہنے والے اور راہِ خدا میں اپنے جان و مال کے ذریعہ جہاد کرنے والے برابر نہیں ہوسکتے، اللہ تعالیٰ نے اپنے جان و مال کے ذریعہ جہاد کرنے والوں کو (گھر) بیٹھے رہنے والوں پر درجہ میں فضیلت بخشی ہے، اور بھلائی کا وعدہ تو اللہ نے سب (ہی) سے کر رکھا ہے اور اللہ نے مجاہدوں کو بیٹھے رہنے والوں پر اجر عظیم کے لحاظ سے برتری دے رکھی ہے (یعنی) اللہ کی طرف سے (بہت سے) درجے، بخشش اور رحمت، اور اللہ ہے ہی بڑا بخشش والا، بڑا رحمت والا۔

ابن جریرؒ نے اپنی سند سے ابن محیریزؒ کا قول نقل کیا ہے انہوں نے "فَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ عَلَى الْقَاعِدِينَ أَجْرًا عَظِيمًا دَرَجَاتٍ مِنْهُ" کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: وہ ستر درجے ہیں ہر درجے کے درمیان اتنی

مسافت ہے کہ ایک تیز رفتار سدھایا ہوا گھوڑا ستر سال میں اس کو طے کرے گا۔

عبداللہ ابن مبارکؒ نے اپنی سند سے حضرت ضحاک سے ''لَهُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ''(۱) کی تفسیر میں ان کا یہ قول نقل کیا ہے: ''بعض اہلِ جنت بعض سے افضل ہوں گے اور جس کو فضیلت دی گئی ہوگی وہ اپنے فضل کو جان لے گا اور جو ان سے نیچے ہوں گے ان کو یہ محسوس نہیں ہوگا کہ کسی کو ان پر فضیلت دی گئی ہے''۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ إِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ إِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهٗ زَادَتْهُمْ إِيْمَانًا وَّ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ، الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلَاةَ وَ مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُوْنَ ، أُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَّهُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ مَغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ

(الانفال:۲۔۴)

حقیقی مومن تو وہ ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل لرز جاتے ہیں ، اور جب ان کو اس کی آیات پڑھ پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو ان کے ایمان میں اضافہ ہوجاتا ہے اور وہ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں، یہی ہیں حقیقی مومن ان کے لئے ان کے رب کے یہاں بڑے درجے ہیں اور مغفرت (بھی) اور عزت کی روزی (بھی)

صحیحین میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اہلِ جنت اپنے سے اوپر والے کمرے والوں کو دیکھیں گے جس طرح مشرق و مغرب میں غروب ہونے والا چمکتا ستارہ نظر آتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ

---

(۱) الانفال:۴

ان کے درمیان درجات میں تفاوت ہوگا، صحابہؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! وہ تو انبیاء کے مقامات ہوں گے ان کے علاوہ کوئی دوسرا وہاں تک نہیں پہونچ سکتا، آپ ﷺ فرمایا: نہیں اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے وہ ایسے لوگ ہوں گے جو اللہ پر ایمان لائے ہوں گے اور انہوں نے رسولوں کی تصدیق کی ہوگی (۱)

مسند احمد میں ابوسعید الخذریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: آپس میں محبت کرنے والوں کے کمرے جنت میں اس طرح نظر آئیں گے جس طرح مشرقی اور مغربی ستارہ چمکتا ہے، پوچھا جائے گا یہ کون ہیں؟ جواب دیا جائے گا یہ اللہ کے واسطے ایک دوسرے سے محبت کرنے والے ہیں۔

مسند احمد ہی میں حضرت ابوسعید الخذریؓ کی ایک اور روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جنت کے سو درجے ہیں اگر سارے عالم کے لوگ ان میں سے کسی ایک کے اندر اکٹھا ہو جائیں تو سب اس میں سما جائیں۔

مسند احمد میں انہی سے یہ روایت بھی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب صاحب قرآن جنت میں داخل ہوگا تو اس سے کہا جائے گا پڑھتا جا اور چڑھتا جا وہ پڑھنا شروع کرے گا ہر آیت کے بدلے ایک درجہ اوپر چڑھ جائے گا، یہاں تک آخری آیت جو اس کو یاد ہوگی اس کو پڑھے گا۔

یہ اس بات کی صریح دلیل ہے کہ جنت کے درجے سو سے زیادہ ہیں۔

اور جہاں تک بخاری میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کا تعلق ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جنت میں سو درجے ہیں جو اللہ تعالیٰ

---

(۱) بخاری کتاب بدأ الخلق، مسلم کتاب الجنة وصفة نعيمها۔

نے اس کے راستہ میں جہاد کرنے والوں کے لئے تیار کئے ہیں ہر دو درجے کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین اور آسمان کے درمیان، لہذا جب تم اللہ سے مانگو تو فردوس طلب کرو کیوں کہ وہ جنت کا بیچ اور اس کا اعلی حصہ ہے، اور اس کے اوپر رحمٰن کا عرش ہے اور اسی سے جنت کی نہریں پھوٹتی ہیں'' تو اس سے مراد یا تو یہ ہے کہ یہ سو درجے منجملہ اور درجوں کے ہوں گے، یا اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے اخیر میں یہ سو درجے ہیں اور ہر درجے کے ضمن میں بہت سے درجے ہیں۔

جنت کا سب سے اعلیٰ درجہ اور اس کا نام

امام مسلمؒ نے اپنی صحیح میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا جب تم مؤذن کی اذان سنو تو تم بھی اسی طرح کہو جس طرح وہ کہتا ہے، پھر مجھ پر درود وسلام بھیجو کیوں کہ جو مجھ پر ایک بار درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمت نازل کرے گا، پھر تم میرے لئے وسیلہ طلب کرو کیوں کہ وہ جنت میں ایسا مقام ہے جو اللہ کے بندوں میں سے صرف ایک بندے کے لائق ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ وہ بندہ میں ہی ہوں اور جو میرے لئے وسیلہ کی دعا کرے گا اس کے لئے میری شفاعت واجب ہو جائے گی (مسلم کتاب الصلاۃ)

صحیحین میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اذان سن کر یہ دعا کرے:

اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّآمَّۃِ، وَالصَّلَاۃِ الْقَآئِمَۃِ، آتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ ، وَابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَنِ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ ،	اے اللہ! اس مکمل پکار اور قائم شدہ نماز کے رب! محمد ﷺ کو وسیلہ اور فضیلت عطا فرما اور ان کو اس مقام محمود پر پہونچا جس کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے۔

(بخاری کتاب الاذان، مسلم کتاب الصلاۃ)

تو اس کے لئے قیامت کے دن میری شفاعت واجب ہو جائے گی۔

مسند احمد میں حضرت ابو سعید الخدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ

نے ارشاد فرمایا: ''وسیلہ اللہ تعالیٰ کے یہاں ایک درجہ ہے اس سے اوپر کوئی درجہ نہیں، لہذا تم میرے لئے وسیلہ کی دعا کرو''

ابونعیم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اللہ کی قسم! آپ میرے نزدیک میری جان، میرے اہل وعیال میری آل و اولاد سے زیادہ محبوب ہیں اور کبھی کبھی میں گھر پر ہوتا ہوں اور آپ کی یاد آتی ہے اور جب تک آپ کو دیکھ نہ لوں مجھے چین نہیں آتا، مگر جب میں اپنی اور آپ کی موت کو یاد کرتا ہوں تو یہ حقیقت سامنے آجاتی ہے کہ جب آپ جنت میں جائیں گے تو آپ تو انبیائے کرام کے ساتھ اونچے درجات پر پہونچا دئے جائیں گے اور میں جب جنت میں جاؤں گا تو مجھے ڈر ہے کہ آپ کو نہ دیکھ سکوں، نبی کریم ﷺ نے اس کا کوئی جواب نہ دیا یہاں تک کہ حضرت جبرئیلؑ یہ آیت کریمہ لے کر نازل ہوئے:

وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ، وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا (النساء :٦٩)	اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ نے انعام کیا ہے یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ اور یہ بہترین رفیق ہیں۔

حافظ ابوعبداللہ مقدسی فرماتے ہیں: ''میرے علم کے مطابق اس حدیث کی سند میں کوئی لچک نہیں ہے''۔

نبی کریم ﷺ کے درجہ کو وسیلہ سے اس لئے موسوم کیا گیا کیوں کہ وہ تمام

درجات کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ قریب ہے۔

وسیلہ ''فعيلة'' کے وزن پر ہے اور وہ ''وصلة'' بمعنی قرب سے ماخوذ ہے، عربی شاعر لبید نے کہا:

بلى كل ذي رأى إلى الله واسل

کیوں نہیں، ہر عقلمند شخص اللہ سے قرب حاصل کرنے والا ہے

وسیلۃ ''قرب'' کے معنی میں ہے اس پر یہ آیت کریمہ بھی دلالت کرتی ہے:

أُولَٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ إِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ (الاسراء:۵۷)

جن کو یہ (کفار) پکارتے ہیں وہ اپنے رب کی طرف وسیلۃ طلب کرتے ہیں کہ ان میں سب سے زیادہ کون قربت رکھنے والا ہے۔

اور چوں کہ رسول اللہ ﷺ خلق خدا میں سب سے زیادہ اللہ کی عبادت کرنے والے، سب سے زیادہ اللہ کی معرفت رکھنے والے، سب سے زیادہ اس سے ڈرنے والے سب سے زیادہ اس سے محبت کرنے والے تھے اس لئے ان کا مقام بھی اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ قربت والا ہے، اسی لئے نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کو تعلیم دی کہ وہ آپ ﷺ کے لئے اس مقام کے حاصل ہونے کی اللہ سے دعا کریں تا کہ ان کو اس دعاء کے ذریعہ اللہ کا قرب میسر ہو۔

جنت کی قیمت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنْفُسَهُمْ وَ أَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَ يُقْتَلُوْنَ وَعْداً عَلَيْهِ حَقّاً فِي التَّوْرَاةِ وَ الْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْآنِ وَ مَنْ أَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ وَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ
(التوبة:۱۱۱)

اللہ تعالیٰ نے مومنین سے ان کی جان اور مال کو اس بدلہ میں خرید لیا ہے کہ ان کے لئے جنت ہے، وہ اللہ کے راستہ میں قتال کرتے ہیں پھر قتل کرتے ہیں اور قتل کئے جاتے ہیں، یہ اللہ کا سچا وعدہ ہے توریت، انجیل اور قرآن میں اور اللہ سے بڑھ کر کون اپنا وعدہ پورا کرنے والا ہوگا لہذا تم خوش ہو جاؤ اپنی اس بیع سے جو تم نے کی ہے اور یہ بڑی کامیابی ہے۔

اس آیت کریمہ سے بصراحت معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کو مومنین کی جان اور مال کی قیمت قرار دیا اور اس معاہدہ کو کئی طرح سے مؤکد کیا:

۱۔ اس کے لئے ماضی کا صیغہ استعمال کیا جو استقرار اور ثبوت پر دلالت کرتا ہے

۲۔ اس معاہدہ کی نسبت اپنی طرف کی

۳۔ اس نے اس وعدہ کی جگہ بھی بتا دی فرمایا کہ وہ آسمانی کتابوں

توریت، انجیل اور قرآن میں ہے، اس کے علاوہ اور بھی تاکیدات ہیں۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا تذکرہ فرمایا جن سے یہ معاہدہ ہوا ہے، ان کی یہ صفات بیان کیں کہ وہ اللہ کی ناپسندیدہ چیزوں سے توبہ کرنے والے ہیں، اس کی مرضیات پر عمل کر کے اس کی عبادت کرنے والے ہیں، اور ہر حال میں اس کی تعریف کرنے والے ہیں، اس کے علاوہ ان کے دل محبت الٰہی میں سیاحت کرنے والے ہیں، سیاحت کی مختلف تفسیریں بیان کی گئی ہیں، ایک یہ کہ اس سے مراد روزہ ہے، بعض نے کہا کہ اس سے مراد طلب علم کی خاطر سفر کرنا ہے، کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ جہاد مراد ہے، ایک تفسیر یہ بھی کی گئی کہ طاعت و بندگی پر دوام مراد ہے، لیکن محقق بات یہ ہے کہ اس سے مراد اللہ کے ذکر اور اس کی محبت میں دل کی سیاحت ہے۔ جیسا کہ اللہ نے ان عورتوں کو ''سائحات'' کا نام دیا جن کے بارے میں اللہ نے فرمایا کہ اگر رسول اللہ ﷺ ازواج مطہرات کو طلاق دیدیں تو اللہ ان کے بدلہ میں آپ ﷺ کی شادی ان سے کرادیگا حالاں کہ ان کی سیاحت سے مراد نہ جہاد ہے نہ طلب علم کی خاطر سفر کرنا نہ روزہ بلکہ اس سے مراد ان کے دل کی اللہ کی محبت اور اس کی خشیت میں سیاحت کرنا ہے۔

قابلِ غور بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے توبہ اور عبادت کو ایک ساتھ ذکر کیا، کیوں کہ توبہ کا مطلب یہ ہے کہ جو چیزیں اللہ کو ناپسند ہوں ان کو چھوڑا جائے اور عبادت کا مطلب یہ ہے کہ جو چیزیں اللہ کو پسند ہوں ان کو بجا لایا جائے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اسلام اور ایمان کو ایک ساتھ ذکر کیا، کیوں کہ اسلام ظاہری صورت کا نام ہے اور ایمان دل کی کیفیت کا نام ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ''امر بالمعروف" اور "نهى عن المنكر" کو ایک ساتھ ذکر کیا فرمایا: ''اَلْآمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ''

اور یہاں واوحرف عطف کو استعمال کیا جبکہ اس سے پہلے والی چیزوں کو بغیر حرف عطف کے ذکر کیا اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر دونوں لازم ملزوم ہیں۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانی جان بڑی قابل قدر چیز اور قیمتی جوہر ہے، ذرا غور کیجئے اس کا خریدار کون ہے؟ اس کی قیمت کیا ہے؟ اس کی قیمت ہے جنت، اور یہ معاہدہ کس کے ہاتھ ہوا؟ یہ معاہدہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہوا، اس معاہدہ کی خبر دینے والا کون ہے؟ اس معاہدہ کی خبر دینے والا فرشتوں میں سب سے بلند مرتبہ فرشتہ (حضرت جبرئیل) اور انسانوں میں سب سے افضل انسان (محمد ﷺ) ہیں۔

جامع ترمذی میں ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من خاف أدلج و من أدلج بلغ المنزل ، ألا إن سلعة الله غالية ألا إن سلعة الله الجنة	جسے خوف ہوتا ہے وہ راتوں رات چل دیتا ہے اور جو راتوں رات چل دیتا ہے وہ منزل تک پہونچ جاتا ہے اچھی طرح سن لو! اللہ کا سامان قیمتی ہے، اچھی طرح سن لو! اللہ کا سامان جنت ہے۔
(ترمذی کتاب صفة القيامة)	

صحیحین میں حضرت ابوھریرہؓ کی روایت ہے کہ: ایک دیہاتی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے کوئی ایسا عمل بتائیے کہ اگر میں اس کو کرنے لگوں تو جنت میں داخل ہو جاؤں آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو، فرض نماز قائم کرو، فرض زکاۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو'' اس شخص نے کہا: اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے میں اس میں نہ کمی کروں گا نہ زیادتی، جب وہ واپس ہوا تو آپ نے فرمایا: جو شخص کسی جنتی کو دیکھنا چاہتا ہو تو وہ

اس شخص کو دیکھ لے(۱)

صحیح مسلم میں حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ نعمان بن قوقلؓ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! بتایئے کہ اگر میں فرض نماز ادا کروں، اور حرام کو حرام سمجھوں اور حلال کو حلال تو کیا میں جنت میں داخل ہو جاؤں گا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''بالکل'' (۲) صحیح مسلم ہی میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کو اس حال میں موت آئے کہ اس کو پورا یقین ہو کہ اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں تو وہ جنت میں جائے گا (۳)

سنن ابی داود میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جس کا (دنیا سے رخصت ہوتے وقت) آخری کلام لا إله الا الله ہوگا وہ جنت میں جائے گا (۴)

اس کے علاوہ بھی بیشمار حدیثیں ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ جنت کی قیمت لا إله الا اللہ ہے۔

ایک ضروری بات یہ دھیان میں رہے کہ جنت میں داخلہ محض اللہ کی رحمت اور فضل وکرم سے ہوگا، کوئی شخص محض اپنے اعمال کے بل بوتے پر جنت میں نہ جا سکے گا ہاں اتنا ضرور ہے کہ اعمال جنت میں داخلہ کا سبب ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اعمال کو دخولِ جنت کا سبب قرار دیتے ہوئے فرمایا: ''بما کنتم تعملون'' (یہ بدلہ تمکو تمہارے اعمال کے سبب ملا ہے)

اور اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہ کوئی شخص محض اپنے اعمال کے بل بوتے پر جنت میں نہ جا سکے گا آپ ﷺ نے فرمایا'' تم میں سے کسی کا

---

(۱) بخاری کتاب الزکاۃ، مسلم کتاب الایمان۔ (۲) مسلم کتاب الایمان
(۳) مسلم کتاب الایمان (۴) ابو داود کتاب الجنائز باب التلقین

عمل اس کو نہ جنت میں داخل کر سکے گا اور نہ دوزخ سے بچا سکے گا یہاں تک کہ مجھ کو بھی ، بس اللہ کی وحدانیت کا اقرار ہی میرے لئے بھی جنت میں داخلہ اور دوزخ سے نجات کا سبب ہوگا ،(۱)

لہٰذا آیت کریمہ اور اس حدیث کے درمیان کوئی تضاد نہیں ، مزید وضاحت کے لئے دو نکتے بیان کئے جاتے ہیں۔

۱۔ حضرت سفیان ثوریؒ وغیرہ نے سلف کا یہ قول نقل کیا ہے کہ: دوزخ سے نجات اللہ کے عفو و درگذر سے ملے گی ، جنت میں داخلہ اللہ کے فضل و کرم سے نصیب ہوگا اور درجات کی تقسیم اعمال کے مطابق ہوگی ، اس کی تائید حضرت ابو ہریرہؓ کی نقل کردہ اس حدیث سے بھی ہوتی کہ: ''اہل جنت جب جنت میں داخل ہوں گے تو اس میں اپنے اپنے اعمال کے مطابق مقام پائیں گے'' (۲)

۲۔ حدیث میں ''بعملہ'' کا جو لفظ آیا ہے اس میں حرف ''باء'' دراصل معاوضہ کا باء ہے یعنی اعمال جنت میں داخلہ کا معاوضہ نہیں ہو سکتے اور آیت کریمہ میں '' بما كنتم تعملون ''میں جو باء ہے وہ باء سببیہ ہے یعنی اعمال جنت میں داخلہ کا سبب ہیں۔

باء کے یہ دونوں مفہوم ایک ساتھ اس حدیث شریف میں آ گئے ہیں۔

سدّدوا و قاربوا و ابشروا واعلموا أن أحداً منكم لن ينجو بعمله قالوا ولاأنت يا رسول الله قال ولا أنا إلا أن يتغمدني الله برحمته (بخاری كتاب الرقاق ، مسلم كتاب المنافقين)	درست اور درمیانی راہ اختیار کرو اور خوشخبری حاصل کرو اور خوب اچھی طرح سمجھ لو کہ تم میں سے کوئی شخص ہرگز اپنے عمل کی بنیاد پر نجات نہیں پا سکتا ، صحابہؓ نے عرض کیا آپ بھی نہیں اے اللہ کے رسولؐ! آپؐ نے فرمایا میں بھی نہیں مگر یہ کہ اللہ اپنی رحمت سے مجھکو ڈھانپ لے۔

(۱) ابونعیم کتاب صفۃ الجنۃ (۲) ترمذی کتاب الجنۃ۔

اہلِ جنت جنت کو اپنے رب سے طلب کرتے ہیں اور جنت جنتیوں کو طلب کرتی ہے اور اپنے رب سے سفارش کرتی ہے

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنے اہل دانش و بینش بندوں کے بارے میں فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتے ہیں:

رَبَّنَا إِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِي لِلْإِيمَانِ أَنْ آمِنُوا بِرَبِّكُمْ فَآمَنَّا ، رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّآتِنَا وَ تَوَفَّنَا مَعَ الْأَبْرَارِ ، رَبَّنَا وَ آتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلَىٰ رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيعَادَ

(آل عمران:۱۹۳۔۱۹۴)

اے ہمارے رب! ہم نے ایک منادی کی آواز سنی جو ایمان کی ندا لگا رہا تھا، اور کہہ رہا تھا کہ اپنے رب پر ایمان لے آؤ، تو ہم ایمان لے آئے ، اے ہمارے رب! ہمارے گناہوں کو معاف کرنا اور ہماری خطاؤں کو بخش دینا اور ہم کو نیک لوگوں کے ساتھ وفات دینا، اے ہمارے رب! جو کچھ تو نے ہم سے اپنے رسولوں کے ذریعہ وعدہ فرمایا ہے ہم کو عطا فرما اور قیامت کے دن ہمکو رسوا نہ کر بیشک تو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

رسولوں کے ذریعہ جو اللہ نے وعدہ فرمایا ہے اس سے مراد جنت میں داخلہ ہے، امام ترمذیؒ، نسائی اور ابن ماجہؒ نے انس بن مالکؓ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو مسلمان اللہ تعالیٰ سے تین مرتبہ جنت طلب کرتا ہے تو جنت کہتی ہے اے اللہ اس کو جنت میں داخل فرما، اور جو شخص تین مرتبہ دوزخ سے اللہ کی پناہ چاہتا ہے تو دوزخ کہتی ہے اے اللہ اس کو دوزخ سے

بچا" (۱) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو بندہ اللہ تعالیٰ سے دن میں سات مرتبہ جنت طلب کرتا ہے تو جنت کہتی ہے اے میرے رب تیرے فلاں بندے نے مجھے طلب کیا ہے تو اس کو جنت میں داخل فرما (۲)

ایک اور روایت ابو ہریرہؓ سے ہی منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اللہ تعالیٰ سے کثرت کے ساتھ جنت طلب کرو اور دوزخ سے اس کی پناہ مانگو کیوں کہ وہ دونوں ایسے سفارشی ہیں جن کی سفارش قبول کی جائے گی، اور جب کوئی بندہ کثرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے جنت طلب کرتا ہے تو جنت کہتی ہے اے میرے رب تو اپنے اس بندے کو جس نے تجھ سے مجھے طلب کیا ہے میرے اندر قیام پذیر فرما، اور دوزخ کہتی ہے اے میرے رب! تو اپنے بندے کو جس نے مجھ سے تیری پناہ مانگی ہے مجھ سے پناہ دے"

بعض اسلاف کے بارے میں منقول ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے جنت طلب نہیں کرتے تھے بلکہ یہ کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دوزخ سے بچا دے یہی ہمارے لئے کافی ہے، چنانچہ ابو الصہباء صلۃ بن اشیم کے بارے میں آتا ہے کہ ایک رات انہوں نے سحر تک نماز پڑھی پھر اپنے ہاتھوں کو اوپر اٹھایا اور کہا: اے اللہ! مجھے دوزخ سے بچا، کیا مجھ جیسا گناہگار اس بات کی جرأت کر سکتا ہے کہ تجھ سے جنت طلب کر سکے، اسی طرح عطاء السلمی کا واقعہ ابو نعیم نے کتاب الحلیہ میں نقل کیا ہے کہ وہ جنت طلب نہیں کرتے تھے، ان سے صالح مری نے کہا! ابان نے مجھ سے انس رضی اللہ عنہ کی حدیث بیان کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) ترمذی کتاب صفۃ الجنۃ، نسائی کتاب الاستعاذۃ، ابن ماجہ کتاب الزھد۔
(۲) ابو نعیم کتاب صفۃ الجنۃ۔

اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) کہے گا "میرے بندے کا اعمال نامہ دیکھو جس بندے کے اعمال نامے میں ہوگا کہ اس نے مجھ سے جنت طلب کی ہے تو میں اس کو جنت دے دوں گا اور جس نے دوزخ سے میری پناہ مانگی ہوگی میں اس کو ابن سے پناہ دوں گا" تو عطا نے کہا: میرے لئے اتنا کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو دوزخ سے پناہ دیدے(۱)

سنن ابوداود میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اللہ کی ذات کا واسطہ دیکر صرف جنت طلب کی جائے"(۲)

کتاب کے شروع میں عبد الملک بن ابی بشیر کی مرفوع روایت گذر چکی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "روزانہ جنت اور دوزخ اللہ سے دعا کرتے ہیں، جنت کہتی ہے اے میرے رب! میرے پھل پک چکے ہیں، میری نہریں جاری ہو چکی ہیں، اور مجھے اپنے اولیاء کا اشتیاق ہے لہذا جلد از جلد مجھ تک میرے مستحقین کو پہونچا دے"(۳)

اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ جنت اور دوزخ کو ہمیشہ یاد رکھیں اور ان کو کبھی فراموش نہ کریں، جیسا کہ ابویعلی موصلی نے اپنی مسند میں عبد اللہ بن عمرؓ کی روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: "دو عظیم چیزوں کو نہ بھولو"۔ ہم نے عرض کیا وہ دو عظیم چیزیں کیا ہیں اے اللہ کے رسولؐ! آپ نے ارشاد فرمایا: "جنت اور دوزخ" (۴) ابوبکر شافعی نے کلیب بن حزن کی روایت نقل کی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو

---

(۱)ابو نعیم کتاب الحلیة (۲)ابو داود کتاب الصلاة، باب التحفیف فی الصلاة۔
(۳)ابو نعیم صفة الجنة (۴) التاریخ الکبیر للبخاری۔

ارشاد فرماتے ہوئے سنا ''تم پوری کوشش اور لگن سے جنت کو طلب کرو اور دوزخ سے بھاگو، کیوں کہ جنت کا طالب سوتا نہیں، اسی طرح جہنم سے بھاگنے والا بھی سوتا نہیں اور آج آخرت ناپسندیدہ چیزوں سے گھری ہوئی ہے اور دنیا لذتوں اور شہوتوں سے گھری ہوئی ہے لہٰذا وہ تم کو آخرت سے غافل نہ کر دے'' (۱)

(۱) النهاية لابن كثير.

جنت کے نام اور ان کے معانی

یوں تو جنت کے اس کی الگ الگ صفات کے اعتبار سے مختلف نام ہیں، لیکن ذات کے اعتبار سے ان کا مصداق ایک ہی ہے اس طرح ذات کے اعتبار سے تو یہ نام مترادف ہیں اور صفات کے اعتبار سے مختلف، یہی حال اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے نام اس کی کتابوں، اس کے رسولوں، یوم آخرت اور دوزخ کے ناموں کا حال ہے۔

جنت کے نام حسب ذیل ہیں:

پہلا نام: ''جَنَّت'' یہ نام جنت کی تمام اقسام اور اس کی نعمتوں کی جملہ انواع پر مشتمل ہے اس کے مادہ اشتقاق (ج،ن) کے اصل معنی چھپنے اور پوشیدہ ہونے کے ہیں، اسی لئے شکم کے اندر جو بچہ ہوتا ہے اس کو ''جنین'' کہتے ہیں کیوں کہ وہ پیٹ میں چھپا ہوتا ہے، اسی طرح وہ مخلوق جو انسانوں کو نظر نہیں آتی اس کو ''جن'' کہا جاتا ہے، ڈھال کو ''مجن'' کہا جاتا ہے کیونکہ وہ چہرے کو چھپاتی اور اس کو ڈھانکتی ہے اور پاگل کو ''مجنون'' کہا جاتا ہے کیوں کہ اس کی عقل اس سے پوشیدہ رہتی ہے، چھوٹے اور پتلے سانپ کو ''جانّ'' کہتے ہیں، اسی سے باغ کو ''جنت'' کہتے ہیں کیوں کہ وہ باغ میں داخل ہونے والے کو درختوں سے ڈھانکتا اور چھپاتا ہے، اسی طرح ڈھال کو ''مجن'' کے ساتھ ساتھ ''جُنّۃ'' (ضمہ کے ساتھ) بھی کہتے ہیں، جیسا کہ آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: ''اِتَّخَذُوْا أَیْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ''(۱) انہوں نے اپنی قسموں

(۱) المجادلۃ: ۱۶

کوڈھال بنایا پھر اللہ کے راستہ سے روکا۔

دوسرا نام: ''دَارُ السَّلَام'' (سلامتی کا گھر)

اس نام کا ذکر مندرجہ ذیل آیات میں آیا ہے:

لَهُمْ دَارُ السَّلَامِ عِنْدَ رَبِّهِمْ (الأنعام:۱۲۷) — ان کے لئے سلامتی کا گھر ہے ان کے رب کے یہاں

دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاللّٰهُ يَدْعُوْ إِلىٰ دَارِ السَّلَامِ (یونس:۲۵) — اور اللہ تعالیٰ سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے۔

یہ نام جنت کی حقیقت کے عین مطابق ہے، کیونکہ وہ ہر طرح کی آفت اور مصیبت سے سلامتی کا گھر ہے، اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ وہ اللہ کا گھر ہے اور اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ''السّلام'' بھی ہے، اسی لئے جنتی آپس میں ایک دوسرے کو سلام کریں گے '' وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلَامٌ '' (اور جنت میں ان کی ایک دوسرے کو مبارکبادی لفظ سلام سے ہوگی) اور فرشتے بھی جنتیوں کو سلام کریں گے۔

جیسا کہ ارشاد ہے:

وَالْمَلَآئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِنْ كُلِّ بَابٍ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ (الرعد:۲۳-۲۴) — اور فرشتے ہر دروازے سے ان کے پاس داخل ہوں گے اور کہیں گے تم پر سلامتی ہو تمہارے صبر کے نتیجہ میں،

تیسرا نام: ''دَارُ الْخُلْد'' (ہیشگی کا گھر)

جنت کا یہ نام اس لئے ہے کہ اہلِ جنت کبھی بھی اس سے نہیں نکلیں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''عَطَاءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ''(۱) (وہ ایسا عطیہ ہوگا جو

---

(۱) هود :۱۰۸

کبھی ختم نہ ہوگا)

دوسری جگہ فرمایا:

"وَمَا هُمْ مِنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ" اوران کو (اہل جنت کو) اس سے نکالا نہیں جائے گا۔

آئندہ صفحات میں عنقریب فرقہ جہمیۃ اور معتزلہ کے عقیدہ کی تردید کی جائے گی جن کا کہنا ہے کہ جنت ایک دن فنا ہوجائے گی۔

چوتھا نام: "دَارُ الْمُقَامَة" ہمیشہ رہنے کا مقام

اللہ تعالیٰ نے اہلِ جنت کا قول نقل کرتے ہوئے کہا:

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ أَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ إِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُنِ الَّذِیْ أَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ لَا يَمَسُّنَا فِيْهَا نَصَبٌ وَّلَا يَمَسُّنَا فِيْهَا لُغُوْبٌ (الفاطر:۳۴-۳۵)	اور وہ کہیں گے تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے ہم سے غم کو دور کردیا بیشک ہمارا رب بڑا مغفرت والا ، بڑا قدر داں ہے جس نے اپنے فضل وکرم سے ہمیں ہمیشہ رہنے کے مقام میں لا اتارا ہے، جہاں ہمیں نہ کوئی تکلیف پہونچے گی اور نہ ہمیں تھکن ہی محسوس ہوگی۔

پانچواں نام: "جَنَّةُ الْمَأْوٰى" ٹھکانے والی جنت

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَأْوٰى (النجم:۱۵)	اس کے پاس ٹھکانے کی جنت ہے

چھٹا نام: "جَنَّاتُ عَدْنٍ" ہمیشہ رہنے والے باغات

بعض کا کہنا یہ ہے کہ وہ کسی مخصوص جنت کا نام ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ وہ تمام

جنتوں کا نام ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

جَنّٰتُ عَدْنِ نِ الَّتِیْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ بِالْغَیْبِ
(مریم:٦١)

وہ ہمیشہ رہنے والے باغات ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے غیب سے وعدہ فرمایا ہے۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

جَنّٰتُ عَدْنٍ یَّدْخُلُوْنَهَا یُحَلَّوْنَ فِیْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا وَ لِبَاسُهُمْ فِیْهَا حَرِیْرٌ
(فاطر:٣٣)

وہ ہمیشہ رہنے والے باغات ہوں گے جن میں وہ داخل ہوں گے ان میں ان کو سونے کے کنگن اور موتی کے زیورات پہنائے جائیں گے اور ان کا لباس ریشم کا ہوگا۔

عدن کا اشتقاق اس پر خود دلالت کرتا ہے کہ تمام باغات ''جَنّٰتُ عَدْنٍ'' ہیں کیوں کہ عدن کے معنی قیام کرنے اور دوام کے ہیں۔

ساتواں نام: ''دَارُ الْحَیَوَانُ'' زندگی کا گھر

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ اِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِیَ الْحَیَوَانُ
(العنکبوت :٦٤)

آخرت کا گھر ہی اصل زندگی کا گھر ہے

تمام مفسرین کے نزدیک ''دَارُ الْحَیَوَانِ'' سے مراد جنت ہے، جنت کو ''دَارُ الْحَیَوَانِ'' کہنے کی دو وجہ ہوسکتی ہیں:

١۔ آخرت کی زندگی ہی اصل زندگی ہے کیوں کہ وہ زندگی کیف و سرور سے بھری ہوئی ہوگی جس میں کوئی کدورت وغیرہ نہیں ہوگی۔

٢۔ آخرت ایسا گھر ہے جس کو کبھی فنا نہیں ہے۔

آٹھواں نام: ''فِرْدَوْس''

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

أُولَٰئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ الَّذِينَ يَرِثُونَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ
(المومنون: ۱۰۔۱۱)

یہی لوگ وارث ہیں جو فردوس کے وارث ہوں گے، وہ اس میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنَّاتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا
(الکہف: ۱۰۷)

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے ان کے لئے فردوس کے باغات ہوں گے بطور مہمانی کے۔

فردوس تمام جنتوں کا نام ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ وہ جنت کا سب سے افضل اور اعلیٰ درجہ ہے، فردوس کے اصل معنی باغ کے ہیں، حضرت کعبؓ فرماتے ہیں: ''فردوس اس باغ کو کہتے ہیں جس میں انگور ہوں'' ضحاک فرماتے ہیں: ''فردوس اس باغ کو کہتے ہیں جو درختوں سے گھرا ہوا ہو'' اور مبرّد نے اسی کو قول مختار (پسندیدہ) قرار دیا ہے۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

وَإِنَّ ثَوَابَ اللّٰهِ كُلُّ مُخَلَّدٍ   جِنَانٌ مِنَ الْفِرْدَوْسِ فِيهَا مُخَلَّدُ

بے شک اللہ کا ثواب ہر جنتی کے لئے فردوس کے باغات کی شکل میں ہوگا جن میں وہ ہمیشہ رہے گا۔

نواں نام: ''جَنَّاتُ النَّعِيم'' (نعمتوں کے باغات)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَ عَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ جَنَّاتُ النَّعِيْمِ (لقمان:۸)	بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے ان کے لئے نعمتوں کے باغات ہیں۔

یہ نام بھی جنت کی تمام قسموں پر صادق آتا ہے کیوں کہ ہر جنت میں مختلف الانواع نعمتیں اور لذت کے سامان ہوں گے۔

دسواں نام: "مَقَامٌ اَمِيْن" (پرامن جگہ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ أَمِيْنٍ، فِيْ جَنَّاتٍ وَّ عُيُوْنٍ۔ (الدخان:۵۱،۵۲)	بے شک متقی حضرات پرامن جگہ میں ہوں گے (یعنی) باغات اور چشموں میں۔

"مقام" کے معنی ہیں قیام کرنے کی جگہ اور "امین" کے معنی ہیں وہ جگہ جو ہر برائی، آفت اور ناپسندیدہ چیزوں سے محفوظ ہو۔

گیارہواں اور بارہواں نام: "مَقْعَدُ الصِّدْق" (اعلیٰ مقام) اور "قَدَمُ الصِّدْق" (اونچا مرتبہ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنَّاتٍ وَّ نَهَرٍ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ (القمر:۵۴۔۵۵)	جو پرہیزگار ہیں وہ باغات اور نہروں میں ہوں گے، ایک اعلیٰ مقام میں، قدرت والے بادشاہ کے نزدیک۔

جنت کو "مقعد صدق" اس لئے کہا گیا کہ اس سے وہ تمام مقاصد حاصل ہوتے ہیں جو کسی ٹھکانے سے حاصل ہونے چاہئیں، صدق کے اصل معنی صحت اور کمال کے ہیں اسی سے "صَدَقٌ" آتا ہے جس کے معنی ٹھوس نیزے کے ہیں

اور جہاں تک ''قدم الصدق'' کا تعلق ہے تو بعض لوگوں نے اس کی تفسیر جنت سے کی ہے اور بعض لوگوں نے کہا کہ اس سے مراد وہ اعمال ہیں جن سے جنت حاصل ہوتی ہے ایک تفسیر یہ ہے کہ اس سے مراد رسول اللہ ﷺ ہیں لیکن تحقیقی بات یہ ہے کہ اس سے مذکورہ سبھی چیزیں مراد ہو سکتی ہیں اور سب حق ہیں۔

جنتوں کی تعداد کتنی ہے؟

''جنت'' ایک ایسا جامع لفظ ہے جو تمام باغات، رہنے کے مکانات اور محلات سب پر مشتمل ہے، جنتوں کی تعداد بہت زیادہ ہے جیسا کہ امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں انس بن مالکؓ کی روایت نقل کی ہے کہ امّ الربیع بنت البراءؓ (جو حارثہ بن سراقہ کی والدہ ہیں) رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! کیا آپ مجھے حارثہ کے بارے میں نہیں بتائیں گے؟ (وہ بدر کے روز ایک تیر سے شہید ہو گئے تھے) تاکہ اگر وہ جنت میں ہوں تو صبر کرلوں اور اگر اس کے علاوہ کہیں اور ہوں تو بہت زیادہ آنسو بہاؤں، آپؐ نے فرمایا: ''اے امِ حارثہ!'' جنت میں بہت سی جنتیں ہیں اور تمہارے بیٹے کو فردوس اعلیٰ میں جگہ ملی ہے (۱)

اور صحیحین میں ابو موسیٰ اشعریؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جنتان من ذهب آنيتهما و حليتهما و ما فيهما و جنتان من فضة آنيتهما و حليتهما و ما فيهما ، و ما بين القوم و بين أن ينظروا إلى ربهم إلا رداء الكبرياء على وجهه

دو جنت ایسی ہوں گی جن کے برتن، زیورات اور جو کچھ ان میں ہے سب سونے کے ہوں گے اور دو جنت ایسی ہوں گی جن کے برتن زیورات اور جو کچھ ان میں ہے سب چاندی کے ہیں اور لوگوں کے اور اللہ کے دیدار کے درمیان کبریائی

---

(۱) بخاری کتاب الجهاد باب من أتاه سهم غرب فقتله .

فی جنة عدن

(بخاری کتاب التفسیر ، مسلم کتاب الایمان)

کی چادر کے علاوہ کوئی حجاب نہیں ہوگا جو جنت عدن میں اللہ کے چہرے پر ہوگی۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ
(الرحمن :۴۶)

اور جو اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرا اس کے لئے دو باغات ہوں گے۔

ان دو جنتوں کی صفات ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

وَ مِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتَانِ
(الرحمن :۶۲)

اور ان (باغوں) سے کم درجہ میں دو باغ اور ہوں گے۔

پھر ان کی صفات کو ذکر کیا پہلے دو باغات کی صفات اور بعد والے دونوں باغات کی صفات کو پڑھ کر یہ سمجھنے میں ذرا بھی تامل نہیں ہوتا کہ پہلے والے باغات بعد والے باغات سے افضل ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ نے بعض جنتوں کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور ان کے درخت اپنے ہاتھ سے بوئے

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جنتوں میں سے ایک جنت کو اپنے لئے منتخب کیا ہے، اس کو اپنے عرش کے قریب بنایا اور اس کو اپنے ہاتھ سے بویا، لہذا وہ تمام جنتوں کی سردار ہے اور ظاہر ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہر چیز میں سب سے بہترین اور افضل کا انتخاب کرتا ہے، چنانچہ فرشتوں میں حضرت جبریلؑ کا، بنی نوع انسان میں محمد ﷺ کا، آسمانوں میں علیا کا، شہروں میں مکہ کا، مہینوں میں اشہر حرم کا، راتوں میں شب قدر کا، دنوں میں جمعہ کا، اور اوقات میں نماز کے اوقات کا انتخاب کیا ''يَخْلُقُ مَايَشَاءُ وَ يَخْتَارُ''(۱) اور اللہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جس کا چاہتا ہے انتخاب کرتا ہے۔

طبرانی نے اپنی معجم میں ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا

ينزل الله تعالىٰ فى آخر ثلاث ساعات بقين من الليل فينظر الله فى الساعة الأولىٰ منهن فى الكتاب الذى لا ينظر فيه غيره

رات کے اخیر کی تین گھڑیاں ایسی ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کا نزول ہوتا ہے، پہلی گھڑی میں اللہ تعالیٰ اس دفتر کو دیکھتا ہے جس کو اس کے علاوہ کوئی نہیں دیکھتا، تو جو چاہتا ہے مٹاتا

(۱) القصص :۶۸

فيمحو ما يشاء و يثبت ، ثم ينظر فى الساعة الثانية فى جنة عدن وهى مسكنه الذى يسكن فيه ، لا يكون معه فيها أحد إلّا الأنبياء والشهداء والصديقون ، و فيها مالم يره أحد، ولا خطر على قلب بشر، ثم يهبط آخر ساعة من الليل ، فيقول : ألا مستغفر يستغفرنى فأغفر له ؟ألا سائل يسألنى فأعطيه؟ ألا داع يدعونى فاستجيب له حتى يطلع الفجر"

(تفسير ابن جرير ،مجمع الزوائد للهيثمى)

ہے اور جو چاہتا ہے ثبت کرتا ہے پھر دوسری گھڑی میں ''جنت عدن'' کو دیکھتا ہے اور وہ اس کا مسکن ہے جس میں وہ رہتا ہے اس میں اس کے ساتھ کوئی نہیں ہوتا سوائے انبیاء، شہداء اور صدیقین کے .اور اس میں ایسی چیزیں ہیں جن کو کسی نے دیکھا ہے نہ کسی انسان کے دل میں ان کا خیال آیا ہے، پھر رات کے آخری حصہ میں اترتا ہے ، اور کہتا ہے : ہے کوئی مغفرت طلب کرنے والا جو مجھ سے مغفرت طلب کرے اور میں اس کی بخشش کردوں؟ ہے کوئی مانگنے والا جو مجھ سے مانگے اور میں اس کو عطا کردوں؟ ہے کوئی دعا کرنے والا جو مجھ سے دعا کرے اور میں اس کی دعا قبول کروں؟ اور یہ معاملہ طلوع فجر تک جاری رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ قُرْآنَ الْفَجْرِ إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْداً

(الاسراء :۷۸)

اور صبح کی نماز (بھی قائم کیجئے) بیشک صبح کی نماز حضوری کا وقت ہے۔

حسن بن سفیان نے سند کے ساتھ انس بن مالک کی روایت نقل کی ہے

کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إن الله بنى الفردوس بيده و حظرها على كل مشرك ، وكل مد من خمر سكير	اللہ تعالیٰ نے فردوس کو اپنے ہاتھ سے بنایا، اور اس کو ہر مشرک نیز ہر شرابی نشیلے آدمی پر حرام کیا ہے۔

(كتاب الفردوس، للديلمى)

امام دارمی اور نجاد رحمۃ اللہ علیہما نے عبداللہ بن الحارث سے ایک روایت مرفوعاً نقل کی ہے مگر صحیح یہ ہے کہ وہ عبداللہ بن الحارث پر موقوف ہے اس میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تین چیزوں کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا، اس نے حضرت آدمؑ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا، اور اس نے توریت کو اپنے ہاتھ سے لکھا، اور اس نے فردوس کو اپنے ہاتھ سے بویا پھر اس نے کہا: میری عزت وجلال کی قسم! اس میں شرابی اور دیوّث داخل نہ ہوگا صحابہؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ! شرابی کا مطلب تو ہم سمجھ گئے مگر دیوث کا مطلب کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا دیوث وہ شخص ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ غلط کام ہوتا دیکھے اور خاموش رہے۔

امام دارمی نے حضرت مجاہد کی روایت نقل کی ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے چار چیزوں کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا ہے عرش کو، قلم کو، عدن کو، اور آدم کو، پھر تمام مخلوقات سے کہا ہو جا تو وہ ہو گئی۔

امام بیہقیؒ نے حضرت ابو سعید خدریؓ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إن الله أحاط حائط الجنة بلبنة من ذهب و لبنة من فضة ، و غرس غرسها بيده	اللہ تعالیٰ نے جنت کی دیوار ایک سونے کی اینٹ اور ایک چاندی کی اینٹ سے بنائی اور اس کے پودے اپنے ہاتھ سے لگائے

و قال لها تكلمي ، فقالت قد افلح المؤمنون ، فقال طوبى لك منزل الملوك	پھر اس سے کہا کچھ بول تو اس نے کہا مومنین کامیاب و کامراں ہوگئے تجھے مبارکبادی ہو، تو بادشاہوں کی قیام گاہ ہے۔

(كتاب الفردوس ، للديلمي)

اور امام مسلمؒ نے اپنی صحیح میں مغیرہ بن شعبہؓ کی روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

سأل موسىٰ عليه السلام ربه ، ما أدنى أهل الجنة منزلة قال : رجل يجيئى بعد ما دخل أهل الجنة الجنة ، فيقال له : أدخل الجنة ، فيقول : رب كيف و قد نزل الناس منازلهم وأخذوا أخذاتهم ؟ فيقال له ، أترضى أن يكون لك مثل ملك من ملوك الدنيا ؟ فيقول رضيت رب فيقول له : لك ذلك ، و مثله ، و مثله ، و مثله فقال في الخامسة ، رضيت رب . قال رب ! فأعلاهم منزلة ؟	موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے پوچھا سب سے کم درجہ والا جنتی کون ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے کہا: وہ شخص جو اہلِ جنت کے جنت میں داخل ہوجانے کے بعد آئے گا اور اس سے کہا جائے گا جنت میں داخل ہوجا تو وہ کہے گا: اے میرے رب! اب یہ کیسے ممکن ہے جب کہ لوگ اپنی اپنی جگہ لے چکے ہیں تو اس سے کہا جائے گا کیا تو اس بات پر راضی ہے کہ تجھ کو اتنا دے دیا جائے جتنا دنیا کے بادشاہوں میں سے کسی کے پاس تھا۔ وہ کہے گا: اے میرے رب! میں راضی ہوں، تو اللہ اس سے کہے گا: چل تجھ کو یہی نہیں کہ اتنا دیا جاتا ہے بلکہ اس کے برابر اور، اس کے برابر اور،

قال أولئك الذين أردت غرست كرامتهم بيدی و ختمت عليها ، فلم ترعين، ولم تسمع أذن ، ولم يخطر على قلب بشر . و مصداقه من كتاب الله " فلا تعلم نفس ما أخفى لهم من قرة أعين جزاء بما كانوا يعملون " (١)

(مسلم کتاب الایمان)

اس کے برابر اور، پانچویں مرتبہ میں وہ کہے گا: اے میرے رب! میں راضی ہوں، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب! سب سے اونچے مرتبہ والا جنتی کون ہوگا؟ اللہ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہوں گے جنکو میں نے چاہا ہے، میں نے ان کی عزت کا درخت اپنے ہاتوں سے لگایا، اور اس پر مہر لگادی، اس میں ایسی چیزیں ہیں جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سُنا اور نہ کسی انسان کے دل پر اس کا گذر ہوا، اور اس کا مصداق اللہ تعالیٰ کے اس قول میں ہے"فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ" (کوئی نفس نہیں جانتا کہ اس کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک کے لئے کیا کیا سامان چھپا رکھا گیا ہے اور یہ بدلہ ہے ان اعمال کا جو وہ کرتے تھے۔

---

(۱)السجدة : ۱۷

جنت کے پہرے دار، خزانچی اور سردار خزانچی

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ، حَتّٰى إِذَا جَآءُوْهَا وَ فُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَ قَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خَالِدِيْنَ
(الزمر :٧٣)

ان لوگوں کو جنہوں نے اپنے رب کا لحاظ کیا جنت کی طرف گروہ در گروہ لے جایا جائے گا ، یہاں تک کہ جب وہ وہاں پہونچیں گے اور اس کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور اس کے خزانچی کہیں گے تم پر سلامتی ہو تم پاکیزہ رہے، لہذا تم اس میں داخل ہو جاو ہمیشہ ہمیش کے لئے۔

اور امام مسلمؒ نے اپنی صحیح میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

آتی باب الجنة يوم القيامة فاستفتح فيقول الخازن من أنت ؟ فأقول محمد ،فيقول بك أمرت أن لا أفتح لأحد قبلك
(مسلم كتاب الايمان)

میں روزِ قیامت جنت کے دروازے پر آؤں گا اور اس کو کھلواؤں گا تو خزانچی کہے گا: تم کون ہو؟ میں کہوں گا: میں محمد ہوں ، تو وہ کہے گا : آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے بارے میں مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ آپ سے پہلے کسی کے لئے نہ کھولوں۔

اس سے پہلے ابو ہریرہؓ کی حدیث گذر چکی ہے جس میں ذکر کیا گیا کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے راہِ خدا میں کسی چیز کے جوڑے جوڑے خرچ کئے جنت کے خزانچی ہر دروازے سے اس کو پکاریں گے اے فلاں ادھر آؤ۔ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ! یہ وہ شخص ہوگا جو کسی نقصان میں مبتلا نہ ہوگا، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا میں امید کرتا ہوں کہ تم بھی ان میں سے ہو گے (۱) اور ایک روایت میں یہ ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا کوئی شخص ایسا ہے جس کو ان تمام دروازوں سے بلایا جائے گا، آپ نے فرمایا کہ ہاں اور میں امید کرتا ہوں کہ تم بھی ان میں سے ہو گے (۲)

اس سے بآسانی یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی ہمت کتنی بلند تھی اور ان کا حوصلہ کتنا عالی تھا تب ہی انہوں نے یہ سوال کیا تا کہ اس عمل میں جدو جہد کر سکیں جس سے ان کو یہ مقام حاصل ہو۔

جہاں تک سب سے بڑے خزانچی کے نام کا تعلق ہے تو اس کا نام ''رضوان'' ہے اور دوزخ کے خزانچی کا نام ''مالک'' ہے۔

---

(۱) بخاری کتاب الجهاد، مسلم کتاب الزکاة (۲) مسلم کتاب الزکاة

سب سے پہلے بابِ جنت کو کھٹکھٹانے والا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

أنا أول من يفتح له باب الجنة إلا أن امرأة تبادرني ، فاقول لها مالك أوما أنت ؟ فتقول انا امرأة قعدت على يتاماى ،
(مسند احمد)

(قیامت کے دن) میں سب سے پہلا شخص ہوں گا جس کے لئے جنت کا دروازہ کھولا جائے گا مگر ایک عورت مجھ سے آگے آگے ہوگی میں اس سے پوچھونگا تو کون ہے؟ وہ کہے گی میں اپنے یتیم بچوں کی خاطر اپنے گھر میں رہی۔

امام ترمذیؒ نے حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت نقل کی ہے جس میں وارد ہے کہ صحابہ کرامؓ نبی کریم ﷺ کے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ ﷺ تشریف لائے اور جب ان کے قریب پہونچے تو آپؐ کو ان کے مذاکرہ کرنے کی آواز سنائی دی ان میں سے ایک نے کہا: تعجب ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے حضرت ابراہیمؑ کو اپنا دوست بنایا۔ دوسرے نے کہا: اس سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو ہمکلام بنایا۔ تیسرے نے کہا: حضرت عیسیٰ اللہ کا کلمہ اور اس کی پیدا کردہ روح ہیں ۔ چوتھے نے کہا: حضرت آدمؑ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے چنا، آپ ﷺ ان کے پاس آئے اور سلام کیا پھر فرمایا: ''میں نے تمہاری باتیں سن لیں اور تمہارا تعجب دیکھ لیا، بیشک ابراہیمؑ اللہ کے خلیل ہیں اور یہ سچ ہے، موسیٰ اللہ کے کلیم ہیں، یہ بات بھی صحیح ہے، عیسیٰ اللہ کی (پیدا کردہ) روح اور اس کا کلمہ ہیں یہ بات بھی صحیح ہے، اور آدمؑ

کو اللہ تعالیٰ نے چنا یہ بات بھی صحیح ہے، اب تم اچھی طرح سن لو! میں اللہ کا حبیب ہوں میں یہ بات بطور فخر کے نہیں کہہ رہا ہوں (بلکہ تحدیث بالنعمت کے طور پر) اور میں قیامت کے دن حمد کے جھنڈے کو اٹھاؤں گا یہ بھی بطور فخر کے نہیں کہہ رہا ہوں، اور قیامت کے دن سب سے پہلے میں سفارش کروں گا اور سب سے پہلے میری سفارش قبول کی جائے گی اس میں فخر نہیں جتلا رہا ہوں، اور میں سب سے پہلے جنت کی کنڈی کھٹکھٹاؤں گا تو میرے لئے جنت کھول دی جائے گی اور میں اس میں داخل ہو جاؤں گا اور میرے ساتھ فقیر مومنین ہوں گے، یہ بھی میں بطور فخر کے نہیں کہہ رہا ہوں .اور میں اگلے اور پچھلے سب میں سب سے زیادہ باعزت رہوں گا یہ بھی بطور فخر کے نہیں کہہ رہا ہوں (ترمذی کتاب المناقب)

اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جب لوگ قبر سے اٹھائے جائیں گے تو میں سب سے پہلے قبر سے باہر آؤں گا اور جب لوگ خاموش رہیں گے تو میں ان کا خطیب ہوں گا، اور جب وہ جمع ہوں گے تو میں ان کا قائد رہوں گا اور جب ان کو روک لیا جائے گا تو میں ان کا سفارشی رہوں گا، اور جب وہ مایوس ہو جائیں گے تو میں ان کو خوشخبری سناؤں گا حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا، اور اس دن جنت کی کنجیاں بھی میرے ہاتھ میں ہوں گی، اس دن میں اپنے رب کے نزدیک بنی آدم میں سب سے محترم ہوں گا، یہ بھی میں بطور فخر نہیں کہہ رہا ہوں، ہزاروں خدمت گذار میری خدمت میں لگے ہوں گے، وہ ایسے ہوں گے جیسے خوبصورت موتی۔(۱) اور صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''قیامت کے دن سب سے زیادہ پیروکار میرے ہوں گے اور میں سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا۔(۲)

---

(۱)ترمذی کتاب المناقب، دلائل النبوۃ للبیہقی (۲)مسلم کتاب الایمان۔

جنت میں سب سے پہلے داخل ہونے والی امت

صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

نحن السابقون الاولون یومَ القیامة بیدأنهم أوتو الکتاب من قبلنا و أوتیناه من بعدهم

(بخاری کتاب الجمعة ، مسلم کتاب الجمعة)

قیامت کے دن ہم سب سے آگے پیش پیش ہوں گے البتہ ان کو (اہل کتاب کو) ہم سے پہلے کتاب عطا کی گئی اور ہم کو ان کے بعد۔

اور صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہم سب سے آخر (میں آئے مگر) قیامت میں سب سے اول ہوں گے اور ہم سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے مگر فرق یہ ہے کہ ان کو ہم سے پہلے کتاب عطا کی گئی اور ہم کو ان کے بعد عطا کی گئی، وہ آپس میں اختلاف کر بیٹھے، اور اللہ نے ہماری اس چیز میں حق کی طرف رہنمائی کی جس میں وہ اختلاف کر بیٹھے تھے۔(۱)

دارقطنی نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إن الجنة حرمت علی الأنبیاء کلهم حتی أدخلها و

جنت تمام انبیاء کے لئے اس وقت تک حرام کردی گئی ہے جب تک کہ

---

(۱)مسلم کتاب الجمعة

حرمت علی الأمم حتی تدخلها أمتی ۔ (کنز العمّال)

میں اس میں داخل نہ ہو جاؤں، اور تمام امتیوں کے لئے اس وقت تک حرام کر دی گئی ہے جب تک کہ میری امت اس میں داخل نہ ہو جائے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ امتِ محمدیہؐ سب سے پہلے قبر سے اٹھائی جائے گی، سب سے پہلے محشر میں اعلیٰ جگہ پر پہونچے گی، سب سے پہلے عرش کے سایہ میں ہوگی، سب سے پہلے اس کا حساب کتاب ہوگا، سب سے پہلے پُل صراط پار کرے گی، اور سب سے پہلے جنت میں داخل ہوگی۔

رہ گیا یہ سوال کہ امت محمدیہؐ میں سے سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے والا کون ہے؟ تو اس کے متعلق ابوداودؒ نے اپنی سنن میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: حضرت جبرئیلؑ میرے پاس آئے اور انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھ کو جنت کا وہ دروازہ دکھلایا جس سے میری امت داخل ہوگی، حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا اے اللہ کے رسول ﷺ! کاش میں بھی آپ کے ساتھ ہوتا تا کہ میں بھی اس کو دیکھ لیتا، تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اے ابوبکر میری امت میں تم سب سے پہلے جنت میں داخل ہوگے(۱)

(۱)ابو داود کتاب السنة باب الخلفاء

سب سے پہلے جنت میں جانے والوں کی صفات

صحیحین میں ابو ہریرہؓ کی روایت نقل کی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

أول زمرة تلج الجنة صورهم على صورة القمر ليلة البدر لا يبصقون فيها ولا يمتخطون ، ولا يتغوطون فيها ، آنيتهم و أمشاطهم الذهب والفضة ، و مجامرهم الألوة ، ورشحهم المسك ، ولكل واحد منهم زوجتان يرى مخ ساقهما من وراء اللحم من الحسن ، لا اختلاف بينهم ولا تباغض، قلوبهم قلب واحد ، يسبحون الله بكرة و عشياً

(بخاری كتاب بدأ الخلق ، مسلم كتب الجنة)

لوگوں کا سب سے پہلا گروہ جو جنت میں جائے گا ان کی شکل چودھویں رات کے چاند کی طرح (چمکتی) ہوگی ، وہ جنت میں تھوک وغیرہ اور بول و براز سے پاک ہوں گے، ان کے برتن اور کنگھیاں سونے چاندی کی ہوں گی اور ان کے عود سوز، اگر کی لکڑی کے ہوں گے اور ان کا پسینہ مشک کا ہوگا۔ ان میں سے ہر ایک کو دو دو بیویاں ملیں گی جن کے حسن کا یہ عالم ہوگا کہ ان کی پنڈلی کی ہڈی گوشت کے اندر سے نظر آئے گی ، ان کے درمیان نہ کوئی اختلاف ہوگا اور نہ آپس میں بغض و حسد، ان کے دل ایک ہوں گے اور وہ صبح وشام اللہ کی تسبیح بیان کریں گے۔

صحیحین ہی کی ایک روایت میں ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اول زمرة يدخلون الجنة على صورة القمر ليلة البدر، والذين يلونهم على ضوء أشد كوكب دري في السماء إضاءة ، لا يبولون و لا يتغوطون ، ولا يتفلون ولا يمتخطون ، أمشاطهم الذهب ، ورشحهم المسك ، و مجامرهم الألوّة ، وأزواجهم الحور العين ، أخلاقهم على خلق رجل واحد ، على صورة ابيهم آدم ستون ذراعا في السماء۔

لوگوں کا سب سے پہلا گروہ جو جنت میں جائے گا ان کی شکل چودھویں رات کے چاند کی طرح (چمکتی) ہوگی ان کے بعد جو جائیں گے وہ آسمان میں سب سے زیادہ چمکنے والے تارے کی طرح ہوں گے، وہ بول و براز تھوک اور ریزش سے پاک ہوں گے، ان کی کنگھی سونے کی ہوگی ان کا پسینہ مشک کا ہوگا اور ان کے عودسوز اگر کی لکڑی کے ہوں گے، ان کی بیویاں کشادہ اور حسین آنکھوں والی ہوں گی ان کے اخلاق واطوار یکساں ہوں گے، ان کی صورت اپنے باپ آدم کی صورت کی طرح ہوگی، ساٹھ ہاتھ لمبی

(بخاری کتاب الأنبياء ، مسلم كتاب الجنة)

اور حاکم نے مستدرک میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''قیامت کے دن سب سے پہلے جنت میں داخلہ کے لئے ان لوگوں کو بلایا جائے گا جو مشقت اور راحت (دونوں حالتوں) میں اللہ کی تعریف کیا کرتے تھے'' (۱)

(۱) مستدرك حاكم

اور امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی مسند میں ابو ہریرہؓ کی روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عرض علی أول ثلاثة من أمتي يدخلون الجنة و أول ثلاثة يدخلون النار ، فأما أول ثلاثة يدخلون الجنة فالشهيد ، و عبد مملوك لم يشغله رق الدنيا عن طاعة ربه ، و فقير متعفف ذو عيال ، و أول ثلاثة يدخلون النار فأمير مسلط ، وذوثروة من مال لا يؤدي حق الله في ماله ، و فقير فخور .

(مسند احمد)

میرے سامنے ایسے تین شخص پیش کیۓ گۓ جو سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے، اسی طرح ایسے تین افراد پیش کیۓ گۓ جو سب سے پہلے جہنم میں جائیں گے، جہاں تک سب سے پہلے جنت میں جانے والوں کا تعلق ہے تو ان میں ایک شہید ہے، دوسرا وہ غلام جو دنیا میں غلام ہونے کے باوجود اپنے رب کی اطاعت سے غافل نہ رہا، تیسرے عیالدار فقیر جس نے پاکدامنی اختیار کی (اور کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلایا) اور تین آدمی جو سب سے پہلے جہنم میں جائیں گے ان میں ایک وہ امیر ہے جو کسی قوم پر (جبراً) مسلط ہو گیا ہو، دوسرا وہ صاحب ثروت جو اپنے مال میں اللہ کا حق ادا نہ کرتا ہو، تیسرے متکبر اور فخر کرنے والا فقیر۔

امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی مسند میں اور طبرانی نے اپنی معجم میں عبداللہ بن عمرو کی روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہؓ سے پوچھا کیا تم جانتے ہو کہ سب سے پہلے جنت میں کون جائے گا، صحابہؓ نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا سب سے پہلے جنت میں فقیر مہاجرین

جائیں گے جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مصیبتوں کو دور کرتا ہے، ان کی حالت یہ ہے کہ کبھی ان میں سے کسی کے دل میں کسی چیز کی آرزو پیدا ہوتی ہے مگر اس کو پورا کرنے سے پہلے ہی موت اس کو آلیتی ہے، فرشتے کہیں گے اے ہمارے رب! ہم تیرے فرشتے اور خزانچی ہیں اور تیرے آسمان کے باشندے ہیں لہذا تو ان کو ہم سے پہلے جنت میں نہ داخل کر، اللہ تعالیٰ کہے گا وہ میرے ایسے بندے ہیں جو میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہراتے تھے، ان کی وجہ سے مصیبتوں کو دور کیا جاتا تھا، ان میں سے کسی کے دل میں کوئی آرزو پیدا ہوتی تو موت اس کو اس آرزو کے پورا ہونے سے قبل ہی آدبوچتی تھی، اس کے بعد فرشتے ہر دروازے سے ان کے پاس داخل ہوں گے اور کہیں گے: تم پر سلامتی ہو تمہارے صبر کے بدلہ میں اور جنت کتنا بہترین ٹھانہ ہے (۱)

اسی طرح سورہ واقعہ میں جہاں اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کی دو صنف بیان فرمائی ایک نیک بخت دوسری بد بخت، پھر نیک بخت لوگوں کے دو مرتبے متعین کئے ایک سابقین اولین کا مرتبہ، دوسرا اصحاب الیمین کا، اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ نبی کریم ﷺ سب سے پہلے جنت میں جائیں گے، اور اگر کسی کے ذہن میں اس حدیث کی وجہ سے اشکال پیدا ہو جس میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے معلوم کیا تھا کہ تمہارا کونسا ایسا عمل ہے جس کی وجہ سے میں نے جنت میں اپنے آگے آگے تمہاری کھڑاؤں کی آواز سنی تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب بھی میں نے اذان دی تو دو رکعت نماز پڑھی اسی طرح وضو کی ضرورت پڑنے پر جب بھی میں نے وضو کیا تو ضرور دو رکعت نماز پڑھی (۲) اس حدیث سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ پر سبقت حاصل ہوگی، اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ حضرت

---

(۱) مسند احمد

(۲) مسند احمد، ترمذی کتاب المناقب

بلالؓ کو بحیثیت خادم اور پہریدار کے پیشگی جنت میں داخل کیا جائے گا جیسا کہ وضو کرنے اور مسجد میں داخل ہونے میں وہ آگے آگے رہتے تھے لہذا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کو حضور ﷺ پر جنت میں داخل ہونے کے سلسلہ میں سبقت حاصل ہوگی۔ واللہ أعلم۔

مفلس اہل ایمان (کوتاہ عمل) مالداروں سے پہلے جنت میں جائیں گے

امام احمد بن حنبلؒ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

یدخل فقراء المسلمین الجنة قبل اغنیائھم بنصف یوم و ھو خمس مأة عام (مسند احمد)	مسلمان فقراء جنت میں مسلمان اغنیاء سے آدھے دن پہلے جنت میں جائیں گے اور آدھا دن روز قیامت پانچسو سال کے برابر ہوگا۔

اور امام ترمذیؒ نے جابر بن عبداللہؓ کی روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

یدخل فقراء أمتی الجنة قبل الأغنیاء بأربعین خریفا (ترمذی کتاب الزھد)	میری امت کے فقراء جنت میں مالداروں سے چالیس سال پہلے داخل ہوں گے۔

صحیح مسلم میں بھی اسی طرح کی ایک روایت عبداللہ بن عمروؓ سے نقل کی گئی ہے مگر اس میں "فقراء امتی" کی بجائے "فقراء المھاجرین" کے الفاظ ہیں (۱) امام احمدؒ نے ابن عباسؓ کی روایت نقل کی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

(۱) مسلم باب الزھد والرقائق

جنت کے دروازے پر دو اہل ایمان کی ملاقات ہوگی ، دنیا میں ان میں سے ایک مفلس تھا دوسرا مالدار، مفلس کو جنت میں داخل کردیا جائے گا اور مالدار کو اتنی مدت روک لیا جائے گا جس کو اللہ ہی جانتا ہے، پھر اس کو جنت میں داخل کیا جائے گا ، جب مفلس کی اس سے ملاقات ہوگی تو کہے گا میرے بھائی تم کیوں رک گئے تھے خدا کی قسم میں تمہارے سلسلہ میں اندیشہ محسوس کرنے لگا تھا وہ کہے گا میرے بھائی تمہارے بعد مجھے بڑی ناپسندیدہ خوفناک جگہ روک لیا گیا تھا ، تمہارے پاس پہونچنے تک میں پسینہ میں شرابور ہوگیا ، مجھے اتنا پسینہ آیا کہ اگر اس کو ایسے ایک ہزار اونٹ بھی پینا چاہتے جنھوں نے کڑوے اور نمکین پودے چرے ہوں تو بھی ان کی سیرابی کے لئے کافی ہوتا۔

مذکورہ بالا احادیث میں بعض روایات سے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ فقراء مومنین مالداروں سے پانچسو سال پہلے جنت میں جائیں گے، اور بعض سے پتہ چلتا ہے کہ چالیس سال پہلے تو دراصل ان میں کوئی تناقض نہیں ہے ، جیسا کہ شراح حدیث نے دونوں کے درمیان تطبیق دینے کی کوشش کی ہے انہوں نے فرمایا کہ یہ فرق فقراء اور اغنیاء کے احوال کے اعتبار سے ہے، بعض فقراء بعض اغنیاء سے پانچسو سال پہلے جائیں گے اور بعض چالیس سال پہلے، بالکل اسی طرح جیسا کہ اہل توحید میں سے جو گنہگار اور مجرم ہوں گے وہ جہنم میں اپنے گناہ اور جرم کے اعتبار سے کم یا زیادہ مدت رہیں گے، کسی کو زیادہ دنوں تک رہنا پڑے گا کسی کو کم۔

نوٹ :

اس حقیقت سے کہ مفلس اصحاب ایمان مالداروں سے پہلے جنت میں جائیں گے، یہ بات لازم نہیں آتی کہ علی الاطلاق ان سب کے درجات بلند ہوں

گے، بلکہ ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ بعد والے کا درجہ پہلے والے سے زیادہ بلند ہو، اس کی دلیل یہ ہے کہ بعض امتی جنت میں بلا حساب و کتاب داخل ہوں گے ان کی تعداد حدیث میں ستر ہزار بتائی گئی ہے اور ظاہر ہے بعض ایسے حضرات جو حساب و کتاب کے بعد جنت میں جائیں گے ان کا درجہ بے حساب و کتاب جانے والوں میں بہت سوں سے بلند ہوگا، اسی طرح مالدار نے اگر شکر الٰہی کو بجالاتے ہوئے خیر سگالی اور اطاعت الٰہی میں اپنا مال لگایا ہوگا تو وہ اس فقیر سے بلند درجہ ہوگا جس کو اس کا موقع نہ ملا ہو، خاص طور پر اگر مالدار اس کے ساتھ ساتھ فقیر کے اور دوسرے اعمال شرعیہ میں بھی برابر کا شریک رہا ہو۔

خلاصہ یہ کہ جنت میں داخلہ اور اس کے درجات کی دو حیثیتیں ہوں گی ایک حیثیت جنت میں پہلے جانے کی، دوسری حیثیت رفع درجات کی، کسی کو دونوں حیثیتیں حاصل ہوں گی یعنی وہ جنت میں بھی پہلے جائے گا اور بلند درجات پر بھی فائز ہوگا، کسی کو ایک حیثیت حاصل ہوگی یعنی یا تو سبقت کی یا بلندئ درجات کی، اور کسی کو دونوں میں سے کچھ بھی نہیں۔

ایسے جنتی جن کے لئے جنت کی ضمانت دی گئی ہے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ سَارِعُوا إِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ، وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ، الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ، وَالَّذِيْنَ إِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً أَوْظَلَمُوْآ أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَ مَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ إِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَافَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ، أُوْلٰٓئِكَ جَزَآئُهُمْ مَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ جَنَّاتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا وَ نِعْمَ

اور اپنے رب کی مغفرت کی طرف لپکو اور ایسی جنت کی طرف جس کا عرض سارے آسمان اور زمین ہیں، وہ متقین کے لئے تیار کی گئی ہے جو فراخی و تنگی دونوں حالتوں میں (راہِ خدا میں) خرچ کرتے ہیں اور غصہ کو پی جانے والے اور لوگوں کے ساتھ عفوو در گذر کا معاملہ کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ اچھا کام کرنے والوں کو پسند کرتا ہے (اس کے علاوہ ان کی صفت یہ بھی ہے کہ) جب ان سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے یا وہ اپنے اوپر کسی طرح کا ظلم کر بیٹھیں تو وہ اللہ کو یاد کرتے ہیں اور اپنے گناہوں کی معافی چاہتے ہیں اور اللہ کے علاوہ کون ہے جو گناہ معاف کر سکے اور یہ لوگ اپنے گناہوں پر جانتے بوجھتے اصرار نہیں کرتے یہی وہ لوگ ہیں جن کا بدلہ ان کے رب کی طرف سے بخشش ہے اور ایسے باغات ہیں جن کے نیچے سے

أَجْرُ الْعَامِلِيْنَ
(آل عمران:۱۳۳۔۱۳۶)

نہریں جاری ہوں گی وہ اس میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے اور (ایسے) نیک اعمال کرنے والوں کا کتنا بہترین بدلہ ہے۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جنت صرف متقین کے لئے تیار کی ہے دوسروں کے لئے نہیں، اس کے ساتھ ساتھ اس آیت میں ان متقیوں کے اوصاف اور خصائص کو بھی بیان کیا گیا ہے جن کا خلاصہ یہ ہے کہ ان کا معاملہ اللہ کے ساتھ بھی اچھا ہے اور مخلوق کے ساتھ بھی، مخلوق کے ساتھ یہ ہے کہ وہ ہر حال میں فقراء و مساکین کی امداد کرتے ہیں، اور اگر ان کے ساتھ کوئی بد اخلاقی کے ساتھ پیش آئے تو بجائے غصہ کرنے کے وہ غصہ کو پی جاتے ہیں اور کسی سے اپنی ذات کے لئے انتقام نہیں لیتے بلکہ عفو و درگذر کرتے ہیں اور اللہ کے ساتھ ان کا معاملہ یہ ہے کہ جب بھی ان سے کوئی گناہ سرزد ہو جاتا ہے تو وہ فوراً سچے دل سے توبہ واستغفار کرتے ہیں اس پر شرمسار ہوتے ہیں اور جان بوجھ کر بار بار اس گناہ کو نہیں کرتے۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَ السَّابِقُوْنَ الْأَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ أَبَدًا ، ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ
(التوبۃ:۱۰۰)

اور جو مہاجرین وانصار میں سے سابق و مقدم (ہیں) اور جنہوں نے نیک کرداری میں ان کی پیروی کی اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے اور اللہ نے ان کے لئے ایسے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، اور یہی بڑی کامیابی ہے۔

اور سورہ انفال میں فرمایا:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ إِذَا ذُكِرَاللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ إِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهٗ زَادَتْهُمْ إِيْمَانًا وَّ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ - الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلَاةَ وَ مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُوْنَ، أُوْلٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَّهُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ مَغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ
(الانفال :۲-۴)

حقیقی مومنین وہ ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر آتا ہے تو ان کے دل لرز جاتے ہیں، اور جب ان کے سامنے اس کی آیات پڑھ پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو ان کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے اور وہ اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں، جو نماز قائم کرتے اور ہماری عطا کی ہوئی چیزوں میں سے خرچ کرتے ہیں یہی لوگ درحقیقت اہل ایمان ہیں، ان کے لئے ان کے رب کے یہاں بلند درجات ہیں، بخشش ہے اور اچھا رزق ہے

امام مسلمؒ نے اپنی صحیح میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے فرماتے ہیں:

لما كان يوم خيبر أقبل نفر من صحابة النبى ﷺ فقالوا: فلان شهيد، وفلان شهيد، وفلان شهيد، حتى مروا على رجل فقالوا: فلان شهيد فقال رسول الله ﷺ : " كلا إنى رأيته فى النار

خیبر کے دن بعض صحابہؓ کچھ لوگوں کے بارے میں اپنا خیال ظاہر کر رہے تھے کہ فلاں شہید ہے، فلاں شہید ہے، فلاں شہید ہے، یہ کہتے کہتے انہوں نے جب ایک آدمی کے بارے میں کہا کہ وہ شہید ہے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہرگز نہیں

في بردة غلها أو عباءة ثم قال رسول الله ﷺ : يا ابن الخطاب اذهب فناد في الناس إنه لا يدخل الجنة إلا المومنون ، قال فخرجت فناديت : إنه لايدخل الجنة إلا المومنون (مسلم كتاب الايمان)

میں نے اس کو ایک چادر مالِ غنیمت میں سے چوری کرنے کی وجہ سے جہنم میں دیکھا ہے پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، اے خطاب کے بیٹے جاؤ! اور لوگوں میں اعلان کردو کہ جنت میں صرف مومنین ہی جائیں گے، فرماتے ہیں میں گیا اور میں نے اعلان کردیا کہ جنت میں صرف مومنین ہی جائیں گے۔

صحیح مسلم میں عیاض بن حمار مجاشعیؓ کی روایت ذکر کی گئی ہے فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

ألا إن ربي أمرني أن أعلمكم ماجهلتم مما علمني يومي هذا ، كل مال نحلته عبداً حلال ، و إني خلقت عبادي حنفاء كلهم و إنهم أتتهم الشياطين فاجتالتهم عن دينهم ، و حرمت عليهم ما أحللت لهم ، و أمرتهم أن يشركوا بي مالم انزل به سلطاناً ، و إن الله نظر إلى أهل الأرض فمقتهم عربهم

خوب اچھی طرح سن لو! میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں وہ باتیں بتاؤں جن سے تم ناواقف ہو اور وہ اس نے آج مجھے سکھائی ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جو مال میں نے اپنے بندے کو عطا کیا ہے وہ اس کے لئے حلال ہے، اور میں نے اپنے تمام بندوں کو ملت حنیفیہ (دین توحید) پر پیدا کیا پھر شیاطین نے ان کے پاس آکر ان کو ان کے دین سے ہٹا دیا اور میری حلال کردہ چیزوں کو ان پر حرام کردیا اور ان کو حکم دیا کہ میرے ساتھ

و عجمهم إلا بقايا من أهل الكتاب و قال إنما بعثتك لأبتليك وابتلي بك ، و انزلت عليك كتاباً لا يغسله الماء ، تقرأه نائما ويقظان إن الله أمرني أن أحرق قريشاً فقلت رب إذاً يثلغوا رأسي ، فيدعوه خبزة قال استخرجهم كما استخرجوك و اغزهم نغزك ، و أنفق فسننفق عليك ، و ابعث جيشا فبعث خمسة مثله ، وقاتل بمن أطاعك من عصاك ، قال و أهل الجنة ثلاثة : ذوسلطان مقسط متصدق موفق ، و رجل رحيم رقيق القلب لكل ذي قربى و مسلم ، و عفيف متعفف ذو عيال ، و أهل النار خمسة : الضعيف

ان چیزوں کو شریک ٹھہرائیں جن کے بارے میں میں نے کوئی دلیل نازل نہیں کی۔ اور اللہ نے اہل زمین کی طرف دیکھا اور عرب و عجم سب کو ناپسند کیا سوائے اہل کتاب میں سے کچھ باقی ماندہ لوگوں کے۔ اور اللہ نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے تجھ کو اس لئے بھیجا ہے تا کہ تجھ کو آزماؤں اور تیرے ذریعہ لوگوں کو آزماؤں اور میں نے تجھ پر ایسی کتاب نازل کی ہے جس کو پانی دھو نہیں سکتا، تم اس کو سوتے جاگتے پڑھ سکتے ہو اور اللہ نے مجھے حکم دیا کہ قریش کو جلا دو، میں نے عرض کیا اے میرے رب تب تو وہ میرا سر پھوڑ دیں گے اور روٹی کے چورے کی طرح اس کا چورا کر دیں گے، اللہ نے کہا: ان کو نکالدو جس طرح انہوں نے تجھ کو نکالا اور ان پر حملہ کرو ہم تمہاری مدد کریں گے اور خرچ کرو ہم تم پر خرچ کریں گے اور اپنا کوئی لشکر روانہ کرو ہم اس کے برابر پانچ لشکر بھیجیں گے اور جو تمہارے فرماں بردار ہوں ان کو لیکر اپنے نافرمانوں سے قتال

الذی لازبرله الذین هم فیکم تبعاً لایبغون أهلاً ولا مالاً ، والخائن الذی لا یخفی له طمع و إن دق إلاخانه ، و رجل لایصبح ولا یمسی إلا وهو یخادعك عن اهلك و مالك ، و ذکر البخل ، أوالکذب ، والشنظیر الفحاش ، و إن الله أوحی إلی أن تواضعوا حتی لایفخر أحد علی أحد ولا یبغی أحد علی أحد

(مسلم کتاب الجنة)

کرو، پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جنتی تین ہیں ایک با انصاف صدقہ کرنے والا با توفیق حاکم ، دوسرا رحمدل شخص جو تمام رشتہ داروں اور عام مسلمانوں کے ساتھ رحمدلی کا سلوک کرتا ہو۔ تیسرا پاکدامن دست سوال دراز نہ کرنے والا عیالدار، اور دوزخی پانچ ہیں ،ایک وہ کمروز شخص جس کے پاس عقل نام کی کوئی چیز نہیں جو تمہارے درمیان تابع بن کر رہتے ہیں اور نہ بیوی بچے چاہتے ہیں نہ مال و دولت۔ دوسرا وہ خائن جو معمولی سے معمولی چیز میں خیانت کرتا ہے۔ تیسرا وہ شخص جو صبح و شام تمہارے بیوی بچوں اور تمہارے مال کے سلسلہ میں دھوکہ بازی کرتا ہے۔ چوتھے نمبر پر آپ ﷺ نے بخل کا ذکر کیا یا جھوٹ کا (راوی کو شک ہے)۔ پانچواں فاسق و فاجر اور بدزبان و بے حیا شخص (آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا) اللہ نے مجھے وحی کی ہے کہ تم ایک دوسرے کے ساتھ تواضع سے پیش آو اور کوئی کسی پر نہ فخر کرے نہ زیادتی۔

اور صحیحین میں حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا:

ألا أخبركم بأهل الجنة كل ضعيف متضعف لو اقسم على الله لأبره ، ألا أخبركم بأهل النار كل عتلّ جواظ متكبر (بخاری کتاب التفسیر ، مسلم کتاب صفة الجنة)	کیا میں تمہیں جنتی لوگوں کی صفت نہ بتاؤں ؟ جنتی ہر ایسا کمزور اور کمزور سمجھا جانے والا (مگر عمل میں اتنا آگے) شخص ہے کہ اگر وہ اللہ پر قسم کھائے تو اللہ اس کی قسم پوری کردے پھر فرمایا کیا میں تمہیں دوزخی کا وصف نہ بیان کروں دوزخی ہر متکبر جابر اور گھمنڈی شخص ہے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

الا أخبركم برجالكم من أهل الجنة ، النبى فى الجنة ، و الصديق فى الجنة ، والشهيد فى الجنة ، والرجل يزور أخاه فى ناحية المصر لا يزوره إلا لله فى الجنة ، و نسائكم من اهل الجنة الودود الولود التى إذا غضب زوجها أوغضبت جاء ت حتى يضع يدها فى يدزوجها ثم تقول : لا أذوق	کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ تم میں کون سے مرد جنتی ہوں گے ، نبی جنت میں ہوگا ، صدیق جنت میں ہوگا ، شہید جنت میں ہوگا ، اور وہ شخص جنت میں ہوگا جو صرف اللہ کی رضا کے لئے کسی دور شہر میں اپنے بھائی کی زیارت کے لئے جاتا ہے عورتوں میں سے جنتی عورت وہ ہے جو (اپنے شوہر سے) خوب محبت کرنے والی اور خوب بچہ دینے والی ہو اور جب اس کا شوہر غصہ ہو یا خود وہ غصہ ہو تو وہ اپنا ہاتھ شوہر کے ہاتھ میں رکھ

غمضا حتی ترضی (سنن النسائی : کتاب عشرة النساء)	دے اور کہے میں اس وقت تک نیند کا مزہ نہ لوں گی جب تک کہ تم راضی نہ ہو۔

اور ابن ماجہ نے اپنی سنن میں ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إن أهل الجنة من ملأ أذنيه من ثناء الناس خيراً وهو يسمع ، و أهل النار من ملأ أذنيه من ثناء الناس شراً وهو يسمع (ابن ماجة كتاب الزهد)	جنتی وہ ہے جو اپنے کانوں سے لوگوں کی خوب تعریف سنتا ہو، اور دوزخی وہ ہے جو اپنے کانوں سے لوگوں کی برائیاں سنتا ہو.

صحیحین میں انس بن مالکؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں:

مرّ بجنازة فأثنى عليها خيرٍ ، فقال نبى الله ﷺ وجبت ، وجبت ، وجبت ، و مربجنازة فأثنى عليها شر فقال نبى الله ﷺ وجبت ، وجبت ، وجبت ، فقال عمر رضى الله عنه : فد اك ابى و امى ، مربجنازة فاثنى عليها خير فقلت : وجبت، وجبت،وجبت،ومر بجنازة	ایک مرتبہ ایک جنازے کا گذر ہوا تو اس کی خوب تعریف کی گئی آپ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا "واجب ہوگئی" اس کے بعد ایک دوسرے جنازے کا گذر ہوا تو اس کی برائی گئی تو آپ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا "واجب ہوگئی" یہ سن کر حضرت عمرؓ نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں ایک جنازہ کا گذر ہوا اور اس کی تعریف کی گئی تو آپ نے تین مرتبہ فرمایا واجب ہوگئی۔ اور دوسرے

فأثنى عليها شر فقلت ، وجبت ، وجبت ، وجبت ، فقال رسول الله ﷺ : " من أثنيتم عليه خيراً وجبت له الجنة و من أثنيتم عليه شراً وجبت له النار انتم شهداء الله فى الارض

جنازے کا گذر ہوا اور اس کی برائی کی گئی تو آپ نے تین مرتبہ فرمایا واجب ہوگئی رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''جس کی تم نے تعریف کی اس کے لئے جنت واجب ہوگئی ، اور جس کی تم نے برائی کی اس کے لئے دوزخ کی آگ واجب ہوگئی تم زمین میں اللہ کے گواہ ہو۔

(بخاری کتاب الجنائز ،مسلم کتاب الجنائز)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جنتی چار قسم کے لوگ ہوں گے جن کا ذکر اس آیت کریمہ میں آیا:

مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقاً

(النساء :٦٩)

جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا وہ اللہ کے ان بندوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ نے (اپنا خاص) انعام کیا ہے یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ ، اور یہ بہت بہترین ساتھی ہوں گے''.

اللہ تعالیٰ ہم کو بھی ان کی مرافقت عطا فرمائے۔ آمین

جنت میں اکثریت امتِ محمدیہ ﷺ کی ہوگی

صحیحین میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

أما ترضون أن تكونوا ربع أهل الجنة ، فكبرنا ، ثم قال : أما ترضون أن تكونوا ثلث أهل الجنة ، فكبرنا ، ثم قال : إني لأرجو أن تكونوا شطر أهل الجنة ، و سأخبركم عن ذلك ، ماالمسلمون فى الكفار إلا كشعرة بيضاء فى ثور اسود ، أو كشعرة سوداء فى ثور أبيض۔
(بخاری کتاب الرقاق ، مسلم کتاب الایمان)

کیا تم لوگ اس پر خوش نہیں ہو کہ تماری تعداد اہل جنت میں ایک چوتھائی ہو (یہ سن کر) ہم نے نعرۂ تکبیر بلند کیا پھر آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تمہاری تعداد اہل جنت میں ایک تہائی ہو (یہ سن کر) ہم نے نعرۂ تکبیر کہا پھر آپ ﷺ نے فرمایا مجھے یہ امید ہے کہ اہلِ جنت میں آدھے تم ہی رہو گے اور عنقریب میں تم کو اس کے بارے میں بتاؤنگا. کفار کے مقابلہ مسلمان ایسے ہوں گے جیسے کالے بیل میں سفید بال یا سفید بیل میں کالا بال۔

اور بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

أهل الجنة عشرون و مأة صف هذه الأمة منها ثمانون صفا
(ترمذی و مسند احمد)

اہل جنت کی ۱۲۰ صفیں ہوں گی ان میں سے اس امت کی ۸۰ صفیں ہوں گی۔

اور عبداللہ بن احمد نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے فرماتے ہیں:

لما نزلت " ثلة من الأولين و ثلة من الآخرين " قال رسول الله : " أنتم ربع أهل الجنة ، أنتم ثلث أهل الجنة ، أنتم نصف أهل الجنة ، أنتم ثلثا أهل الجنة ۔

جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی "ثُلَّةٌ مِنَ الْأَوَّلِيْنَ وَ ثُلَّةٌ مِنَ الْآخِرِيْنَ "(۱) (ایک بھاری جماعت ہوگی پہلوں کی اور ایک بھاری جماعت ہوگی پچھلوں کی) تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، تم اہل جنت کے چوتھائی ہو، تم اہل جنت کا تہائی ہو، تم اہلِ جنت کا نصف ہو، تم اہلِ جنت کے دو تہائی ہو.

اس میں دو تہائی کہا گیا، بظاہر یہ نصف والی حدیث کے منافی ہے، مگر اس کی تطبیق اس طرح دی گئی ہے کہ آپ ﷺ نے امید ظاہر کی تھی کہ ان کی امت کے لوگ اہل جنت کے نصف ہوں گے مگر اللہ تعالیٰ نے ان کی امید سے زیادہ تعداد مقرر کر دی اور بجائے نصف کے دو تہائی کر دی۔

---

(۱)الواقعة :۳۹ - ۴۰

عورتیں جنت میں مردوں سے زیادہ ہوں گی اور دوزخ میں بھی

صحیحین میں محمد بن سیرینؒ کی روایت ہے فرماتے ہیں کہ لوگ آپس میں اس موضوع پر مذاکرہ کر رہے تھے کہ جنت میں مرد زیادہ ہوں گے یا عورتیں، تو ابو ہریرہؓ نے ارشاد فرمایا کیا تمہیں رسول اللہ ﷺ کا قول یاد نہیں ہے آپ ﷺ نے فرمایا ہے:

إن أول زمرة تدخل الجنة على صورة القمر ليلة البدر، والتي تليها على أضواء كوكب دري في السماء، لكل امرئي منهم زوجتان اثنتان، يرى مخ سوقهما من وراء اللحم

(بخاری کتاب بدأ الخلق، مسلم کتاب الجنة)

سب سے پہلا گروہ جو جنت میں جائے گا ان کی شکل ایسی ہوگی جیسی چودھویں رات کے چاندکی، اور جو گروہ اس کے بعد داخل ہوگا ان کی شکل آسمان میں چمکتے تارے کی طرح ہوگی ہر جنتی کو دو بیویاں ملیں گی وہ اتنی خوبصورت ہوں گی کہ ان کی پنڈلی کا گودا گوشت کے اندر سے دکھائی دے گا۔

اور ظاہر ہے کہ جنت میں کوئی مجرد (تنہا بغیر جوڑے کا) نہیں ہوگا، ہر شخص کو کم سے کم دو بیویاں ملیں گی اس کا مطلب یہ ہے کہ عورتیں جنت میں مردوں سے زیادہ ہوں گی، اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا وہ دنیا کی عورتیں ہوں گی یا

حورعین، اگر یہ مان لیا جائے کہ دنیا کی عورتیں ہوں گی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں عورتیں مردوں سے زیادہ تعداد میں پیدا ہوتی ہیں اور اگر یہ مان لیا جائے کہ وہ حورعین ہوں گی تو اس سے یہ بات لازم نہیں آئے گی کہ دنیا میں عورتیں مردوں سے زیادہ پیدا ہوتی ہیں۔

لیکن زیادہ صحیح بات یہی ہے کہ اس سے مراد حورعین ہی ہیں، اس کی دلیل امام احمدؒ کی روایت ہے جس میں ہے کہ ابوہریرہؓ نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں:

للرجل من أهل الجنة زوجتان من الحورالعين على كل واحدة سبعون حلة يرى مخ ساقهما من وراء الثياب (مسند احمد)	ہر جنتی مرد کو حورعین میں سے دو بیویاں ملیں گی ان میں سے ہر ایک ستر ستر جوڑے پہنے ہوگی لیکن اس کی پنڈلی کا گودا کپڑوں کے اندر سے جھلکے گا۔

اگر کوئی یہ اشکال کرے کہ حضرت جابرؓ کی ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت میں عورتیں کم ہوں گی پھر یہ دعویٰ کیسے صحیح ہوسکتا ہے کہ عورتیں جنت میں زیادہ ہوں گی، حضرت جابرؓ کی وہ حدیث جس سے جنت میں عورتوں کا کم ہونا معلوم ہوتا ہے یہ ہے، فرماتے ہیں:

شهدت مع رسول الله ﷺ العيد ، فصلى قبل أن يخطب بغير أذان ولا إقامة ، ثم خطب بعد ماصلى ، فوعظ الناس وذكرهم ، ثم أتى النساء فوعظهن ، ومعه	میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عید کی نماز میں شریک ہوا آپؐ نے خطبہ سے پہلے اذان اور اقامت کے بغیر نماز پڑھائی، نماز کے بعد آپ ﷺ نے خطبہ دیا اور لوگوں کو وعظ ونصیحت کی پھر عورتوں کے پاس آئے اور ان کے سامنے وعظ فرمایا،

بلال ، فذكرهن و أمرهن بالصدقة ، قال : فجعلت المرأة تلقى خاتمها ، و خرصها ، والشئى كذلك ، فأمر النبی ﷺ بلالا فجمع ماهناك ، ثم قال : " إن منكن فی الجنة يسير " فقالت امرأة : يا رسول الله لِمَ ؟ قال : " إنكن تكثرن اللعن، وتكفرن العشير" (بخاری کتاب الحیض ، مسلم کتاب صلاة العیدین)	آپ ﷺ کے ساتھ ساتھ حضرت بلالؓ بھی تھے آپ ﷺ نے عورتوں کو نصیحت کی اور ان کو صدقہ کرنے کا حکم دیا اس پر عورتوں نے اپنی انگوٹھی اور بالی اور دوسری چیزوں کو (آپ کے سامنے) ڈالنا شروع کر دیا، آپ ﷺ نے حضرت بلال کو ان چیزوں کے جمع کرنے کا حکم دیا پھر آپ ﷺ نے فرمایا "تم میں سے جنت میں بہت کم ہوں گی" ایک صحابیہؓ نے عرض کیا ایسا کیوں ہے اے اللہ کے رسولؐ! آپؐ نے فرمایا "تم بہت زیادہ لعن طعن کرتی ہو اور شوہروں کی ناشکری کرتی ہو"

دوسری روایت میں ہے:

إن أقل ساكنی الجنة النساء (مسند احمد)	جنت میں سب سے کم عورتیں ہوں گی

اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ جنت میں عورتوں کی کثرت اس لئے ہوگی کہ ان کے ساتھ حورعین بھی ہوں گی جو جنت میں پیدا کی گئی ہیں، ورنہ درحقیقت دنیا کی عورتوں کی تعداد مردوں کے مقابلہ میں کم ہوگی۔

اور جہاں تک جہنم میں عورتوں کی کثرت کا تعلق ہے تو اس کی دلیل صحیح بخاری میں حضرت عمران بن حصین سے منقول روایت ہے، فرماتے ہیں مجھے خبر پہونچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اطلعت فی النار فرأیت اکثر أهلها النساء و اطلعت فی الجنة فرأیت أکثر أهلها الفقراء (بخاری کتاب بدأ الخلق)	میں نے دوزخ میں جھانکا تو دیکھا کہ اس میں زیادہ تر عورتیں ہیں اور جنت میں جھانکا تو دیکھا کہ اس میں زیادہ تر فقراء ہیں۔

اسی طرح کی ایک روایت انہی الفاظ کے ساتھ امام احمدؒ نے ابو ہریرہؓ سے اور امام مسلمؒ نے عبداللہ بن عباسؓ سے نقل کی ہے البتہ مسلمؒ کی روایت میں جنت میں جھانکنے کا ذکر جہنم میں جھانکنے سے پہلے ہے۔

اور مسند احمد میں عبداللہ بن عمرو کی ایک روایت سے پتہ چلتا ہے کہ جہنم میں عورتوں کے ساتھ مالدار بھی بکثرت ہوں گے۔ اور ایک صحیح حدیث میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

یا معشر النساء تصدقن ، وأکثرن الاستغفار فانی رأیتکن أکثر أهل النار ، فقالت امرأة منهن جزلة : و مالنا یا رسول الله أکثر أهل النار، قال : تکثرن اللعن ، و تکفرن العشیر، مارأیت من ناقصات عقل و دین أغلب لذی لب منکن قالت : یا رسول الله و ما نقصان العقل والدین؟ قال:	خواتینِ اسلام! تم ضرور صدقہ کیا کرو اور کثرت سے استغفار کیا کرو کیوں کہ میں نے دیکھا ہے کہ دوزخ میں تمہاری تعداد سب سے زیادہ ہے۔ ان میں سے ایک عقلمند عورت نے عرض کیا: کیا بات ہے اللہ کے رسولؐ! کہ ہماری تعداد دوزخ میں سب سے زیادہ ہوگی، آپ ﷺ نے فرمایا تم بہت زیادہ لعن طعن کرتی ہو اور اپنے شوہروں کی ناشکری کرتی ہو اور میں نے (تمہارے علاوہ) کم عقل اور کم دین والیوں کو نہیں

أما نقصان العقل فشهادة امرأتين تعدل بشهادة رجل، فهذا نقصان العقل ، وتمكث الأيام لا تصلى ، و تفطر فهذا نقصان الدين "
(ابن ماجه كتاب الفتن)

دیکھا جو بڑے عقلمند شخص کی عقل پر تم سے زیادہ غالب آجائیں، اس صحابیہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ! عقل اور دین کی کمی کس طرح سے ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جہاں تک عقل کی کمی کا تعلق ہے تو اس وجہ سے کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر ہے تو یہ عقل کی کمی کی وجہ سے ہے ، اور عورت بعض مخصوص (حیض و نفاس) کے دنوں میں نماز نہیں پڑھتی ہے اور روزہ نہیں رکھتی ہے تو یہ اس کے دین کی کمی ہے۔

جنت میں بلا حساب و کتاب جانے والے خوش نصیب اور ان کے اوصاف

صحیحین میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا:

يدخل الجنة من أمتي زمرة هم سبعون ألفاً، تضيء وجوههم إضاءة القمر ليلة البدر ، فقال عكاشة بن محصن الأسدي يرفع نمرة عليه ، فقال : يا رسول الله، ادع الله أن يجعلني منهم ، فقال رسول الله ﷺ : "اللهم اجعله منهم" ثم قام رجل من الانصار فقال: يا رسول الله، ادع الله أن يجعلني منهم فقال : "سبقك بها عكاشة"

(بخاری کتاب الرقاق، مسلم کتاب الایمان)

میری امت میں سے جنت میں ستر ہزار ایسے اشخاص داخل ہوں گے جن کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے، یہ سن کر عکاشہؓ بن محصن اسدی نے کھڑے ہو کر اپنی چادر اٹھاتے ہوئے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ ! آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھ کو بھی ان میں شامل فرمالے تو رسول اللہ ﷺ نے دعاء فرمائی اے اللہ تو ان کو بھی ان میں شامل فرما، اس کے بعد انصار میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور کہا اے اللہ کے رسول ﷺ آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ مجھے بھی ان میں شامل کر دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا عکاشہ تم سے بازی لے گئے۔

اور صحیحین میں حضرت سہل بن سعدؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ليدخلن الجنة من أمتي سبعون الفا او سبع مأة الف آخذ بعضهم ببعض حتي يدخل أولهم و آخرهم الجنة ، وجوههم على صورة القمر ليلة البدر	میری امت میں سے جنت کے اندر ستر ہزار یا آپ ﷺ نے فرمایا سات لاکھ لوگ اس طرح داخل ہوں گے کہ وہ ایک دوسرے کو پکڑے ہوں گے یہاں تک کہ سب کے سب جنت میں چلے جائیں گے، ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح (چمکتے) ہوں گے۔
(بخاری کتاب الرقاق، مسلم کتاب الایمان)	

یہ پہلا گروہ ہوگا جو جنت میں جائے گا اور یہ لوگ جنت میں بے حساب و کتاب جائیں گے، اس کی دلیل صحیحین میں حصین بن عبدالرحمٰن کی روایت کردہ حدیث ہے فرماتے ہیں کہ میں حضرت سعید بن جبیر کے پاس بیٹھا ہوا تھا آپؒ نے فرمایا تم میں سے کس نے اس ستارہ کو دیکھا ہے جو کل ٹوٹا تھا، میں نے عرض کیا میں نے، پھر میں نے کہا واضح رہے کہ میں نماز میں نہیں تھا بلکہ مجھے کسی چیز نے ڈس لیا تھا، آپؒ نے فرمایا تو تو نے کیا کیا؟ میں نے کہا کہ میں نے جھاڑ پھونک کی، فرمایا کہ ایسا کیوں کیا؟ میں نے کہا شعبی کی حدیث سامنے رکھتے ہوئے، فرمایا شعبی کی حدیث کیا ہے؟ میں نے کہا شعبی نے ہم سے بریدہ بن حصیب اسلمیؓ کے حوالہ سے بیان کیا کہ جھاڑ پھونک جائز نہیں ہے مگر نظر لگ جانے اور بخار چڑھ جانے کی صورت میں (جائز ہے) آپ نے فرمایا: جس نے حدیث کو سن کر اس پر عمل کیا اس نے بہت اچھا کیا، لیکن ہم سے عبداللہ بن عباسؓ

نے نبی کریم ﷺ سے نقل کیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

عرضت على الأمم فرأيت النبيّ ومعه الرهيط ، والنبى و معه الرجل والرجلان ، والنبيّ وليس معه احد ، اذ رفع لى سواد عظيم، فظننت أنهم أمتى فقيل لى : هذا موسى و قومه ، ولكن انظر إلى الأفق ، فنظرت ، فاذا سواد عظيم ، فقيل لى : انظر هذه أمتك ، و معهم سبعون ألفايدخلون الجنة بغير حساب ولا عذاب ، ثم نهض فدخل منزله ، فخاض الناس فى اولئك الذين يدخلون الجنة بغير حساب ولا عذاب ، فقال بعضهم : فلعلهم الذين صحبوا رسول الله ﷺ ، وقال بعضهم : فلعلهم الذين ولدوا فى الاسلام ولم يشركوا	میرے سامنے تمام امتیں پیش کی گئیں میں نے دیکھا کہ کسی نبی کے ساتھ لوگوں کی ایک چھوٹی سی جماعت ہے، کسی نبی کے ساتھ ایک آدمی ہے کسی کے ساتھ دو آدمی، اور کسی کے ساتھ کوئی بھی نہیں، اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بہت بڑی جماعت چلی آرہی ہے میں سمجھا کہ یہ میری امت ہے، مجھ سے کہا گیا یہ موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم ہے۔ آپ ذرا افق کی طرف اٹھا کر دیکھئے میں نے نظر اٹھائی تو کیا دیکھتا ہوں ایک بھاری بھرکم جماعت ہے، مجھ سے کہا گیا یہ ہے آپ کی امت، ان میں ستر ہزار ایسے اشخاص ہیں جو جنت میں بے حساب وکتاب اور بغیر عذاب کے داخل ہوں گے۔ اس کے بعد آپ ﷺ اٹھ کر گھر تشریف لے گئے اور لوگ ان لوگوں کے بارے میں مباحثہ کرنے لگے جو جنت میں بلا حساب وعذاب جائیں گے چنانچہ یہ سُن کر بعض کہنے لگے شاید اس سے مراد وہ لوگ ہیں جن کو شرف صحابیت حاصل ہے، بعض کہنے لگے شاید وہ مراد ہیں جو اسلام کی حالت میں پیدا ہوئے اور انہوں نے اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہرایا۔

بالله ، و ذكروا أشياء ، فخرج عليهم رسول الله ﷺ : فقال : " ما الذي تخوضون فيه ؟ " فأخبروه ، فقال : " هم الذين لا يرقون ولا يسترقون ، ولا يتطيرون ، وعلى ربهم يتوكلون " فقام عكاشة بن محصن فقال : ادع الله أن يجعلني منهم ، فقال : " انت منهم " ثم قام رجل آخر فقال : ادع الله أن يجعلني منهم ، فقال : "سبقك بها عكاشة " وليس عند البخاري " لا يرقون "
(الادب المفرد للبخاري ، مسلم كتاب السلام)

اسی طرح انہوں نے اور بہت سی چیزوں کو ذکر کیا ، ابھی وہ آپس میں مباحثہ کر ہی رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے اور آپ نے ان سے پوچھا کس سلسلہ میں آپ لوگ مباحثہ کرر ہے ہیں؟ لوگوں نے حقیقت بتائی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "یہ وہ لوگ ہیں جو نہ جھاڑ پھونک کرتے ہیں نہ کرواتے ہیں، نہ فال نکالتے ہیں ، بلکہ وہ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں" یہ سن کر عکاشہ بن محصنؓ کھڑے ہوئے اور عرض کیا آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھ کو بھی ان میں شامل فرمائے آپ نے فرمایا تم ان میں سے ہو، پھر دوسرا شخص کھڑا ہوا اور عرض کیا آپ اللہ سے دعاء کیجئے کہ مجھے بھی ان میں شامل فرمائے آپ نے فرمایا عکاشہ تم سے بازی لے گئے۔

اوپر والی حدیث میں بے حساب و کتاب جنت میں جانے والوں کی صفات میں سے ایک صفت یہ ذکر کی گئی کہ ہے وہ نہ جھاڑ پھونک کرتے ہیں نہ کرواتے ہیں،اس صفت کے لئے یہ بات قطعاً منافی نہیں ہے کہ کوئی دوسرا شخص بغیر مطالبہ کے کسی پر جھاڑ پھونک کردے،جیسا کہ حضرت جبرئیل نے حضور ﷺ

پر جھاڑ پھونک کیا، اور آپؐ کو بھی اس کی اجازت دی اور کہا کہ اگر اس میں کوئی شرکیہ لفظ نہ ہو تو اس سے استفادہ کرنے میں کوئی حرج نہیں، اسی طرح حضرت عائشہؓ نے بھی آپ ﷺ کو جھاڑ پھونک کیا اور آپ ﷺ سے صحابہ کرامؓ نے اس کی جازت مانگی تو آپ نے فرمایا ''تم میں سے اگر کوئی نفع پہونچا سکتا ہو تو ضرور پہونچائے (۱) ان تمام باتوں کو سامنے رکھ کر یہ خلاصہ سامنے آتا ہے کہ بے طلب کے اگر کوئی جھاڑ پھونک کر دے تو اس میں کوئی حرج نہیں اور بے حساب و کتاب جنت میں جانے والوں کے اس وصف کے منافی نہیں ہے کہ وہ جھاڑ پھونک نہیں کرتے اور نہ کرواتے ہیں، صحیح مسلم میں عمران بن حصین کی ایک روایت میں اتنا بھی اضافہ ہے کہ وہ علاج کے لئے آگ سے داغتے نہیں (۲)

---

(۱)مسلم کتاب الایمان

(۲)مسلم کتاب الایمان ۔

اللہ تعالیٰ تین لپ بھر کر لوگوں کو جنت میں داخل کرے گا

ابوبکر بن ابی شیبہؒ نے ابوامامہ باہلیؓ کی روایت نقل کی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا:

و عدني ربي أن يدخل الجنة من أمتي سبعين الفاً ، مع كل الف سبعون الفا لا حساب عليهم ، ولا عذاب ، و ثلاث حثيات من حثيات ربي (مسند احمد)	میرے رب نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ جنت میں میری امت میں سے ستر ہزار لوگوں کو داخل کرے گا، ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار ایسے ہوں گے جن کا کوئی حساب و کتاب ہوگا نہ ان کو عذاب ہوگا، اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ اپنے تین لپ لوگوں کو جنت میں داخل کرے گا۔

امام طبرانیؒ نے معجم کبیر میں عتبہ بن عبدالسلمی کی روایت نقل کی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إن ربي عزوجل و عدني أن يدخل الجنة من أمتي سبعين الفاً بغير حساب ، ثم يشفع كل الف لسبعين الفاء	میرے رب نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ میری امت میں سے جنت میں ستر ہزار کو بے حساب و کتاب داخل کرے گا، پھر ان میں سے ہر ایک ہزار ستر ہزار کے لئے

ثم يحثي ربي تبارك و تعالىٰ بكفيه ثلاث حثيات ، فكبر عمر ، وقال إن السبعين الأول يشفّعهم الله في آبائهم و امهاتهم و ابنائهم ، و عشائرهم ، وارجو أن يجعلني الله في أحد الحثيات الأواخر	سفارش کرے گا پھر میرا رب اپنے تین لپ داخل کرے گا، یہ سن کر حضرت عمرؓ نے اللہ اکبر کہا اور فرمایا پہلے ستر ہزار کو اللہ ان کے ماں باپ بیٹوں اور خاندان والوں کے لئے سفارشی بنائے گا اور میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو آخری لپوں میں سے کسی لپ میں شامل کرے گا۔

(معجم الطبرانی الکبیر)

طبرانی کی ایک روایت میں اتنا اضافہ ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس تعداد میں میری امت کے مہاجرین آ جائیں گے اور جو تعداد باقی رہ جائے گی وہ دوسرے لوگوں سے پوری کی جائے گی۔

اس کے علاوہ طبرانی نے حضرت عمرؓ کی روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إن الله وعدني أن يدخل من أمتي ثلاث مئة الف الجنة ، فقال عمر : يا رسول الله زدنا فقال : "هكذا بيده" فقال عمر: يا رسول الله زدنا، فقال عمر: حسبك يا عمر! فقال :	اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ میری امت میں سے تین لاکھ لوگوں کو جنت میں داخل فرمائے گا حضرت عمرؓ نے کہا اے اللہ کے رسولؐ! تعداد اور بڑھائیے آپ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا (یعنی لپ) حضرت عمرؓ نے کہا اور بڑھائیے، یہ سن کر حضرت عمرؓ نے کہا

مالنا و لك يا ابن الخطاب ، وماعليك أن يدخلنا الله الجنة ، فقال عمر : إن الله عزوجل إن شاء أدخل الناس الجنة بحفنة أو بحثية واحدة ، فقال نبی الله ﷺ : " صدق عمر " قال محمد بن عبد الواحد : لا أعرف لعمير حديثاً غيره ۔	عمرؓ اتنا کافی ہے تو حضرت عمرؓ نے کہا، آپ ہماری گفتگو میں کیوں مداخلت کر رہے ہیں آپ کا کیا بگڑتا ہے اگر اللہ ہم سب کو جنت میں داخل کر دے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا: اگر اللہ چاہے تو تمام لوگوں کو ایک لپ میں جنت میں داخل کردے، یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: عمر نے سچ کہا۔

(المعجم الکبیر للطبرانی)

اور ابویعلی موصلی نے اپنی مسند میں انس بن مالکؓ کی روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

يدخل الجنة من أمتی سبعون الفا قالوا زدنا يا رسول الله فقال : " وهكذا " و حثی بيده قالوا : يا نبی الله : ابعد الله من دخل النار بعد هذا	میری امت میں سے ستر ہزار جنت میں جائیں گے صحابہؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ جنت میں جانے والوں کی تعداد اور بڑھائیے، آپ ﷺ نے لپ بناتے ہوئے کہا کہ اللہ اپنے لپ سے داخل کرے گا، اس پر صحابہؓ نے کہا: اللہ اس شخص کو اپنی رحمت سے دور کرے جو اس کے باوجود دوزخ میں جائے۔

جنت کی مٹی اور عمارت

امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی مسند میں ابو المدلہ کی روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا:

قلنا يا رسول الله إذا رأيناك رقت قلوبنا و كنا من أهل الآخرة ، و إذا فارقناك أعجبتنا الدنيا ، و شممنا النساء والأولاد ، قال : " لوتكونون على كل حال على الحال التى أنتم عليها عندى لصافحتكم الملائكة بأكفهم ، ولزارتكم فى بيوتكم ، ولولم تذنبوا لجاء الله بقوم يذنبون كى يغفرلهم " قال : قلنا : يا رسول الله حدثنا عن الجنة ما بناؤها ؟ قال : " لبنة ذهب ، ولبنة فضة ، وملاطها

ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم جب آپ کو دیکھتے ہیں تو ہمارے دلوں میں رقت پیدا ہوجاتی ہے اور آخرت کا تصور ہم پر غالب آجاتا ہے مگر جب ہم آپ کے یہاں سے چلے جاتے ہیں تو ہمیں دنیا اچھی لگنے لگتی ہے اور ہم عورتوں و بچوں میں مشغول ہوجاتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا ''اگر تمہاری کیفیت ہمیشہ اسی طرح رہے جس طرح میرے سامنے ہوتی ہے تو ملائکہ تم سے مصافحہ کریں اور گھروں کے اندر تمہاری زیارت کو آئیں، اگر تم سے گناہ سرزد نہ ہوں تو اللہ ایسی قوم کو لائے گا جن سے گناہ سرزد ہوں تاکہ اللہ ان کی مغفرت کرے (حضرت ابو ہریرہؓ) فرماتے

المسك ، وحصباؤها اللؤلؤ والياقوت ، وترابها الزعفران، من يدخلها ينعم لا يبؤس ، ويخلد لا يموت ، ولا تبلى ثيابه ، ولا يفنى شبابه ، ثلاثة لا ترد دعوتهم ، الامام العادل ،والصائم حتى يفطر، و دعوة المظلوم تحمل علىٰ الغمام ، و تفتح لها ابواب السماوات ، ويقول الرب : و عزتي لأنصرنّك و لو بعد حين "
(مسند الامام احمد)

ہیں کہ پھر ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ! جنت کے بارے میں کچھ بتائے اس کی عمارت کیسی ہوگی آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس کی ایک اینٹ سونے کی، ایک چاندی کی ہوگی، اس کا مسالہ مشک کا ہوگا، اور اس کے سنگریزے موتی اور یاقوت کے ہوں گے، اس کی مٹی زعفران کی ہوگی، جو اس میں داخل ہوگا وہ ہمیشہ نعمتوں سے لطف اندوز ہوگا کبھی کسی پریشانی میں مبتلا نہیں ہوگا اس کو کبھی موت نہیں آئے گی نہ اس کے کپڑے بوسیدہ ہوں گے نہ اس کی جوانی ڈھلے گی پھر آپ ﷺ نے فرمایا: تین اشخاص ایسے ہیں جن کی دعا کبھی رد نہیں کی جاتی ایک عدل و انصاف والا حاکم دوسرا روزہ دار یہاں تک کہ افطار کرلے ، تیسرے مظلوم ،مظلوم کی دعا بادلوں سے اوپر لیجائی جاتی ہے اور اس کے لئے آسمانوں کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میری عزت وجلال کی قسم! میں دیر یا سویر تیری ضرور مدد کروں گا

امام ترمذیؒ نے جابر بن عبداللہؓ کی روایت نقل کی ہے فرماتے ہیں ایک شخص رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا اے محمد (ﷺ)! آج تو آپ کے اصحاب مات کھا گئے، آپ ﷺ نے فرمایا کس طرح مات کھا گئے؟ اس نے کہا: یہودیوں نے ان سے پوچھا دوزخ کے خزانچیوں کی تعداد کتنی ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہمیں معلوم نہیں ہے، اپنے نبی سے معلوم کر کے بتائیں گے، آپ ﷺ نے فرمایا: کیا اس کو مات کھانا کہیں گے کہ کسی قوم سے ایسی چیز کے متعلق سوال کیا جائے جس کا انہیں علم نہ ہو اور وہ کہیں ہم اپنے رسول سے معلوم کر کے بتائیں گے، حقیقت تو یہ ہے کہ یہودی اللہ کے دشمن ہیں جنہوں نے اپنے نبی سے مطالبہ کیا کہ وہ انہیں اللہ تعالیٰ کو علی الاعلان دکھائیں، اللہ کے ان دشمنوں کو میرے پاس لاؤ میں ان سے جنت کی مٹی کے بارے میں پوچھوں گا اور پھر ان کو بتاؤں گا کہ وہ میدے کی ہوگی، جب وہ آپ ﷺ کے پاس آئے تو انہوں نے کہا: اے ابوالقاسم! دوزخ کے خزانچیوں کی تعداد کتنی ہوگی؟ آپ ﷺ نے دونوں ہاتھوں کے اشارہ سے بتایا انیس ہوگی، رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا جنت کی مٹی کیسی ہوگی؟ یہ سن کر وہ ایک دوسرے کو دیکھنے لگے، اور پھر کہا روٹی کی طرح سفید ہوگی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "روٹی بھی میدے کی ہوتی ہے"، (۱)

اور ابن ابی الدنیا نے ابوھریرہؓ کی روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

أرض الجنة بيضاء عرصتها صخور الكافور ، و قدأحاط به المسك مثل كثبان الرمل ، جنت کی زمین سفید ہوگی، اس کے صحن میں کافور کے پتھر ہوں گے، اور ہر طرف ریت کے تودوں کی طرح مشک ہوگی،

(۱) ترمذی کتاب تفسیر القرآن

فيها أنهار مطرّدة ، مجتمع فيها أهل الجنة أدناهم و آخرهم ، فيتعارفون ، فيبعث الله ريح الرحمة ، فتهيج عليهم ريح المسك ، فيرجع الرجل إلى زوجته ، و قد ازداد حسنا و طيبا ، فتقول : لقد خرجت من عندى و أنابك معجبة ، و أنا بك الآن أشد إعجابا ،

اس میں بیشمار بہتی نہریں ہوں گی ، وہاں تمام جنتی اکھٹا ہوں گے اور اک دوسرے کو پہچانیں گے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ رحمت کی ہوا بھیجے گا اس سے مشک کی خوشبو آئے گی۔ اس کے بعد آدمی اپنی بیوی کی طرف اس حال میں لوٹے گا کہ وہ پہلے سے زیادہ حسین و جمیل ہوجائے گا۔ اس کی بیوی کہے گی: تم مجھے بہت اچھے لگتے تھے اب اور زیادہ اچھے لگنے لگے ہو۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی مٹی زعفران کی ہوگی، بعض میں ہے کہ مشک کی ہوگی اور بعض میں ہے کہ میدہ کی، مگر حقیقت میں ان کے درمیان کوئی تعارض نہیں۔ تطبیق کی صورت یہ ہے کہ جنت کی زمین کا رنگ زعفران کا ہوگا اور اس کی خوشبو مشک جیسی ہوگی، اور میدہ سے تشبیہ اس لئے دی گئی کہ اس سے جو روٹی تیار ہوتی ہے وہ انتہائی سفید ہونے کے ساتھ زردی کی طرف مائل ہوتی ہے، اس لئے کہیں اس کو زعفران کہہ دیا جائے گا کیوں کہ وہ بھی زرد ہوتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ جنت کی مٹی درحقیقت مشک اور زعفران دونوں سے ملی ہوگی۔ بعض کہتے ہیں کہ مٹی تو زعفران ہی کی ہوگی مگر جب اس کو پانی میں ملایا جائے گا تو وہ مشک کی شکل اختیار کرلے گی۔ بہرحال تطبیق کی پہلی شکل زیادہ بہتر معلوم ہوتی ہے۔

جنت کا نور اور اس کی سفیدی

مسند بزار میں عبد اللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

خلق الله الجنة بيضاء ، وأحب الزى إلى الله البياض ، فليلبسه أحياؤكم ، وكفنوا فيه موتاكم ، ثم أمر برعاء الشاه فجمعت فقال "من كان ذاغنم سود فليخلط بها بيضاء " فجاء ت امرأة فقالت : يا رسول الله ، إني اتخذت غنماً سودا فلا أراها تنمو،قال : عفرى ،
(أخرجه البزار فى صفة الجنة)

اللہ تعالیٰ نے جنت کو سفید بنایا ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ لباس سفید ہے اس لئے تم میں سے جو زندہ ہیں وہ اسی کو پہنیں، اور تم اپنے مردوں کو اسی کا کفن دو ، پھر آپ ﷺ نے بکری کے چرواہوں کو جمع کرا کر کہا جس کے پاس صرف کالی بکریاں ہوں وہ ان میں سفید بکریاں ملالے، اس کے بعد ایک خاتون آئیں اور کہنے لگیں اے اللہ کے رسول ﷺ! میں نے کالی بکریاں پال رکھی ہیں اور ان میں کوئی اضافہ نظر نہیں آرہا ہے آپ ﷺ نے فرمایا ان میں سفید کو ملالو۔

اور عبدربہ حنفی اپنے ماموں الزمیل بن السماک کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے باپ کو بیان کرتے سنا کہ مدینہ میں ان کی ملاقات عبد اللہ بن عباسؓ سے ہوگئی اس وقت وہ نابینا ہو چکے تھے، انہوں نے پوچھا، ابن عباس! جنت کی

زمین کیسی ہوگی؟ فرمایا: اس میں چاندی کے سنگ مرمر ہوں گے جو بالکل آئینہ کی طرح چمکیں گے، کہتے ہیں پھر میں نے پوچھا، اس کا نور کیسا ہوگا، آپ نے فرمایا تم نے سورج طلوع ہونے سے تھوڑی دیر پہلے کا وقت دیکھا ہے، جنت کا نور اسی طرح کا ہوگا مگر وہاں نہ دھوپ ہوگی نہ شدید ٹھنڈک۔

اور سنن ابن ماجہ میں اسامہ بن زیدؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ألا هل مشمر للجنة ، فان الجنة لا خطرلها ، هي ورب الكعبة نور يتلألأ، و ريحانة تهتز، و قصر مشيد ، ونهر مطرد ، و ثمرة نضيجة ، و زوجة حسناء و جميلة ، وحلل كثيرة ، و مقام في أبد في دور سليمة ، و فاكهة و خضرة ، وحبرة و نعمة ، في محلة عالية بهيّة " قالوا : نعم يا رسول الله ، نحن المشمرون لها ، قال : " قولوا إن شاء الله " قال القوم : إن شاء الله"

(ابن ماجة كتاب الزهد)

ہے کوئی جنت کے لئے کوشش کرنے والا کیوں کہ جنت میں کوئی خطرہ نہیں ہے، رب کعبہ کی قسم! جنت میں چمکتا نور ہوگا اور کھلکھلاتے پھول، عالیشان محل، بہتی نہریں، پکے پھل، حسین و جمیل بیویاں، بیشمار کپڑوں کے جوڑے، گھروں میں دائمی قیام، پھل اور ترکاری غرض ہر طرح کی نعمت سے بھرپور اور شاندار جگہ ہوگی، صحابہؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم سب اس کے لئے کوشش کریں گے آپ نے فرمایا: ان شاء اللہ کہو! سب نے کہا: ان شاء اللہ۔

جنت کے کمرے، محل اور خیمے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ (الزمر : ۲۰)

لیکن جنہوں نے اپنے رب کا لحاظ کیا ان کے لئے تہہ بتہہ کمرے تعمیر کئے ہوئے ہوں گے۔

اس آیت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جنت کے کمروں کے متعلق تعمیر ہونے کی صراحت کی ہے تاکہ کسی کے ذہن میں یہ بات نہ آئے کہ جنت کے کمرے صرف ایک تمثیلی چیز ہے حقیقت میں وہ تعمیر شدہ نہ ہوں گے، یہ خیال بالکل باطل اور خلاف واقعہ ہے۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

أُولَٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا (الفرقان :۷۵)

یہی وہ لوگ ہیں جن کو ان کے صبر کی وجہ سے کمرے بدلہ کے طور پر دئے جائیں گے۔

اور سورہ سبا میں ارشاد فرمایا:

وَمَآ أَمْوَالُكُمْ وَلَآ أَوْلَادُكُمْ بِالَّتِيْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفَىٰٓ إِلَّامَنْ آمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَأُولَٰٓئِكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا

تمہارے اموال اور تمہاری اولاد تمہیں ہمارے قریب نہیں کرتے ہاں جو ایمان لایا اور اس نے نیک اعمال کئے یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے ان کے اعمال کا دوگنا

عَمِلُوْا وَ هُمْ فِي الْغُرُفَاتِ آمِنُوْنَ (سبأ : ۳۷)	بدلہ ہے اور وہ لوگ بالا خانوں میں پورے اطمینان وسکون کے ساتھ ہوں گے۔

اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

يَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُم وَ يُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ، وَ مَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِي جَنّٰتِ عَدْنٍ (الصف : ١٢)	وہ تمہارے گناہوں کو معاف کر دے گا اور تم کو ایسے باغات میں داخل کر دے گا جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی اور ہمیشہ رہنے والے باغات میں اچھی اچھی رہائش گاہوں میں.

فرعون کی بیوی کی یہ دعا قرآن میں نقل کی گئی ہے:

رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ (التحریم :١١)	اے میرے رب! میرے واسطے اپنے یہاں جنت میں کوئی گھر بنا

امام ترمذیؒ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إن في الجنة لغرفاً يرى ظهورها من بطونها ، و بطونها من ظهورها ، فقام أعرابي فقال يا رسول الله لمن هي ؟ قال : " لمن طيّب الكلام ، و أطعم الطعام ، و أدام الصيام ، وصلىّ بالليل	جنت میں کچھ ایسے کمرے ہوں گے کہ ان کا اندرون بیرون سے اور بیرون اندرن سے نظر آئے گا ایک دیہاتی کھڑا ہوا اور اس نے کہا اے اللہ کے رسولؐ! یہ کمرے کس کو ملیں گے آپ ﷺ نے فرمایا: جو لوگوں کے ساتھ خوش کلامی سے پیش آئے، دوسروں کو کھانا کھلائے، روزے پر مداومت

والناس نيام" (ترمذی کتاب البر والصلة)

کرے اور رات کو جب لوگ سو جائیں تو وہ نماز پڑھے۔

اور صحیحین میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

إن للمؤمن في الجنة لخيمة من لؤ لؤة واحدة مجوفة ، طولها ستون ميلاً ، للمؤمن فيها أهلون يطوف عليهم المؤمن ، فلا يرى بعضهم بعضاً

مومن کو جنت میں ایک ایسا خیمہ ملے گا جو ایک کھوکھلے موتی سے بنا ہوگا اس کی لمبائی ۶۰ میل ہوگی اس کے اندر اس مؤمن کے لئے کئی بیویاں ہوں گی وہ باری باری ان کے پاس جائے گا تو وہ ایک دوسرے کو نہیں دیکھ سکیں گی۔

(بخاری کتاب بدء الخلق ، مسلم کتاب الجنة)

ایک صحیح حدیث اس سے پہلے گذر چکی ہے جس میں آیا ہے کہ "جو اللہ کے لئے کوئی مسجد بناتا ہے اللہ اس کے لئے جنت میں ایک گھر بناتا ہے" اور حدیث قدسی میں آیا ہے کہ جو شخص اپنے لخت جگر کے مرنے پر اللہ کی تعریف کرتا ہے اور "انا لله و انا اليه راجعون" پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے" میرے بندے کے لئے جنت میں ایک گھر بناؤ اور اس کا نام بیت الحمد رکھ دو۔ (ترمذی کتاب الجنائز)

اور صحیحین میں عبداللہ بن ابی اوفی، ابو ہریرہ، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم اجمعین سب روایت کرتے ہیں کہ حضرت جبرئیلؑ نے نبی کریم ﷺ سے کہا:

هذه خديجة أقرئها السلام من ربها و أمره أن يبشرها ببيت في الجنة من قصب ،

یہ خدیجہؓ ہیں ان کو ان کے رب کا سلام پہونچا دو اور یہ خوشخبری سناؤ کہ جنت میں ان کے لئے موتی کا گھر

لا صخب فيه ولا نصب	ہے اس میں نہ شور شغب ہوگا نہ تھکن

(بخاری کتاب مناقب الانصار ، مسلم کتاب فضائل الصحابة)

اور صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

دخلت الجنة فاذا أنا بقصر من ذهب فقلت : لمن هذا القصر ؟ قالوا : لشاب من قريش ، فظننت أني أنا هو : فقلت : و من هو، قالوا : لعمر بن الخطاب	میں جنت میں داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ سونے کا ایک محل ہے میں نے کہا یہ کس کا محل ہے؟ فرشتوں نے کہا قریش کے ایک نوجوان کا میں نے سمجھا اس سے مراد میں ہی ہوں، میں نے کہا وہ کون ہے؟ کہا: عمر بن الخطابؓ.

(بخاری کتاب التعبير ، مسلم کتاب فضائل الصحابة)

اور امام بیہقیؒ نے ابن عباسؓ کی روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إن في الجنة لغرفا، فاذا كان ساكنها فيها لم يخف عليه ما خلفها ، و إذا كان خلفها لم يخف عليه ما فيها ، قيل لمن هي يا رسول الله ؟ قال : لمن اطاب الكلام ، و واصل الصيام ، و أطعم الطعام	جنت میں کچھ کمرے ایسے ہوں گے کہ اگر ان کا مکین اندر ہوگا تو باہر کا حصہ اس سے پوشیدہ نہ ہوگا اور اگر وہ باہر ہوگا تو اندر کا حصہ پوشیدہ نہ ہوگا پوچھا گیا وہ کمرے کس کو ملیں گے آپؐ نے فرمایا: ''جو اچھا کلام کرے، اور پابندی سے روزے رکھے، دوسروں کو کھانا کھلائے، سلام کو رواج دے،

و أفشئ السلام، و صلى والناس نيام" قيل و ما طيب الكلام، قال : سبحان الله، و الحمد لله ، ولا إله إلا الله ، والله أكبر ، فانهاتأتى يوم القيامة، ولها مقدمات ومجنبات ومعقبات ، قيل وما و صال الصيام ؟ قال: من صام شهر رمضان ، ثم ادرك شهررمضان فصامه، قيل : وماإطعام الطعام؟ قال: من قات عياله وأطعمهم" قيل: فما إفشاء السلام، قال: مصافحة أخيك و تحيته ، قيل: و ما الصلاة . والناس نيام؟ قال: صلاة العشاء الآخرة	اور جب لوگ سوجائیں تو وہ نماز میں مشغول ہوجائے، عرض کیا گیا: اچھے کلام سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: ''سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآإِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ''، (اللہ کی ذات بے عیب ہے، اور تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں، اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں، اور اللہ سب سے بڑا ہے) پوچھا گیا روزے کی پابندی سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: جس نے رمضان کے روزے رکھے، اور پھر جب دوسرا رمضان آیا تو اس کے بھی روزے رکھے، پوچھا گیا کھانا کھلانے سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: ''جو اپنے اہل وعیال کی کفالت کرے اور ان کو کھانا کھلائے'' عرض کیا گیا، سلام کو رواج دینے سے کیا مراد ہے؟ فرمایا اپنے بھائی کو سلام کرنا اور اس سے مصافحہ کرنا، پوچھا گیا لوگوں کے سونے کے بعد نماز پڑھنے سے کیا مراد ہے؟ فرمایا عشا کی نماز۔
(أخرجه البيهقى فى البعث والنشور)	

نوٹ: اس حدیث پر اس کے ایک روای حفص بن عمر کی وجہ سے کلام کیا گیا ہے مگر ابن قیم فرماتے ہیں کہ اس کے دیگر شواہد ہیں جو اس کو تقویت دیتے ہیں۔

جنتی جنت میں داخل ہوتے وقت اپنی رہائش گاہ کو خود پہچان لیں گے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ قُتِلُوا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُّضِلَّ أَعْمَالَهُمْ سَيَهْدِيْهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ ، وَ يُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ
(محمد: ۴-۶)

جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید کر دئے گئے اللہ ان کے اعمال ضائع نہیں کرے گا اللہ انہیں سنبھالے رہے گا اور ان کی حالت درست کرے گا، اور ان کو جنت میں داخل کرے گا جس کی انہیں (خوب) پہچان کرا دے گا۔

حضرت مجاہدؒ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں: یعنی جنتی سیدھے اپنے کمروں اور رہائش گاہوں میں چلے جائیں گے، ایسا محسوس ہوگا گویا کہ وہ پہلے سے ان میں رہ رہے ہوں اور انہیں کسی سے پتہ پوچھنے کی ضرورت نہ پڑے گی، اور ابوصالح کی روایت میں ہے کہ عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا، جنتی اپنے گھروں کو اسی طرح جانتے ہوں گے جس طرح دنیا میں مسلمان جمعہ پڑھنے کے بعد اپنے گھروں کو واپس ہوتے ہیں اور اپنے گھروں کو پہچان لیتے ہیں، بلکہ ان کی پہچان اس سے بھی زیادہ ہوگی، بعض نے کہا کہ ''عَرَّفَهَا'' سے مراد خوشبودار بنانا ہے، بعض نے کہا کہ لذتوں کا تسلسل مراد ہے لیکن پہلے جو تفسیر بیان کی گئی ہے وہی صحیح

ہے یعنی اللہ تعالیٰ جنتوں کی پہچان کروا دیگا، اس کی دلیل بخاری کی ایک روایت ہے جو ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إذا خلص المؤمنون من النار حبسوا بقنطرة بين الجنة والنار ، يتقاصون مظالم كانت بينهم في الدنيا، حتى إذا هذبوا و نقوا أذن لهم بدخول الجنة ، والذي نفسي بيده إن أحدهم بمنزله في الجنة أدل منه بمسكنه كان في الدنيا
(بخاری کتاب المظالم)

جب مومنین جہنم سے چھٹکارا پا جائیں گے تو ان کو جنت اور دوزخ کے درمیان ایک پل پر روک لیا جائے گا اور دنیا میں جو ایک دوسرے پر حقوق تھے وہاں ان کا حساب کتاب کیا جائے گا یہاں تک کہ جب مکمل طریقہ سے ان کو درست اور پاک صاف کر دیا جائے گا تو ان کو جنت میں داخل ہونے کی اجازت دی جائے گی، اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے ایک جنتی جنت میں اپنے گھر سے اس سے زیادہ واقف ہوگا جتنا دنیا میں اپنے گھر سے واقف تھا۔

جنتیوں کے جنت میں داخل ہونے کی کیفیت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَسِيۡقَ الَّذِيۡنَ اتَّقَوۡا رَبَّهُمۡ إِلَى الۡجَنَّةِ زُمَرًا (الزمر:۷۳)

اور جو لوگ اہل تقوی تھے وہ جنت کی طرف گروہ گروہ روانہ کئے جائیں گے۔

دوسری جگہ فرمایا:

يَوۡمَ نَحۡشُرُ الۡمُتَّقِيۡنَ إِلَى الرَّحۡمٰنِ وَفۡدًا (مریم:۸۵)

جس دن ہم متقین کو رحمٰن کے پاس وفد کی شکل میں جمع کریں گے۔

ابن ابی الدنیا نے اپنی سند کے ساتھ نعمان بن سعد کا قول نقل کیا ہے کہ اہل جنت کو پیدل جمع نہیں کیا جائے گا بلکہ ان کے سامنے ایسی اونٹنیاں لائی جائیں گی جو اس سے پہلے کبھی نہ دیکھی گئی ہوں گی، ان پر سونے کے کجاوے ہوں گے اور ان کی لگام زبرجد کی ہوگی، وہ ان پر سوار ہو کر جنت کے دروازے تک پہونچیں گے۔

اور علی ابن ابی الجعد نے ''جعدیات'' میں اور ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں علیؓ کا اثر نقل کیا ہے، فرماتے ہیں: ''جو اپنے رب سے ڈرتے رہے تھے ان کو جنت کی طرف گروہ در گروہ جمع کیا جائے گا یہاں تک کہ جب وہ ایک دروازے کے پاس پہونچیں گے تو انہیں اس کے پاس ایک درخت ملے گا جس کے تنے کے نیچے سے دو چشمے جاری ہوں گے وہ ایک چشمہ کا پانی پئیں گے تو ان

کے پیٹ کی تمام گندگیاں اور آلودگیاں ختم ہو جائیں گی، پھر دوسرے کا پانی پئیں گے تو بالکل پاک صاف ہو جائیں گے اور ان پر نعمتوں کی شادابی چھا جائے گی اس کے بعد ان کی جلد میں کبھی بھی تبدیلی نہیں آئے گی نہ ان کے بال پراگندہ ہوں گے پھر وہ جنت کے خزانچیوں کے پاس پہونچیں گے تو وہ کہیں گے "سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوهَا خَالِدِيْنَ" (تم پر سلامتی ہو، تم نے پاکیزگی اختیار کی تو تم اس میں ہمیشہ ہمیش کے لئے داخل ہو جاؤ) فرماتے ہیں، پھر بچے ان کے ارد گرد جمع ہو جائیں گے جس طرح اہل دنیا کے بچے اس وقت جمع ہو جاتے ہیں جب کوئی شخص دوسرے سفر سے واپس آتا ہے وہ کہیں گے اللہ تعالیٰ نے تمہارے اعزاز کا جو سامان تیار کر رکھا ہے اس کی خوشخبری حاصل کرو، پھر ان میں سے ایک بچہ حور عین میں سے جو اس کی بیویاں ہوں گی ان کے پاس جائے گا اور کہے گا فلاں صاحب آچکے ہیں، وہ کہے گی کیا تم نے ان کو دیکھا ہے وہ کہے گا ہاں میں نے ان کو دیکھا ہے وہ میرے پیچھے پیچھے آرہے ہیں یہ دیکھ کر ان میں سے ایک بے انتہا خوشی میں دروازے کی چوکھٹ تک آجائے گی وہ جنتی جب اپنے ٹھکانے پر پہونچے گا تو دیکھے گا کہ اس کا گھر موتیوں کا بنا ہوا ہے اس میں سبز، پیلے، سرخ اور ہر رنگ کے محلات ہوں گے، پھر وہ اپنا سر اٹھا کر دیکھے گا تو اس کو نظر آئے گا کہ اس کی چھت بجلی کی طرح چمک رہی ہے، اس میں اتنی چمک ہوگی کہ اگر اللہ کی مشیت حائل نہ ہوتی تو اس کی بصارت چلی جاتی پھر وہ سر نیچے کریگا تو اسے اس کی بیویاں، سلیقہ کے ساتھ رکھے ہوئے پیالے، بچھے ہوئے گدے اور گاؤ تکیے نظر آئیں گے جنتی ان نعمتوں کو دیکھ کر کہیں گے، تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں اس دین کی ہدایت دی اگر اللہ ہمیں ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی ہدایت یافتہ نہیں ہو سکتے تھے، پھر ایک منادی آواز لگائے گا تم ہمیشہ زندہ رہو گے کبھی

تمہیں موت نہ آئے گی، تم یہاں ہمیشہ رہو گے اور کبھی کوچ نہ کرو گے، تم ہمیشہ صحتمند رہو گے اور کبھی مرض کا شکار نہ ہو گے"

اور صحیحین میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ليدخلن الجنة من أمتي سبعون الفا أوسبع مائة الف متماسكون آخذ بعضهم ببعض، لا يدخل أولهم حتى يدخل آخرهم ، وجوههم على صورة القمر ليلة البدر	میری امت میں سے ستر ہزار (یا فرمایا) سات لاکھ اس طرح داخل ہوں گے کہ وہ ایک دوسرے کو پکڑے ہوں گے اور ایک ساتھ جنت میں داخل ہوں گے ان کے چہرے اس طرح چمکتے ہوں گے جس طرح چودھویں شب کا چاند۔

(بخاری کتاب الرقاق، مسلم کتاب الایمان)

اہلِ جنت کی خلقت اوران کی اخلاقی صفات

امام احمدؒ نے اپنی مسند میں ابو ہریرہؓ کی روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

خلق الله عزوجل آدم على صورته طوله ستون ذراعاً، فلما خلقه قال له :اذهب فسلم على اولئك النفر ، وهم نفرمن الملائكة جلوس ، فاستمع ما يحيونك ، فانها تحتيك و تحية ذريتك ، قال : فذهب فقال : السلام عليكم فقالوا : السلام عليك ورحمة الله و بركاته ، فزادوه و رحمة الله ، قال : فكل من يدخل الجنة على صورة آدم ، طوله ستون ذراعاً ، فلم يزل ينقص

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو ان کی صورت پر پیدا کیا ان کی لمبائی ستر ذراع (ہاتھ) تھی ۔ جب ان کو پیدا کیا تو ان سے کہا: جاؤ اور فرشتوں کی جو جماعت بیٹھی ہے ان کو سلام کرو اور جو جواب وہ دیں اس کو غور سے سنو کیوں کہ وہی تمہارا اور قیامت تک تمہاری ذریت کا سلام ہوگا فرماتے ہیں کہ حضرت آدمؑ گئے اور کہا السلام علیکم، فرشتوں نے جواب میں کہا السلام علیک ورحمۃ اللہ و برکاتہ، اس طرح انہوں نے ورحمۃ اللہ و برکاتہ کا اضافہ کر دیا فرمایا جو شخص بھی جنت میں داخل ہوگا وہ حضرت آدمؑ کی شکل وصورت پر ہوگا اس کی لمبائی ساٹھ ذراع ہوگی حضرت آدمؑ کے بعد

الخلق بعده حتى الآن ،
(مسند احمد)

اب تک مخلوق کی لمبائی برابر کم ہوتی جا رہی ہے۔

اور مسند احمد ہی میں ایک دوسری روایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

یدخل أهل الجنة الجنة جرداً مرداً بیضا جعاداً مکحلین ابناء ثلاث و ثلاثین ، وهم علی خلق آدم ستون ذراعًا فی عرض سبعة أذرع
(مسند احمد)

اہل جنت جنت میں جب داخل ہوں گے تو وہ بے ریش و بے بال، سفید گورے چٹے ہوں گے اور سرمہ لگائے ہوں گے ان کی عمر ۳۳ سال کی ہوگی ان کا ڈیل ڈول حضرت آدمؑ کے برابر ہوگا یعنی ان کی لمبائی ساٹھ ہاتھ اور ان کی چوڑائی سات ہاتھ ہوگی۔

ترمذی میں بھی اسی طرح کی روایت حضرت معاذ بن جبلؓ سے مرفوعاً منقول ہے، امام ترمذی نے ایک اور روایت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ جنتیوں اور دوزخیوں کی عمر ۳۰ رسال ہوگی اس سے زیادہ نہ ہوگی لیکن اگر غور کیا جائے تو دونوں میں کوئی تعارض نہیں، کیوں کہ کلام عرب میں یہ امر معروف ہے کہ اگر کسی عدد میں کسر ہو تو کبھی وہ کسر کو ذکر کرتے ہیں اور کبھی اس کو حذف کر دیتے ہیں اسی طرح راوی نے یہاں کسر کو حذف کر دیا ہے۔

یہ تو تھی اہل جنت کی خلقت والی صفات جہاں تک ان کی اخلاقی صفات کا تعلق ہے تو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ نَزَعْنَا مَافِیْ صُدُوْرِهِمْ مِنْ

ان کے سینوں میں جو کچھ کدورت ہوگی

غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقَابِلِیْنَ (الحجر :۴۷)

ہم اس کو نکال دیں گے پھر وہ آپس میں بھائی بھائی ہو جائیں گے اور تخت پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔

صحیحین کی ایک لمبی روایت اس سے پہلے گذر چکی ہے، اس میں یہ بھی تھا کہ ان کے درمیان نہ کوئی اختلاف ہوگا نہ آپس میں بغض و حسد، ان کے دل شخص واحد کے دل کی طرح متحد ہوں گے، وہ صبح و شام اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کریں گے۔

اسی طرح اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اہل جنت کی عورتوں کے بارے میں کہا کہ وہ ان کی ہم عمر ہوں گی، ان میں کوئی بوڑھی یا کم سن نہ ہوگی، اور ظاہر ہے طول و عرض، اور عمر میں اس تناسب کی وجہ سے کمال لذت حاصل ہوگا اسی لئے جنتی ایک ایک دن میں سوسو کنواریوں سے صحبت کرے گا اور اس کو تھکن نہ ہوگی جیسا کہ عنقریب اس کا بیان آئے گا۔ ان شاء اللہ

اہلِ جنت میں سب سے اعلیٰ اور سب سے ادنیٰ مقام کس کا ہوگا؟

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِّنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَ رَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ وَّ آتَيْنَا عِيْسَى بْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَاتِ

(البقرۃ :۲۵۳)

ان رسولوں میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دے رکھی ہے، ان میں سے وہ بھی ہیں جن سے اللہ نے کلام کیا ہے اور بعض کے درجات بلند کیے اور ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو واضح نشانیاں دیں۔

اس کی تفسیر میں حضرت مجاہدؒ وغیرہ نے فرمایا: " مِّنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ " سے مراد موسیٰ علیہ السلام ہیں "وَ رَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ" سے مراد محمد ﷺ ہیں، اور حدیث اسراء میں ذکر آیا ہے کہ آپ ﷺ جب موسیٰ علیہ السلام سے آگے بڑھے تو حضرت موسیٰ نے فرمایا تھا، اے میرے رب میں نہیں سمجھتا تھا کہ مجھ سے اوپر بھی کسی کا درجہ بلند کیا جائے گا اس کے بعد آپ ﷺ اتنے اوپر چلے گئے جس کو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے یہاں تک کہ سدرۃ المنتہیٰ سے بھی آگے نکل گئے (بخاری کتاب التوحید)

اور صحیح مسلم میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ

انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا:

إذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما يقول ، ثم صلوا عليّ ، فانه من صلى علي صلاة صلى الله عليه عشراً ، ثم سلوالي الوسيلة ، فانها منزلة في الجنة لا تنبغي إلا لعبد من عباد الله ، و أرجو أن أكون هو ، فمن سأل لي الوسيلة حلت له الشفاعة
(مسلم كتاب الصلاة)

جب تم مؤذن کی آواز سنو تو جو کلمات وہ کہے تم بھی اسی طرح کہو پھر مجھ پر درود و سلام بھیجو کیوں کہ جو مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل کرتا ہے، اس کے بعد تم میرے لئے وسیلہ کی دعاء کرو کیوں کہ وہ جنت میں ایک ایسا مقام ہے جو اللہ کے بندوں میں سے صرف ایک کے لئے لائق ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ میں ہی اللہ کا وہ بندہ ہوں گا (جس کو وہ مقام حاصل ہوگا) جو شخص میرے لئے اس وسیلہ کی دعا کرے گا اس کو میری شفاعت نصیب ہوگی۔

اور جہاں تک سب سے ادنیٰ مقام والے جنتی کا تعلق ہے تو اس کا ذکر حضرت مغیرہ بن شعبہ کی حدیث میں ہے جس کو امام مسلمؒ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے، حضرت مغیرہ بن شعبہ آپ ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

أن موسىؑ سأل ربه ما أدنى أهل الجنة منزلة فقال : رجل يجيئى بعد ما دخل أهل الجنة الجنة ، فيقال له

کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے پوچھا کہ سب سے ادنیٰ مقام والا جنتی کون ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے کہا: جب تمام جنتی جنت میں داخل ہو جائیں گے تو ایک شخص

ادخل الجنة فيقول رب كيف ، و قد نزل الناس منازلهم،وأخذوا أخذاتهم ؟ فيقال له : أترضى أن يكون لك مثل ملك من ملوك الدنيا، فيقول : رضيت رب، فيقول له : لك ذلك ، و مثله ، و مثله ، و مثله ، و مثله ، فقال في الخامسة : رضيت رب ، قال : رب فأعلاهم منزلة ؟ قال : أولئك الذين أردت ، غرست كرامتهم بيدي ، و ختمت عليها فلم ترعين ، ولم تسمع أذن ، ولم يخطر على قلب بشر" (مسلم كتاب الايمان)	آئے گا اس سے کہا جائے گا جنت میں چلے جاؤ وہ عرض کرے گا اے میرے رب میں کیسے جنت میں جاؤں، وہاں تو تمام لوگوں نے اپنی اپنی جگہیں لے لی ہیں، اس سے کہا جائے گا، تم کو دنیا کے کسی بادشاہ کے ملک کے برابر جگہ دیدیجائے تو کیا تم اس پر راضی ہو، وہ کہے گا اے میرے رب میں بالکل راضی ہوں تو اللہ تعالیٰ کہے گا تم کو اس کے برابر دیا جاتا ہے، اتنا ہی اور، اتنا ہی اور، اتنا ہی اور، اتنا ہی اور، پانچویں مرتبہ میں وہ کہے گا، اے میرے رب میں راضی ہوں اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا تو سب سے اعلیٰ مقام والے جنتی کون ہوں گے؟ اللہ تعالیٰ نے کہا یہ وہ لوگ ہوں گے جن کو میں نے منتخب کیا ہے، میں نے ان کے اکرام واعزاز کے درخت اپنے ہاتھ سے لگائے ہیں اور ان پر مہر لگادی ہے اس لئے نہ کسی آنکھ نے ان کو دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی کے دل میں ان کا خیال آیا۔

اور ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إن أدنى أهل الجنة منزلة	اہل جنت سب سے ادنیٰ مقام والا وہ ہوگا

لمن ينظر إلى جنانه و أزواجه و نعيمه ، و خدمه و سرره مسيرة الف سنة ، و أكرمهم على الله من ينظر إلى وجهه غدوة و عشية ، ثم قرأ رسول الله ﷺ "وجوه يومئذ ناضرة إلى ربها ناظرة " (۱) (ترمذی کتاب صفة الجنة)	جس کے باغات، بیویاں، نعمتیں، خدم وحشم اور مسہریاں ایک ہزار سال کی مسافت سے نظر آئیں گی، اور اللہ کے نزدیک سب سے معزز وہ ہوگا جو صبح وشام دیدار الٰہی سے مشرف ہوگا پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی "وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ إِلىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ" (اس دن بعض چہرے سر سبز وشاداب ہوں گے اور وہ اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہوں گے)۔

یہ حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعا وموقوفا دونوں طرح سے مروی ہے۔

(۱) القیامۃ: ۲۲۔۲۳

دخولِ جنت کے وقت پیش کیا جانے والا تحفہ

امام مسلمؒ نے اپنی صحیح میں حضرت ثوبانؓ کی روایت نقل کی ہے فرماتے ہیں:

كنت قائما عند رسول الله ﷺ فجاء حبر من أحبار اليهود فقال : السلام عليك يا محمد ، فدفعته دفعة كاد يصرع منها ، فقال : لم تدفعني ؟ فقلت : ألا تقول يا رسول الله ؟ فقال اليهودي : إنما ندعوه باسمه الذي سماه به أهله ، فقال رسول الله ﷺ : " ان اسمي محمد الذي سماني به أهلي ، فقال اليهودي : جئت أسألك ، فقال له رسول الله ﷺ : " أينفعك شيئ إن حدثتك "؟ فقال : أسمع بأذني ، فنكت رسول الله ﷺ بعود معه

میں رسول اللہ ﷺ کے پاس کھڑا ہوا تھا کہ ایک یہودی پادری آیا اور اس نے کہا: اے محمد! (ﷺ) تم پر سلامتی ہو میں نے اس کو اس زور کا دھکا دیا کہ وہ گرتے گرتے بچا اس نے کہا تم مجھے کیوں دھکا دے رہے ہو میں نے کہا تم محمد کی بجائے رسول اللہ ﷺ کیوں نہیں کہتے ہو یہودی نے جواب دیا، ہم ان کو اسی نام سے پکارتے ہیں جو ان کے گھر والوں نے رکھا ہے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یقیناً میرا نام محمد ہے جو میرے گھر والوں نے رکھا ہے: پھر یہودی نے کہا میں آپ سے کچھ معلوم کرنے آیا ہوں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا میرے جواب سے تمہیں کوئی فائدہ ہوگا، اس نے کہا میں غور سے سنوں گا رسول اللہ ﷺ نے ایک تنکے سے جو آپ

في الأرض ، فقال : " سل" فقال اليهودي ، أين يكون الناس يوم تبدل الأرض غير الأرض والسماوات ؟ فقال رسول الله ﷺ : ، "هم في الظلمة دون الجسر" قال : فمن أول الناس إجازة يوم القيامة ؟ قال "فقراء المهاجرين" قال اليهودي: فما تحفتهم حين يدخلون الجنة ؟ قال : " زيادة كبد النون ؟ قال : فما غذاؤهم على اثرها ؟قال ينحرلهم ثور الجنة الذي كان ياكل من أطرافها " قال : فما شرابهم عليه ؟ قال : "من عين فيها تسمى سلسبيلاً " قال : صدقت ، قال : و جئت أسألك عن شيئ لا يعلمه أحد من أهل الأرض إلا نبي ، أو رجل

کے ہاتھ میں تھا زمین کو کریدا پھر فرمایا پوچھو کیا پوچھتے ہو، یہودی نے کہا جس دن زمین و آسمان بدل دیے جائیں گے اس دن لوگ کہاں ہوں گے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ پُل صراط سے پہلے کی تاریکی میں ہوں گے یہودی نے کہا قیامت کے دن لوگوں میں سب سے پہلے جنت میں داخلہ کی اجازت کس کو ملے گی ؟ فرمایا فقراء المہاجرین کو، یہودی نے کہا جب وہ جنت میں داخل ہوں گے تو ان کو کیا تحفہ پیش کیا جائے گا، فرمایا مچھلی کا جگر، پوچھا اس کے بعد ان کو کیا غذا ملے گی؟ فرمایا ان کے لئے جنت کا بیل ذبح کیا جائے گا جو جنت میں ہی چرتا رہتا تھا پوچھا اس پر پینے کو کیا ملے گا ، فرمایا سلسبیل نامی چشمہ کا پانی ، یہودی نے کہا آپ نے بالکل سچ فرمایا پھر یہودی نے کہا میں آپ سے ایسی چیز کے بارے میں پوچھنے آیا ہوں جس کو کسی نبی یا ایک دو آدمی کے علاوہ کوئی

أور رجلان ، قال : " ينفعك إن حدثتك " قال : أسمع بأذني قال : جئت أسألك عن الولد ؟ قال : " ماء الرجل أبيض و ماء المرأة أصفر ، فاذا اجتمعا فعلامنی الرجل منی المرأة أذکرا باذن الله تعالیٰ و إن علامنی المرأة منی الرجل آنثا باذن الله تعالیٰ ، فقال الیهودی: لقد صدقت و إنك لنبی ، ثم انصرف فقال رسول الله ﷺ : " لقد سألنی هذا عن الذی سألنی عنه و مالی علم بشیئی منه ، حتی آتانی الله عزوجل به "
(مسلم کتاب الحیض)

نہیں جان سکتا ، آپ ﷺ نے فرمایا میرے بتانے سے تمہیں کچھ فائدہ ہوگا ؟ اس نے کہا میں غور سے سنوں گا اس نے کہا میں آپ سے بچہ کے بارے میں پوچھنے آیا ہوں، آپؐ نے فرمایا: مرد کا پانی سفید ہوتا ہے اور عورت کا زرد، اور مرد وعورت کے ملاپ کے وقت اگر مرد کی منی عورت کی منی پر غالب آجائے تو اللہ کے حکم سے لڑکا ہوتا ہے اور اگر عورت کی منی مرد کی منی پر غالب آجائے تو اللہ کے حکم سے لڑکی ہوتی ہے یہودی نے کہا آپ نے بالکل سچ کہا اور یقیناً آپ نبی ہیں پھر وہ چلا گیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس نے جن چیزوں کے متعلق سوال کیا ان کا مجھے کوئی علم نہیں تھا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے (وحی کے ذریعہ) مجھے اس کا علم دیا۔

اور صحیح بخاری میں حضرت انسؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن سلامؓ نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لے آئے ہیں اس وقت وہ کسی جگہ موسم خریف گذار رہے تھے تو وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا

کہ میں آپ سے تین چیزوں کے بارے میں پوچھتا ہوں ان کو صرف نبی ہی جان سکتا ہے۔ پہلا سوال یہ ہے کہ قیامت کی سب سے پہلی نشانی کیا ہے؟ دوسرا یہ کہ جنتیوں کو سب سے پہلے کونسا کھانا ملے گا؟ اور بچہ کس وجہ سے اپنے باپ یا ماں پر جاتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ابھی ابھی حضرت جبرئیلؑ نے مجھے ان چیزوں کے بارے میں بتایا ہے انہوں نے کہا: جبرئیل نے؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں جبرئیل نے، انہوں نے کہا: وہی جبرئیل جن کو یہودی، ملائکہ میں سے اپنا دشمن سمجھتے ہیں، اس پر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی ''قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَ هُدًى وَّ بُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ'' (۱) (اے محمد ﷺ آپ کہہ دیجئے جو شخص حضرت جبرئیل کا دشمن ہے (تو اس کی دشمنی کی کوئی وجہ نہیں کیوں کہ) انہوں نے (اس قرآن کو) آپ کے دل پر اللہ کے حکم سے اتارا اور یہ قرآن پچھلی کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے اور یہ مؤمنین کے لئے باعثِ ہدایت اور خوشخبری ہے) پھر فرمایا: جہاں تک قیامت کی پہلی نشانی کا تعلق ہے تو وہ ایک آگ ہے جو لوگوں کو مشرق سے مغرب کی طرف لے جائے گی، اور جنتی جو کھانا سب سے پہلے کھائیں گے وہ مچھلی کا جگر ہوگا اور جب مرد کا پانی عورت کے پانی پر غالب آجائے تو لڑکا پیدا ہوتا ہے اور جب عورت کا پانی مرد کے پانی پر غالب آتا ہے تو لڑکی ہوتی ہے یہ سن کر عبداللہ بن سلامؓ نے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسولؐ ہیں پھر فرمایا اے اللہ کے رسولؐ! یہود بڑی مکار اور بہتان تراش قوم ہے اگر آپ کے پوچھنے سے پہلے انہیں میرے اسلام کے بارے میں پتہ چل جائے تو وہ مجھ پر بہتان

---

(۱) البقرۃ :۹۷

لگا ئیں گے، اس کے بعد یہودی آئے تو آپ ﷺ نے پوچھا تمہارے درمیان عبداللہ کا کیا مقام ہے، انہوں نے کہا وہ ہم میں سب سے بہتر ہیں، سب سے بہتر کے بیٹے ہیں، ہمارے سردار ہیں، اور ہمارے سردار کے بیٹے ہیں، آپ ؐ نے فرمایا اگر عبداللہ اسلام لے آئیں تو تمہارا کیا خیال ہے؟ وہ بولے اللہ ان کو اس سے بچائے یہ سن کر عبداللہ ان کے سامنے آئے اور کہا: ''اشهد أن لا إله إلا الله و أشهد أن محمداً رسول الله'' یہ سن کر بولے یہ تو ہم میں سب سے برے اور سب سے برے کی اولاد ہیں اور خوب ان کی مذمت کی حضرت عبداللہ بن سلام نے کہا اللہ کے رسول ؐ! مجھے اسی کا ڈر تھا (۱)

اور صحیحین میں حضرت ابو سعید الخدری ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"تكون الأرض يوم القيامة خبزة واحدة يتكفأها الجبار بيده كما يتكفأ أحدكم خبزته في السفر نزلًا لأهل الجنة" فأتى رجل من اليهود فقال: بارك الرحمن عليك يا أباالقاسم ، ألا أخبرك بنزل أهل الجنة يوم القيامة ، قال : " بلٰى '' قال : تكون الأرض خبزة واحدة	قیامت کے دن زمین ایک چپاتی کی طرح ہوگی، صاحب جبروت اللہ تعالیٰ اس کو اپنے ہاتھ میں الٹے پلٹے گا جس طرح کوئی شخص اپنی چپاتی کو سفر میں الٹتا پلٹتا ہے، یہ جنتیوں کے لئے اعزاز کا سامان ہوگا اس کے (کچھ دنوں کے بعد) ایک یہودی شخص آیا اور اس نے کہا: اے ابو القاسم ! اللہ تمہیں برکت دے کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ قیامت کے دن اہل جنت کو مہمانی میں کیا ملے گا

(۱) بخاری کتاب مناقب الانصار

كما قال النبي ﷺ فنظر النبي الينا ثم ضحك حتى بدت نواجذه ، ثم قال : الا أخبرك بادامهم ؟ قال بلى ، قال ! " ادامهم بالام (۱) و نون " قال : و ما ذا ؟ قال : " ثورونون يأكل من زيادة كبد هما سبعون ألفاً
(بخاری کتاب الرقاق، مسلم کتاب صفات المنافقین)

آپ ﷺ نے فرمایا ضرور بتاؤ اس نے وہی بتایا جو آپ ﷺ صحابہ سے بتا چکے تھے، یہ سن کر آپ ﷺ نے ہماری طرف دیکھا اور ہنسنے لگے یہاں تک کہ آپ کے دندانِ مبارک نظر آنے لگے پھر آپ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تجھے نہ بتاؤں کہ ان کا سالن کیا ہوگا اس نے کہا ضرور بتائے آپ ﷺ نے فرمایا ان کا سالن بیل اور مچھلی کا ہوگا، ان کے جگر کو ستر ہزار افراد کھائیں گے۔

(۱) محققین کے نزدیک یہ عبرانی لفظ ہے جس کے معنی بیل کے ہیں۔

جنت کی خوشبو

امام طبرانیؒ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"من قتل قتيلاً من أهل الذمة لم يرح رائحة الجنة و إن ريحها ليوجد من ميسرة مئة عام"

جس کسی نے کسی ذمی کو قتل کیا وہ جنت کی خوشبو تک نہیں پائے گا حالانکہ اس کی خوشبو سو سال کی مسافت سے محسوس ہوگی۔

اسی طرح کی روایت امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں نقل کی ہے مگر اس میں سو سال کی مسافت کی بجائے چالیس سال کی مسافت کا تذکرہ ہے (۱)

اور امام ترمذیؒ نے ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ألا من قتل نفساً معاهداً له ذمة الله و ذمة رسوله فقد أخفر بذمة الله ، فلا يرح رائحة الجنة ، و إن ريحها ليوجد من مسيرة سبعين خريفا،

(ترمذی کتاب الديات)

خوب کان کھول کر سن لو! جس نے کسی ذمی کو جو اللہ اور اس کے رسول کے ذمہ میں تھا قتل کیا تو اس نے اللہ کے ذمہ کو توڑا لہذا وہ شخص جنت کی خوشبو نہیں پائے گا حالانکہ اس کی خوشبو ستر سال کی مسافت سے محسوس ہوگی۔

---

(۱) بخاری كتاب الجزية

اس کے علاوہ امام بخاریؒ و مسلمؒ نے حضرت انسؓ کی حدیث نقل کی ہے فرماتے ہیں کہ میرے چچا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بدر میں شریک نہ ہو سکے، اس کا ان کو بڑا رنج ہوا، اس پر انہوں نے کہا: سب سے پہلے غزوہ میں تو میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک نہ ہو سکا، اگر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے رسول ﷺ کے ساتھ مجھے کسی غزوہ میں شریک ہونے کا موقع دیا تو اللہ خوب دیکھ لے گا کہ میں اس میں کیا کارنامہ انجام دوں گا، اس کے علاوہ انہوں نے کچھ نہیں کہا فرماتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوۂ احد میں شریک ہوئے جنگ کے دوران حضرت سعد بن معاذؓ سے ان کی ملاقات ہوئی تو انہوں نے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے؟ انہوں نے فرمایا مت پوچھو مجھے تو احد کے اس پہاڑ سے جنت کی خوشبو آرہی ہے فرماتے ہیں یہ کہہ کر وہ قتال کرتے رہے یہاں تک کہ شہید ہو گئے، فرماتے ہیں کہ ان کے جسم میں اسی سے زائد تلوار، نیزوں اور تیر کی مار کے نشان تھے، ان کی بہن جو ربیع بنت النضر کی پھوپھی ہیں فرماتی ہیں، میں نے اپنے بھائی کو انگلیوں کے پور سے پہچانا اس پر یہ آیت نازل ہوئی ''مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَاعَاهَدُوْا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلاً ''(۱) (مومنین میں سے بعض ایسے ہیں جنہوں نے اللہ سے کیا ہوا معاہدہ پورا کر دکھایا، ان میں سے بعض نے اپنی نذر پوری کر دی بعض انتظار میں ہیں اور انہوں نے ذرہ برابر اپنے وعدوں میں تبدیلی نہیں کی).

جنت کی خشبو کی دو قسمیں ہیں ایک قسم وہ ہے جس کو دنیا میں کبھی کبھی روحیں سونگھ لیتی ہیں مگر ان کو الفاظ میں نہیں بیان کیا جا سکتا اور ایک قسم وہ ہے جو ظاہری قوتِ شامہ سے سونگھی جا سکتی ہے جس طرح پھولوں کی خوشبو کو سونگھا جاتا

---

(۱) الأحزاب :۲۳

ہے، اس طرح کی خوشبو کو تمام جنتی آخرت میں سونگھیں گے خواہ قریب کے ہوں یا دور کے، مگر دنیا میں اس کا احساس انبیاء اور رسول جیسے خاص خاص لوگوں کو ہی ہو پاتا ہے، حضرت انس بن النضر کے چچا نے جو خوشبو محسوس کی تھی ممکن ہے اسی مؤخر الذکر قسم کی خوشبو ہو اور اس کا بھی امکان ہے کہ پہلی قسم میں سے ہو۔

اور امام طبرانیؒ نے حضرت جابرؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ريح الجنة يوجد من مسيرة ألف عام و الله لا يجدها عاق، ولا قاطع رحم
(مجمع الزوائد)

جنت کی خوشبو ایک ہزار سال کی دوری سے محسوس ہوگی خدا کی قسم والدین کا نافرمان اور رشتہ ناطہ توڑنے والا اس کو نہ پائے گا۔

اور ابو داود طیالسی نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من ادعى إلى غير أبيه لم يرح رائحة الجنة و إن ريحها ليوجد من مسيرة خمسين عاما
(مسند الطيالسي)

جس نے اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف اپنی نسبت کی وہ جنت کی خوشبو تک نہ پائے گا حالانکہ اس کی خوشبو پچاس سال کی دوری سے محسوس ہوگی۔

جنت کی منادی

امام مسلمؒ نے اپنی صحیح میں حضرت ابوسعید خدریؓ اور ابوہریرہؓ کی روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ینادی مناد : ان لکم ان تصحوا فلا تسقموا أبداً ، و ان لکم أن تحیوا فلا تموتوا أبداً ، و ان لکم أن تشبوا فلا تهرموا أبداً ، و ان لکم أن تنعموا فلا تبأسوا أبداً، و ذلك قول الله عزوجل " ونودوا أن تلکم الجنة اورثتموها بما کنتم تعملون "
(مسلم کتاب الجنة)

ایک آواز لگانے والا آواز لگائے گا (اے اہل جنت) تم ہمیشہ صحتمند رہو گے اور کبھی بیمار نہ پڑو گے ۔ تم ہمیشہ زندہ رہو گے تمہیں کبھی موت نہ آئے گی ۔ تم ہمیشہ پُرشباب رہو گے کبھی تم پر بڑھاپا طاری نہ ہوگا ۔ تم کو ہمیشہ مختلف قسم کی نعمتیں ملتی رہیں گی کبھی تم پر بدحالی و پریشانی نہ آئے گی ۔ اس کا مصداق اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے : ''وَنُوْدُوْا أَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ أُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ'' (اور اعلان کرادیا جائے گا کہ یہ وہ جنت ہے جس کے تم اپنے اعمال کی بنا پر وارث بنائے گئے)

حضرت عثمان بن ابی شیبہ نے ابوہریرہؓ اور ابوسعیدؓ سے '' ونودوا أن تلکم الجنة الآیة '' کی تفسیر وہی نقل کی ہے جو اوپر کی روایت میں گذری۔

اور صحیح مسلم میں حضرت صہیبؓ کی روایت نقل کی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ

نے ارشاد فرمایا:

اذا دخل أهل الجنة الجنة و أهل النار النار نادى مناد یاأهل الجنة انّ کم عند الله موعداً فیقولون ما هو ؟ ألم یثقل موازیننا ، و یبیض وجوهنا ، ویدخلنا الجنة ، و ینجنا من النار ؟ فیکشف الحجاب ، فینظرون الى الله، فو الله ما أعطاهم الله شیئاً هو أحب الیهم من النظر الیه
(مسلم کتاب الایمان)

جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل ہوجائیں گے تو منادی کرنے والا منادی کرے گا اے اہل جنت! اللہ کے یہاں تمہارے لئے ایک وعدہ ہے۔ وہ کہیں گے یہ کونسا وعدہ ہے؟ کیا اللہ نے ہمارے (نیک اعمال) کا پلڑا بھاری نہیں کیا، کیا اس نے ہمارے چہروں کو روشن نہیں بنایا؟ کیا اس نے ہمیں جنت میں داخل نہیں کیا اور ہمیں جہنم سے نجات نہیں دی؟ اس کے بعد پردہ اٹھادیا جائے گا اور وہ اللہ کا دیدار کریں گے۔ خدا کی قسم ان کو جنتی نعمتیں ملی ہوں گی ان میں ان کے نزدیک دیدار الٰہی سے زیادہ کوئی نعمت محبوب نہ ہوگی۔

اور عبداللہ بن مبارک نے ابو بکر الہانی کے واسطہ سے ابو تمیمہ ہجینی کی روایت نقل کی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو بصرہ کے منبر پر تقریر کرتے ہوئے سنا اس میں انہوں نے فرمایا:

ان الله عزوجل یبعث یوم القیامة ملکا الى أهل الجنة فیقول : یاأهل الجنة ، هل انجزکم الله ماوعدکم ؟

اللہ تعالیٰ روز قیامت ایک فرشتہ کو اہل جنت کے پاس بھیجے گا، وہ فرشتہ کہے گا۔ اے جنتیو! کیا اللہ نے تمہارا وعدہ پورا کر دیا؟ وہ اپنے زیورات، زرق برق لباس

فينظرون فيرون الحلى و الحلل و الأنهار ، والأزواج المطهرة ، فيقولون : نعم قد انجزنا ماوعدنا ، قالوا ذلك ثلاث مرات ، فينظرون فلا يفتقدون شيئا مما وعدوا ، فيقولون: نعم ، فيقول : قد بقى شيئى، ان الله يقول "للذين أحسنوا الحسنى و زيادة ،، ألا ان الحسنى الجنة ، و الزيادة النظر الى وجه الله "	اور پاکیزہ بیویوں کو دیکھ کر کہیں گے : ہاں اللہ نے ہم سے کیا ہوا وعدہ پورا کر دیا۔ اس بات کو وہ تین بار دھرائیں گے ۔ پھر دوبارہ جنت کی نعمتوں کو دیکھیں گے اور جب اللہ کے کئے ہوئے وعدہ میں کوئی کمی نہ پائیں گے تو کہیں گے ہاں اللہ نے ہم سے کیا ہوا وعدہ پورا کر دیا۔ اس پر وہ فرشتہ کہے گا ! ایک چیز رہ گئی ہے ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : " لِلَّذِيْنَ أَحْسَنُوْا الْحُسْنٰى وَ زِيَادَةٌ " (اچھے اعمال کرنے والوں کے لئے اچھا بدلہ ہے اور اس پر مزید) اچھے بدلہ سے مراد جنت ہے اور مزید سے مراد دیدار الٰہی (۱)
(زوائد الزهد)	

صحیحین میں حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إن الله عزوجل يقول لأهل الجنة يا أهل الجنة فيقولون : لبيك ربنا و سعديك ،	اللہ تعالیٰ جنتیوں سے کہے گا : اے اہل جنت ! وہ کہیں گے اے ہمارے رب ہم حاضر ہیں ۔ پھر اللہ تعالیٰ کہے گا : کیا تم

(۱) یہ حدیث سند کے اعتبار سے موقوف ہے کیوں کہ اس کی سند صحابی پر ختم ہوتی ہے مگر حکماً مرفوع ہے کیوں کہ اس کا مضمون غیبی امور سے تعلق رکھتا ہے۔ اور غیبی امور سے متعلق مضامین پر مشتمل احادیث اگر چہ سنداً موقوف ہوں مگر حکماً وہ مرفوع ہوا کرتی ہیں۔ (مترجم)

فيقول هل رضيتم ؟ فيقولون : ومالنا لا نرضى و قد اعطيتنا مالم تعط أحداً من خلقك ، فيقول : أنا أعطيكم أفضل من ذلك ، قالوا : ربنا و أى شيئى أفضل من ذلك ؟ قال : أحل عليكم رضوانى فلا أسخط عليكم بعده أبداً

(بخاری کتاب الرقاق ، مسلم کتاب الجنة)

خوش ہو، وہ کہیں گے: بھلا ہم خوش کیوں نہ ہوں گے جبکہ تونے ہمیں وہ نعمتیں عطا کی ہیں جو اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہیں بخشیں۔ اللہ کہے گا: میں تم کو ان تمام نعمتوں سے اچھی نعمت عطا کردوں گا، وہ کہیں گے: اے ہمارے رب اس سے اچھی کونسی نعمت ہوسکتی ہے؟ اللہ کہے گا: میں تم پر اپنی خوشنودی نچھاور کردوں گا اور کبھی تم پر ناراض نہ ہوں گا (اس سے افضل کیا بات ہوسکتی ہے؟)۔

صحیحین میں ایک اور روایت ابن عمرؓ سے آئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

يدخل الله أهل الجنة الجنة و أهل النار النار ثم يقوم مؤذن بينهم فيقول يا أهل الجنة لا موت ، و يا أهل النار لا موت كل خالد فيما هو فيه

(بخاری کتاب الرقاق ، مسلم کتاب الجنة)

اللہ تعالیٰ اہل جنت کو جنت میں اور اہل دوزخ کو دوزخ میں داخل کرے گا پھر ایک منادی والا ان کے درمیان اعلان کرے گا اے اہل جنت! اب موت کا وجود نہیں۔ اے اہل دوزخ اب موت کا وجود نہیں اب جو جس میں ہے ہمیشہ اسی میں رہے گا۔

جنت کے باغ اور درخت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَأَصْحَابُ الْيَمِيْنِ مَاأَصْحَابُ الْيَمِيْنِ، فِي سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ وَّ طَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ وَّ ظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ وَّمَآءٍ مَّسْكُوْبٍ وَّ فَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ
(الواقعة :۲۷۔۳۳)

اور جو داہنے والے ہیں، وہ داہنے والے کیسے اچھے ہیں، وہ وہاں ہوں گے جہاں بے خار بیریاں ہوں گی، تہ بتہ کیلے ہوں گے، لمبا سایہ ہوگا، بہتا پانی ہوگا، کثرت سے میوے ہوں گے، جو نہ ختم ہوں گے اور نہ ان کی روک ٹوک ہوگی۔

اور سورہ رحمٰن میں ان لوگوں کے لئے جو اللہ کے سامنے جوابدہی کے سلسلہ میں ڈرتے ہیں دو باغات کا وعدہ کیا گیا ہے۔ جن کے بارے میں کہا گیا ''ذَوَاتَا اَفْنَانٍ'' یعنی وہ شاخوں والے ہوں گے۔ اس کے کچھ بعد ان سے کم درجہ کے دو باغات کا ذکر ہے ان کی صفت بیان کرتے ہوئے کہا گیا'' فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّ نَخْلٌ وَّ رُمَّانٌ '' ان میں پھل، کھجور کے درخت اور انار ہوں گے۔

اور عبداللہ بن مبارک نے سلیم بن عامر کی روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دیہاتی گنواروں کی جانب سے مختلف مسائل پوچھنے کے ذریعہ نفع پہونچاتا ہے۔ ایک دن ایک دیہاتی آیا اور کہنے لگا اے اللہ کے رسول ﷺ! اللہ تعالیٰ نے جنت میں ایک ایذا رسا (تکلیف پہنچانے والا) درخت کا ذکر کیا ہے۔ میں نہیں جانتا تھا کہ جنت میں کوئی درخت ایسا بھی ہوگا

جس سے جنتیوں کو تکلیف ہوگی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ کونسا درخت ہے؟ اس نے، کہا: بیری کا۔ کیوں کہ اس کے اندر کانٹے ہوتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کیا اللہ نے جہاں اس کا تذکرہ کیا ہے یہ نہیں فرمایا کہ اس کے کانٹے نکال دیئے گئے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ نے اس کے کانٹوں کی جگہ پھل پیدا کر دیئے ہوں گے۔

اور صحیحین میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِن فی الجنة شجرة یسیر الراکب فی ظلها مئة عام لا یقطعها فاقرؤوا اِن شئتم "و ظل ممدود" (۱)

(بخاری کتاب بدأ الخلق ، مسلم کتاب الجنة)

جنت میں ایک درخت ایسا ہے کہ (کسی سواری پر) سوار اس کے سایہ میں سو سال تک چلے گا لیکن اس کو طے نہ کر سکے گا پھر آپ ﷺ نے فرمایا اس کی تصدیق کے لئے اگر چاہو تو یہ آیت پڑھ لو'' وَظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ''اور پھیلا ہوا سایہ ہوگا۔

ایک دوسری روایت میں تضمیر (۲) شدہ تیز رو گھوڑے پر سوار کا ذکر ہے کہ وہ سو سال تک چلے گا مگر اس کی مسافت طے نہ کر سکے گا۔

اور مسند احمد میں اس طرح ہے کہ وہ ستر یا سو سال تک چلے گا۔ اس روایت میں اس درخت کا نام ''شجرۃ الخلد'' بتایا گیا ہے۔

---

(۱) الواقعة :۳۰

(۲) عربوں میں یہ دستور تھا کہ وہ گھوڑوں کو چھریرا اور دبلا ہلکا پھلکا کرنے کے لئے اس کو ایک کمرے میں بند کر دیا کرتے تھے اور خوراک بھی گھٹا دیتے تھے، جب گرمی کی شدت سے اس کو پسینہ آتا تو جسم کے اندر کا فضول حصہ ختم ہو جاتا اور گھوڑا چھریرے بدن کا پھرتیلا ہو جاتا اس عمل کو وہ ''تضمیر'' کہا کرتے تھے۔ (مترجم)

اورعبداللہ بن مبارکؒ نے'' زوائد الزهد'' میں وکیع کی سند سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں نقل کیا کہ جب انہوں نے فرمایا جنت میں ایسا درخت بھی ہے جس کے سایہ میں گھوڑ سوار سو سال تک چلے گا اگر تم چاہو تو آیت کا یہ ٹکڑا پڑھ لو'' و ظل ممدود '' پھیلا ہوا سایہ ہوگا۔ اور حضرت کعب الاحبار کو یہ بات پہونچی تو انہوں نے فرمایا: ابو ہریرہ نے سچ کہا۔ اس ذات کی قسم جس نے موسیٰ پر توریت اور نبی کریم ﷺ پر قرآن کریم نازل کیا اگر کوئی شخص اس کے کسی تنے پر سوار ہو جائے پھر اس کی جڑ کا چکر لگانا چاہے تو وہ بوڑھا ہو جائے گا مگر اپنا چکر مکمل نہ کر سکے گا۔ اس کو اللہ نے اپنے ہاتھ سے بویا ہے اور اس میں پھونک ماری ہے۔ اس کی جڑ جنت کی دیواروں سے باہر ہوگی، جنت کی تمام نہریں اسی درخت کی جڑ سے نکلی ہوئی ہیں۔

اور ترمذی میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ما فی الجنة شجرة اِلا وساقها من ذهب	جنت میں تمام درختوں کا تنہ سونے کا ہوگا۔

(ترمذی کتاب صفة الجنة)

صحیحین، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ میں ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

یقول الله اعددت لعبادی الصالحين مالا عين رأت، ولا أذن سمعت، ولا خطر على قلب بشر، و اقرأوا اِن شئتم	اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے ایسی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی

" فلا تعلم نفس ما أخفى لهم من قرة أعين جزاء بما كانوا يعملون " (١) ۔	انسان کے دل میں ان کا خیال گذرا ہے پھر آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم چاہو تو یہ پڑھ لو "فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ" کوئی شخص نہیں جانتا کہ ان (اہل جنت) کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک کا کیا کیا سامان چھپا رکھا گیا ہے ان اعمال کے بدلہ میں جو وہ کرتے تھے۔

ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ میں اس کے آگے اتنا اضافہ ہے:

و فی الجنة شجرة یسیر الراکب فی ظلها مئة عام لا یقطعها ، و اقرأوا إن شئتم " و ظل ممدود " و موضع سوط من الجنة خیر من الدنیا و ما فیها ، و اقرأوا ان شئتم " فمن زحزح عن النار و ادخل الجنة فقد فاز "	جنت میں ایک ایسا درخت ہے جس کے سایہ میں سوار سو سال تک چلے گا مگر اس کو طے نہ کر سکے گا۔ اگر چاہو تو تم اللہ کا قول "وَظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ" پڑھ لو۔ اور فرمایا کہ جنت میں ایک کوڑا رکھنے کی جگہ دنیا کی تمام چیزوں سے بہتر ہے۔ اگر چاہو تو اس کی تصدیق میں یہ پڑھ لو "فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ" جو شخص جہنم سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا تو وہ با مراد ہو گیا۔

اور مسند احمد میں ابن وہب کی سند سے حضرت ابوسعید خدریؓ کی حدیث ہے کہ ایک شخص نے کہا اے اللہ کے رسولؐ! طوبیٰ کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا

جنت میں ایک درخت ہے جس کی مسافت سو سال کے برابر ہے۔ اہل جنت کے کپڑے اسی کے شگوفے کے ہوں گے۔

اور ابن المبارکؒ نے حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: جنت میں کھجور کے درختوں کے تنے سبز زمرد کے ہوں گے، اور اس کی شاخیں سرخ سونے کی اور ان کے ڈنٹھل اہل جنت کا لباس بنیں گے۔ اس کے پھل بڑے بڑے ڈول کے برابر ہوں گے۔ وہ دودھ سے زیادہ سفید، شہد سے زیادہ میٹھے اور مکھن سے زیادہ نرم ہوں گے۔

اور مسند احمد میں حضرت عتبہ بن عبد سلمیؓ کی روایت منقول ہے فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؐ سے حوض کوثر کے بارے میں پوچھا۔ اور پھر آپ ﷺ نے جنت کا تذکرہ کیا۔ دیہاتی نے پوچھا کیا اس میں پھل بھی ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا بالکل اس میں ایک درخت ہے جس کا نام طوبی ہے۔ اس دیہاتی نے پوچھا کہ وہ ہمارے علاقہ کے کس درخت کے مشابہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا وہ تمہارے علاقہ کے کسی درخت کے مشابہ نہیں۔ پھر نبی ﷺ نے فرمایا کیا تو کبھی شام گیا ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ شام کے ایک درخت کے مشابہ ہے اس کو جوزہ (اخروٹ) کہا جاتا ہے۔ وہ ایک تنے پر کھڑا ہوتا ہے اور اوپر کا حصہ پھیل جاتا ہے۔ اس نے پوچھا اس کی جڑ کتنی موٹی ہوگی۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اگر تم اپنے کسی کم سن اونٹ پر سوار ہو تو وہ اس کی جڑ کا ایک چکر بھی پورا نہیں کر سکتا یہاں تک کہ اس کی کمر مارے بڑھاپے کے ٹوٹ جائے گی۔ اس نے کہا: کیا اس میں انگور بھی ہوں گے؟ آپ ﷺ نے کہا بالکل۔ پوچھا ایک خوشہ کتنا بڑا ہوگا؟ آپ نے فرمایا کہ اتنا بڑا کہ چالاک کوّا ایک مہینے تک اس پر مسلسل چل سکتا ہے، کہا کہ ایک دانہ کتنا بڑا ہوگا؟ آپ ﷺ

نے فرمایا۔ کیا تمہارے باپ نے کبھی کوئی بڑا سا بکرا ذبح کیا ہے؟ کہا کہ جی ہاں۔ کہا کہ پھر انہوں نے اس کی کھال اتار کر تمہاری اماں کو دی ہے اور کہا ہے کہ اس کا ڈول بناؤ، کہا کہ ہاں۔ (تو وہ دانہ بھی اس ڈول کے برابر ہوگا) پھر اس دیہاتی نے کہا کہ اس ایک دانے سے تو میں اور میرے تمام گھر والے آسودہ ہو جائیں گے۔ آپؐ نے فرمایا کہ ہاں بلکہ تمہارا پورا قبیلہ آسودہ ہو جائے گا۔

اور امام بیہقیؒ نے ''بعث ونشور'' میں حضرت ابومعاویہ کی سند سے جریر بن عبداللہؓ کی روایت نقل کی ہے فرماتے ہیں کہ ہم لوگ مقام ''صفاح'' میں ٹھہرے، کیا دیکھتے ہیں کہ ایک صاحب ایک درخت کے نیچے سوئے ہوئے ہیں اور ان پر دھوپ آنے ہی والی ہے۔ میں نے ایک بچے سے کہا: اس چمڑے کے دستر خوان کو لے جاؤ اور اس سے ان پر سایہ کر دو۔ وہ گیا اور سایہ کر دیا۔ جب وہ بیدار ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ حضرت سلمان فارسیؓ ہیں، میں ان کو سلام کرنے کے لئے گیا۔ انہوں نے فرمایا۔ سنو جریر! اللہ کے واسطے تواضع اختیار کرو۔ کیوں کہ جو شخص اللہ کے واسطے تواضع اختیار کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو بلند کرے گا۔ جریر! کیا تم جانتے ہو کہ قیامت کے دن تاریکیاں کیا ہوں گی؟ میں نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا لوگوں کا ایک دوسرے پر ظلم کرنا۔ پھر انہوں نے ایک چھوٹا سا تنکا اٹھایا، وہ اتنا چھوٹا تھا کہ ان کی انگلیوں کے درمیان نظر بھی نہیں آرہا تھا پھر انہوں نے فرمایا: جنت میں تم اگر اس کے برابر کوئی تنکا تلاش بھی کرنا چاہو گے تو مل نہیں سکتا۔ میں نے کہا: اے ابوعبداللہ پھر جنت کے درخت کہاں ہوں گے؟ فرمایا۔ ان کی جڑیں تو ہیرے موتی اور سونے کی ہوں گی اور اوپر کا حصہ پھل سے بھرا ہوگا (۲)

---

(۱) مسند احمد

(۲) "البعث والنشور" حدیث:۳۱۶

جنت کے پھل

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ بَشِّرِ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَ عَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا قَالُوْا هٰذَا الَّذِىْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ وَ أُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا وَّلَهُمْ فِيْهَا أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ

(البقرة :۲۵)

اور خوشخبری سنا دیئے (اے محمدؐ) ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک کام کئے کہ ان کے لئے ایسے باغات ہوں گے جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی۔ اور جب جب ان کو پھل بطور رزق عطا کیا جائے گا تو وہ کہیں گے یہ تو وہی ہے جو ہم کو اس سے پہلے دیا گیا تھا۔ اور ان کو ملتے جلتے پھل دئے جائیں گے۔ اور جنت میں ان کے لئے پاک صاف بیویاں ہوں گی۔

اہلِ جنت کا یہ کہنا کہ یہ وہی پھل ہے جو ہم کو اس سے پہلے دیا گیا تھا اس سے کیا مراد ہے؟ اس سلسلہ میں علماء کرام کی دو رائے ہیں۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ ان کی مراد دنیا کے پھل سے ہوگی اور بعض کہتے ہیں وہ جنت کے پھل مراد لیں گے۔

اسی طریقہ سے اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ ان کو ایک دوسرے کے مشابہ (ملتے جلتے) پھل دئے جائیں گے اس کے متعلق بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ جنت کے تمام پھل شروع سے لیکر آخر تک اچھے ہوں گے۔ بعض نے کہا

اس سے مراد یہ ہے کہ رنگ میں ایک جیسے ہوں گے لیکن مزہ جدا جدا ہوگا۔ بعض نے کہا کہ نام اور ظاہری شکل کے اعتبار سے وہ دنیا کے پھل جیسے ہوں گے لیکن مزے میں بالکل مختلف ہوں گے۔

جنت کے پھلوں کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

جَنّٰتُ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ مُتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ وَّ شَرَابٍ (صٓ:۵۰۔۵۱)

ہمیشہ رہنے کے باغات جن کے دروازے ان کے لئے کھلے ہوں گے۔ تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے ان (باغوں) میں اور وہ وہاں بہت سے میوے اور پینے کی چیزیں منگوائیں گے۔

اور سورہ دخان میں فرمایا:

يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ آمِنِيْنَ (الدخان:۵۵)

وہ وہاں ہر قسم کے میوے منگائیں گے اطمینان سے

سورہ زخرف میں ارشاد ہے:

وَ تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ، لَكُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ كَثِيْرَةٌ مِّنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۔ (الزخرف:۷۲۔۷۳)

اور یہی وہ جنت ہے جس کے اپنے اعمال کے عوض میں تم مالک بنادئے گئے ہو، تمہارے لئے اس میں بہت سے میوے ہیں جن سے تم کھا رہے ہو۔

سورہ واقعہ میں ارشاد ہے:

وَ فَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ (الواقعۃ:۳۲۔۳۳)

اور کثرت سے میوے ہوں گے جو نہ ختم ہوں گے اور نہ ان کی روک ٹوک ہوگی۔

اور سورہ حاقہ میں فرمایا:

فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ (الحاقۃ:۲۱۔۲۳)	تو وہ شخص خوب مزے کے عیش میں ہوگا بہشت بریں میں ہوگا جس کے میوے جھکے ہوئے ہوں گے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنتی لیٹے لیٹے بھی پھل کھائے گا۔

اور سورہ دھر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلَالُهَا وَ ذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلاً۔ (الدھر:۱۴)	اور درختوں کے سائے ان پر جھکے ہوئے ہوں گے اور ان کے میوے ان کے بالکل اختیار میں ہوں گے۔

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب جنتی کسی درخت کے پھل کو کھانے کا ارادہ کرے گا تو پھل خود بخود اس کے پاس نیچے اتر جائے گا اور وہ جتنا چاہے گا کھالے گا بعض نے کہا کہ جنتی اٹھتے بیٹھتے اور لیٹے پھل کھائیں گے۔

علامہ طبرانی نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إن الرجل إذا نزع ثمرة من الجنة عادت مكانها أخرىٰ (المعجم الكبير)	جب آدمی جنت کا کوئی پھل توڑے گا تو اس کی جگہ دوسرا پھل پیدا ہو جائے گا۔

ابن کثیرؒ نے عبداللہ بن امام احمد کی سند سے ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

أهبط الله آدم عليه السلام من الجنة و علمه صنعة كل شيئ، وزوده من ثمار الجنة، فثماركم هذه من ثمار الجنة ، غير أنها تغير ، و تلك لا تغير

(النهاية لابن کثیر)

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو جنت سے زمین پر اتارا اور ہر چیز کا ہنر ان کو سکھلا دیا۔ اور ان کو جنت کے کچھ پھل عطا کئے چنانچہ تمہارے یہ پھل جنت سے ہی ہیں بس فرق یہ ہے کہ یہ خراب ہو جاتے ہیں اور جنت کے پھل خراب نہیں ہوتے۔

اور صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عرضت على الجنة حتى لوتناولت منها قطفا أخذته.

(صحیح مسلم کتاب الکسوف)

میرے سامنے جنت پیش کی گئی اگر میں اس کے چند خوشے توڑنا چاہتا تو توڑ لیتا۔

اور مسند احمد میں مزید تفصیل کے ساتھ یہ روایت آئی ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ ہم لوگ ظہر کی نماز میں مشغول تھے کہ رسول اللہ ﷺ آگے بڑھے ہم بھی آگے بڑھ گئے۔ پھر آپ ﷺ کسی چیز کو پکڑنے کے لئے آگے بڑھے پھر پیچھے ہٹ گئے جب آپؐ نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ آج آپ نے نماز کے دوران ایسا کام کیا جو اس سے پہلے نہیں کرتے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: میرے سامنے جنت اور اس کے پھل پھول پیش کئے گئے۔ میں نے اس میں سے چند خوشے توڑ لئے اور تمہارے پاس لانا چاہا مگر ایسا کرنے سے میرے سامنے رکاوٹ ڈال دی گئی۔ اگر اس کو میں لے آتا تو زمین

اور آسمان کے تمام لوگ اس کو کھا لیتے اور اس میں کوئی کمی نہ آتی۔

اور مسند بزار میں حضرت اسامہ بن زیدؓ کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے صحابہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ کون جنت کے لئے کمر بستہ ہے کیوں کہ جنت میں کسی بات کا کھٹکا نہیں، رب کعبہ کی قسم! وہ ایک چمچماتا نور ہے اور کھلتا ہوا پھول، مضبوط قلعہ ہے، اس میں بہتی نہریں ہیں اور پکے ہوئے پھل، حسین و جمیل بیوی، کپڑوں کے بہت سے جوڑے، سرسبز و شادابی، اور انواع واقسام کے پھل فروٹ ہیں. سب نے یک زبان ہو کر کہا: ہم سب اس کے لئے کمر بستہ ہیں آپ نے فرمایا: ان شاء اللہ کہو سب نے کہا: ان شاء اللہ۔

جنت کی کھیتی

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَ تَلَذُّ الْاَعْيُنُ (الزخرف:۷۱)

اور اس میں (جنت میں) سب کچھ ملے گا جو جی چاہے گا اور جس سے آنکھیں لذت اندوز ہوں گی۔

صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ بیٹھے گفتگو فرما رہے تھے اور آپ کی مجلس میں ایک بدو بھی بیٹھا ہوا تھا۔ آپ نے بیان فرمایا کہ ایک جنتی اللہ تعالیٰ سے کھیتی کرنے کی اجازت طلب کرے گا، اللہ تعالیٰ کہے گا: کیا تم کو اپنی خواہش کی تمام چیزیں نہیں مل گئی، وہ کہے گا کیوں نہیں سب کچھ مل گیا لیکن میں کھیتی کرنا چاہتا ہوں، وہ جلدی سے جائے گا اور بیج بودیگا، دیکھتے ہی دیکھتے کھیتی خوب بڑی ہو جائے گی اور کاٹنے کے لائق ہو جائے گی پھر پہاڑ کے برابر اس کا کھلیان لگ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ابن آدم جاؤ اس کو لے لو تمہارا کسی چیز سے پیٹ نہیں بھرتا، یہ سن کر اس بدو نے کہا اللہ کے رسول! یقیناً وہ آدمی یا تو قریشی ہوگا یا انصاری، کیوں کہ یہی لوگ کھیتی کرنے والے ہیں، اور جہاں تک ہمارا تعلق ہے تو ہمارا پیشہ کھیتی ہے ہی نہیں، اس پر رسول اللہ ﷺ ہنس پڑے۔

جنت کی نہریں اور چشمے

قرآن کریم میں بیشمار جگہ آیا ہے:

جَنّٰتٌ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ	(جنتی) ایسے باغات (میں داخل ہوں گے) جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی۔

آیت کریمہ کا یہ ٹکڑا کئی چیزوں پر دلالت کرتا ہے اولاً یہ کہ جنت میں نہریں حقیقتاً پائی جائیں گی، ثانیاً یہ کہ وہ بہتی ہوئی ہوں گی ٹھہری ہوئی نہ ہوں گی ثالثاً یہ کہ وہ جنتیوں کے کمروں محلوں اور باغات کے نیچے ہوں گی۔ بعض مفسرین نے اس کا مطلب یہ نکالا ہے کہ وہ ان کی منشا کے مطابق چلیں گی۔ وہ جس طرف چاہیں گے ان کا رُخ کر دیں گے، ان کی دلیل وہ روایت ہے جس میں آیا ہے کہ جنت کی نہریں بغیر گڑھے کی ہوں گی گویا وہ زمین کے اوپر ہوں گی لہذا وہ نیچے کیسے ہوسکتی ہیں، مگر ان کا یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیوں کہ جنت کی نہریں اگرچہ بغیر گڑھے کے ہوں گی اس کے باوجود وہ محلوں اور عالیشان کمروں کے نیچے ہوں گی دوسرے یہ کہ اللہ نے یہ نہیں فرمایا ہے کہ وہ زمین کے نیچے ہوں گی بلکہ یہ فرمایا ہے کہ باغات کے نیچے ہوں گی۔ اور یہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے جہاں دنیا کی نہروں کے متعلق فرمایا ہے وہاں بھی اسی طرح کی تعبیر استعمال کی ہے

مثلاً سورہ انعام میں ارشاد فرمایا:

أَلَمۡ يَرَوۡ كَمۡ اَهۡلَكۡنَا مِنۡ قَبۡلِهِم مِنۡ قَرۡنٍ مَّكَّنّٰهُمۡ فِی الۡاَرۡضِ	کیا ان لوگوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی ہی قوموں کو ہلاک کیا

مَالَم نُمَكِّنْ لَّكُم ، وَ أَرْسَلْنَا السَّمَآءَ عَلَيْهِمْ مِدْرَارًا وَّ جَعَلْنَا الأَنْهَارَ تَجْرِى مِنْ تَحْتِهِم (الأنعام:٦)

حالانکہ ہم نے ان کو زمین میں اتنا اقتدار دیا تھا جو تمکو نہیں دیا اور ہم نے ان پر موسلا دھار بارش اتاری تھی اور ان کے نیچے سے نہریں جاری کی تھیں۔

اسی طرح فرعون نے اپنی حکومت کی وسعت کا دعویٰ کرتے ہوئے کہا تھا ''وَهٰذِهِ الأَنْهَارُ تَجْرِى مِنْ تَحْتِى ''(۱) اور یہ نہریں میرے نیچے سے بہتی ہیں۔

جنت میں چار قسم کی نہریں ہوں گی جن کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح بیان فرمایا ہے:

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ فِيْهَآ أَنْهَارٌ مِنْ مَّآءٍ غَيْرِ آسِنٍ، وَ أَنْهَارٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ، وَ أَنْهَارٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشَّارِبِيْنَ وَ أَنْهَارٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى وَ لَهُمْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ وَ مَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ (سورة محمد:١٥)

اس جنت کی کیفیت جس کا متقیوں سے وعدہ کیا گیا ہے یہ ہے کہ اس میں کچھ نہریں متغیر نہ ہونے والے پانی کی ہوں گی، کچھ نہریں ایسے دودھ کی ہوں گی جس کا مزہ کبھی بدلے گا نہیں، کچھ نہریں ایسی شراب کی ہوں گی جو پینے والوں کے لئے خوش ذائقہ ہوگی، کچھ نہریں خالص شہد کی ہوں گی، اور وہاں ان کے لئے ہر قسم کے پھل ہوں گے اور ان کے رب کی طرف سے بخشش ہوگی۔

یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی قدرت عالیہ کا کرشمہ ہے کہ اس نے جنتیوں کے لئے پانی، دودھ، شراب اور شہد کی ایسی نہریں تیار کی ہیں جو گڑھے میں نہ بہیں گی اور جو

---

(۱) الزخرف :۵۱

ان تمام آفات ونقصانات سے پاک ہوں گی جو دنیا کی ان مذکورہ اشیاء میں پائی جاتی ہیں۔

مثلاً جنت کی شراب سر چکرانے، عقل پر پردہ پڑنے، لغو اور بیکار باتیں، مال کے ضیاع اور بے لذتی سب سے پاک ہوگی جبکہ دنیا کی شراب میں یہ پانچوں خرابیاں پائی جاتی ہیں۔ وہ عقل پر پردہ ڈالتی ہے، پینے والے کو لغویات میں مبتلا کرتی ہے، مال کو ضائع کرتی ہے، سر چکراتی ہے، اس کے علاوہ نہایت بدبودار اور بد مزہ ہوتی ہے۔ اس لئے اس کا پینا شیطانی کام ہے وہ نہایت گندی ہے لوگوں میں بغض و عداوت پیدا کرتی ہے، ذکر الٰہی خصوصاً نماز سے روکتی ہے فحاشی و بدکاری کی طرف راغب کرتی ہے، بلکہ بسا اوقات اس کے نتیجہ میں انسان اپنی سگی بیٹی بہن اور دیگر محرم عورتوں سے منہ کالا کر لیتا ہے، دنیا کی یہ شراب غیرت کو ختم کرتی ہے اور قتل و غارتگری پر آمادہ کرتی ہے اس نے نہ جانے کتنی جنگوں کو بھڑکایا، نہ جانے کتنے مالداروں کو مفلس بنایا، نہ جانے کتنے عزت داروں کو قعرِ مذلت میں ڈالا، نہ جانے کتنے دلوں میں نفرت و کراہیت کی دیوار کھڑی کی، غرض یہ کہ دنیا کی شراب تمام گناہوں کی جڑ ہے یہی وجہ ہے کہ جنت کی شراب اور دنیا کی شراب کسی کے پیٹ میں جمع نہیں ہوسکتی، جیسا کہ مسند احمد کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ شرب الخمر فی الدنیا لم یشربها فی الآخرة	جو شخص دنیا میں شراب پیئے گا وہ آخرت کی شراب نہیں پی سکے گا۔

(مسند احمد)

جنت کی نہریں اوپر سے نیچے کی طرف بہیں گی، جیسا کہ بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنّ فی الجنة مأة درجة أعدها الله عزوجل للمجاهدین	جنت میں سو درجے ہوں گے جن کو اللہ تعالیٰ نے اس کی راہ میں جہاد

في سبيله بين كل درجتين كما بين السماء والأرض، فإذا سألتم الله فاسألوه الفردوس ، فإنه وسط الجنة ، وأعلى الجنة ، و فوقه عرش الرحمن ، ومنه تفجرأنهار الجنة ۔

(بخاری کتاب الجهاد)

کرنے والوں کے لئے تیار کیا ہے۔ ہر دو درجہ کے درمیان اتنا فاصلہ ہوگا جتنا آسمان اور زمین کے درمیان ہے، لہذا جب تم اللہ سے مانگو تو جنت الفردوس طلب کرو کیوں کہ وہ جنت کا سب سے اچھا اور اونچا مقام ہے اور اس کے اوپر اللہ تعالیٰ کا عرش ہے اور اسی سے جنت کی نہریں پھوٹ رہی ہیں۔

اور امام ترمذیؒ نے اسی سے ملتی جلتی روایت حضرت عبادہ سے نقل کی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں۔

الجنة مأة درجة مابين كل درجتين مسيرة مأة عام ، والفردوس أعلاها درجة ، و منها الأنهارُ الأربعة ، والعرش فوقها ، فإذا سألتم الله فاسألوه الفردوس الأعلىٰ

(ترمذی کتاب صفة الجنة)

جنت کے سو درجے ہیں ہر دو درجے کے درمیان سو سال کی مسافت ہے۔ اور فردوس سب سے اونچے درجہ کا نام ہے اور اسی سے چاروں نہریں پھوٹ رہی ہیں اور اس کے اوپر عرش ہے۔ لہذا جب تم اللہ سے مانگو تو فردوس اعلیٰ مانگو۔

اور صحیح بخاری میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

رفعت إليّ سدرة المنتهى في السماء السابعة ، نبقها مثل

ساتویں آسمان پر میرے سامنے سدرۃ المنتہیٰ (بیری کا درخت) کو پیش کیا گیا،

قلال هجر، و ورقها مثل آذان الفيلة ، و يخرج من أصلها نهران ظاهران ، ونهران باطنان ، فقلت : يا جبريل ماهذا ؟ قال : أما النهران الباطنان ففی الجنة ، أماالنهران الظاهران فالنيل والفرات

اس کے بیر ہجر (ایک جگہ کا نام) کے مٹکوں کے برابر اور اس کے پتے ہاتھی کے کانوں کے برابر تھے۔ اور اس کی جڑ سے دو بیرونی اور دو اندرونی نہریں نکل رہی تھیں، میں نے پوچھا جبریل یہ کیا ہے ، انہوں نے جواب دیا اندرونی نہر جنت میں جاری ہیں اور بیرونی نہریں نیل اور فرات ہیں۔

(بخاری کتاب الاشربة)

صحیح بخاری کی ہی ایک روایت حضرت انسؓ سے یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بينا أنا أسير فی الجنة إذا أنا بنهر حافتاه قباب اللؤلؤ المجوف ، فقلت : ماهذا ياجبريل ؟ قال : هذا الكوثر الذی أعطاك ربك ، قال : فضرب الملك بيده ، فإذا طينه مسك أذفر

میں جنت میں چل رہا تھا کہ میرا گذر ایک نہر کے پاس سے ہوا جس کے دو رویہ کھوکھلے موتیوں کے گنبد تھے میں نے کہا جبرئیل یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا یہ حوضِ کوثر ہے جو اللہ نے آپ کو عنایت کی ہے۔ پھر فرشتے نے اپنا ہاتھ مارا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اس کی مٹی تیز خوشبو والی مشک کی ہے۔

(بخاری کتاب الرقاق)

امام حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من سره أن يسقيه الله عزوجل من الخمر في الآخرة فليتركها في الدنيا ، و من سره أن يكسوه الله الحرير في الآخرة فليتركه في الدنيا ، أنهار الجنة تفجر من تحت تلال ، أو تحت جبال المسك ، ولوكان أدنى أهل الجنة حلية عدلت بحلية أهل الدنيا جميعاً فكان مايحليه الله به في الآخرة أفضل من حلية أهل الدنيا جميعا "

(الموارد لابن حبان)

جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو آخرت میں شراب پلائے تو اس کو چاہئے کہ اس دنیا میں شراب پینا چھوڑ دے۔ اور جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آخرت میں اس کو ریشم پہنائے تو اس کو چاہئے کہ دنیا میں ریشم نہ پہنے، جنت کی نہریں مشک کے ٹیلوں یا پہاڑوں کے نیچے سے پھوٹیں گی۔ اور اگر سب سے ادنی درجہ کے جنتی کے زیور کا مقابلہ تمام دنیا والوں کے زیور سے کرایا جائے تو اللہ تعالیٰ آخرت میں جو زیور اس کو عنایت کرے گا وہ تمام دنیا والوں کے زیور سے اچھا ہوگا۔

اور صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

سيحان و جيحان والفرات والنيل كل من أنهار الجنة

(صحيح مسلم كتاب صفة الجنة)

نہر سیحون ، نہر جیحون فرات اور نیل سب جنت کی نہروں سے (لی گئی) ہیں،

اور عبداللہ بن وھب نے اپنی سند سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے فرماتے ہیں کہ جنت میں ایک نہر ہے اس کا نام "بیدرح" ہے اس

پر یاقوت کے گنبد ہیں ان کے نیچے جوان لڑکیاں ہیں، جنتی کہیں گے ہمیں بیدح کے پاس لے چلو، ان کو دیکھ کر وہ لڑکیاں تالیاں بجائیں گی جب کسی کو ان میں سے کوئی لڑکی پسند آئے گی تو وہ اس کی کلائی پکڑے گا اور وہ اس کے پیچھے پیچھے چلی جائے گی۔

یہ تو جنت کی نہروں کا بیان تھا جہاں تک چشموں کا تعلق ہے تو ان کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِي جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ	یقیناً تقویٰ اختیار کرنے والے لوگ
(الذاریات : ۱۵)	باغات اور چشموں میں ہوں گے۔

دوسری جگہ فرمایا:

اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَأْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا	بے شک نیک لوگ ایسے جام پئیں گے جس میں کافور کی آمیزش ہوگی یعنی ایسے چشمہ سے جس سے اللہ کے (خاص) بندے پئیں گے وہ جہاں چاہیں گے اس کی نہریں نکال لے جائیں گے۔
(الدھر :۵۔۶)	

ایک دوسرے چشمہ کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَيُسْقَوْنَ فِيْهَا كَأْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا	اور ان میں ایسا جام (شراب) پلایا جائے گا جس میں آمیزش زنجبیل (سونٹھ) کی ہوگی یعنی ایسے چشمے سے جو وہاں ہوگا اور اس کا نام سلسبیل ہوگا.
(الدھر :۱۷۔۱۸)	

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا کہ اللہ کے مقرب بندے جس چشمہ کا خالص پانی پئیں گے ان کے علاوہ اللہ کے عام نیک بندوں کو جب اس چشمہ

سے پلا جائے گا تو خالص نہیں پلایا جائے گا بلکہ اس میں ملاوٹ ہوگی کیوں کہ مقرب بندوں نے اپنے اعمال کو اللہ کے لئے خالص کیا تو ان کے مشروب کو بھی خالص کیا گیا اور عام نیک بندوں نے ملاوٹ کی تو ان کے مشروب میں بھی آمیزش کی گئی ان کے مشروب میں کافور اور سونٹھ کی آمیزش ہوگی ایک احتمال تو یہ ہے کہ پہلے کافور کی آمیزش ہوگی جو نہایت ٹھنڈا اور خوشبو دار ہوتا ہے پھر اس کو اعتدال میں لانے کے لئے سونٹھ کو ملایا جائے گا جو گرم اور خوشبو دار ہوتی ہے یہ بھی ممکن ہے کہ دونوں جام الگ الگ ہوں گے ایک جام میں کافور کی آمیزش ہوگی اور دوسرے میں سونٹھ کی آمیزش ہوگی۔

اہل جنت کے لئے اشیاءِ خورد ونوش

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِىْ ظِلٰلٍ وَّ عُيُوْنٍ وَّفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُوْنَ ، كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓئًا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ○

بے شک پرہیز گار سایوں، چشموں اور مرغوب میووں میں ہوں گے۔ (ان سے کہا جائے گا) خوب مزے سے کھاؤ پیو ان اعمال کے بدلہ میں جو تم کیا کرتے تھے۔

(المرسلات: ۴۱-۴۳)

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِىَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَيَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ ، اِنِّىْ ظَنَنْتُ اَنِّىْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ فَهُوَ فِىْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ، فِىْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ، قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓئًا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِى الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ ،

تو جس شخص کا نامۂ عمل اس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا وہ کہے گا لو میرا نامۂ اعمال پڑھ لو میں تو جانتے ہوئے تھا کہ مجھے ضرور مرا حساب پیش آنے والا ہے، تو وہ شخص خوب مزے کے عیش میں ہوگا، بہشت بریں میں ہوگا جس کے میوے جھکے ہوئے ہوں گے کھاؤ اور پیو مزے کے ساتھ ان اعمال کے بدلے میں جو تم گزشتہ ایام میں کر چکے ہو۔

(الحاقة: ۱۹-۲۴)

اورسورہ زخرف میں ارشاد فرمایا:

وَ تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِیْ أُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَاكُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ٥

(الزخرف:۷۲)

اور یہی وہ جنت ہے جس کے اپنے اعمال کے عوض میں تم مالک بنادیے گئے ہو۔

اورسورہ طور میں ارشاد فرمایا:

وَ أَمْدَدْنٰهُمْ بِفَاكِهَةٍ وَّ لَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ يَتَنَازَعُوْنَ فِيْهَا كَأْسًا لَّا لَغْوٌ فِيْهَا وَلَا تَأْثِيْمٌ ٥

(الطور:۲۲-۲۳)

اور ہم انہیں میوے اور گوشت جیسے بھی مرغوب ہوں گے روز افزوں دیتے رہیں گے وہاں آپس میں جام (شراب) پر چھینا جھپٹی بھی کریں گے جس میں نہ بک بک لگے گی اور نہ کوئی اور بیہودہ بات۔

اورسورہ مطففین میں ارشادفرمایا:

يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ خِتٰمُهٗ مِسْكٌ ، وَ فِیْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ٥

(سورۃ المطففین:۲۵-۲۶)

ان کو مہر لگی شراب پلائی جائے گی جس کی مہر مشک کی ہوگی اور ایسی چیز کی حرص کرنی چاہیے حرص کرنے والوں کو۔

اور صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:

يأكل أهل الجنة و يشربون ولا يمتخطون ولا يتغوطون ولا يبولون ،

اہل جنت کھائیں گے اور پئیں گے مگران کی نہ ریزش خارج ہوگی نہ انہیں بول وبراز کی حاجت پیش آئے گی ان کا کھانا

طعامهم ذلك جشاء كريح المسك ، يلهمون التسبيح والحمد كما تلهمون النفس
(صحيح مسلم كتاب صفات الجنة)

اس طرح ہضم ہو جائے گا کہ وہ صرف ایک ڈکار لیں گے اور اس سے اس طرح خوشبو آئے گی جس طرح مشک سے آتی ہے وہ تسبیح و تحمید اس طرح کریں گے جیسے تم سانس لیتے ہو۔

مسند احمد اور سنن النسائی میں صحیح سند کے ساتھ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) میں سے ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آیا اور اس نے کہا، ابوالقاسم! تمہارا یہ کہنا ہے کہ جنتی کھائیں گے اور پیئیں گے! آپ نے فرمایا ہاں بالکل، اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمدؐ کی جان ہے، ایک ایک جنتی کو سو آدمیوں کے برابر کھانے پینے اور عورتوں سے مباشرت کرنے کی قوت عطا کی جائے گی۔ اس نے کہا جو کھاتا اور پیتا ہے اس کو قضائے حاجت کی بھی ضرورت پڑتی ہے اور جنت میں تو گندگی نام کی کوئی چیز نہ ہوگی آپ ﷺ نے فرمایا اس کی شکل یہ ہوگی کہ ان کے جسم سے مشک کی طرح پسینہ نکلے گا اور پھر ان کا پیٹ ہلکا ہو جائے گا.

اور مسند بزار میں حسن بن عرفۃ کی سند سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جنت میں ایسا بھی ہوگا کہ تم پرندے کو دیکھو گے اور پھر جیسے ہی تمہارے دل میں اس کے کھانے کی خواہش پیدا ہوگی ویسے ہی وہ تمہارے سامنے بھنا ہوا گر پڑے گا۔

اور حاکم نے حضرت حذیفہؓ کی روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِن فی الجنة طيرا أمثالَ

جنت میں بختی اونٹ کے برابر پرندے

البخاتي ، فقال ابو بکر : اِنها لناعمة یا رسول الله ، قال : أنعم منها من یأکلها ، وأنت ممن یأکلها یا أبا بکر

("البعث والنشور" للبیهقي)

ہوں گے حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا اے اللہ کے رسولؐ! وہ تو بڑے نرم و گداز ہوں گے آپ ﷺ نے فرمایا اس سے زیادہ نرم و گداز تو وہ ہوں گے جو ان کو کھائیں گے اور ابو بکر! تم بھی ان کو کھانے والوں میں شامل ہو.

ان تمام نصوص سے یہ پتہ چلا کہ جنت میں جنتیوں کو روٹی، گوشت پھل فروٹ، دودھ، پانی شراب اور ہر قسم کی کھانے پینے کی چیزیں ملیں گی اور دنیا و آخرت کی چیزوں میں اشتراک صرف لفظی اشتراک ہے ورنہ حقیقت کے اعتبار سے دونوں میں اتنا فرق ہے جسکا کوئی تصور نہیں کرسکتا. اگر کوئی اعتراض کرے کہ جنت میں گوشت کو کس طرح بھونا جائے گا جبکہ جنت میں آگ بھی نہیں ہوگی اس کا جواب بعض لوگوں نے یہ دیا ہے کہ لفظ "کن" سے بھونا جائے گا، بعض نے کہا جنت کے باہر بھونا جائے گا، اور صحیح اور درست بات یہ لگتی ہے کہ اس کو ایسے خاص اسباب سے بھونا جائے گی جو اللہ تعالیٰ نے جنت میں بھوننے کے لئے مقرر کئے ہوں گے جس طرح اللہ تعالیٰ نے پھل اور مختلف مطعومات کے پکنے کے اسباب مقرر کئے ہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے جنت میں متقیوں کے لئے سایوں کا وعدہ فرمایا ہے اور ظاہر ہے سایہ کے لئے کسی بالمقابل چیز کا ہونا ضروری ہے، اسی طرح کھانے کے ہضم ہونے کے لئے ڈکار اور پسینہ کو سبب بتایا، غرض یہ کہ اللہ تعالیٰ مسبب الاسباب ہے مگر یہ ضروری نہیں کہ جن چیزوں کے لئے جو اسباب اللہ نے اس دنیا میں بنائے ہیں اسی طرح کے اسباب دار آخرت میں بنائے ہوں، بلکہ اس نے اپنی حکمت اور منشا کے مطابق دونوں جہاں میں الگ الگ اسباب بنائے ہیں۔

جنتیوں کے خورد و نوش کے برتن

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّ أَكْوَابٍ

(الزخرف:۷۱)

ان کے (جنتیوں کے پاس) سونے کی رکابیاں لائی جائیں گی اور گلاس (بھی)

اور سورہ واقعہ میں ارشاد فرمایا:

يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ بِأَكْوَابٍ وَّ أَبَارِيْقَ وَ كَأْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍo

(الواقعة :۱۷۔۱۸)

ان کے پاس ہمیشہ رہنے والے لڑکے، آبخورے، آفتابے، اور بہتی ہوئی شراب کا لبریز جام لیکر آمدو رفت رکھیں گے۔

اور سورہ دھر میں ارشاد فرمایا:

وَ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِآنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّ أَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيْرَا قَوَارِيْرَا مِنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًاo

(الدھر :۱۵۔۱۶)

اور ان کے (جنتیوں کے) پاس لائے جائیں گے چاندی کے برتن اور گلاس جو شیشے کے ہوں گے (اور وہ) شیشے چاندی کے ہوں گے جنہیں بھرنے والوں نے مناسب انداز سے بھرا ہوگا۔

اس سے پتہ چلا کہ اہل جنت کے برتن چاندی کے ہوں گے مگر اپنی آب وتاب

میں شیشے کی طرح چمکیں گے۔

اور صحیحین میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جنتان من ذهب آنيتهما و ما فيهما و جنتان من فضة آنيتهما و ما فيهما ، و ما بين القوم و بين أن ينظروا اِلی ربهم اِلا رداء الكبرياء علی وجهه فی جنة عدن (بخاری کتاب التوحید، مسلم کتاب الایمان)	دو جنت ایسی ہوں گی کہ ان کے برتن اور ان کی تمام چیزیں سونے کی ہوں گی اور دو جنت ایسی ہوں گی جن کے برتن اور تمام چیزیں چاندی کی ہوں گی، اہل جنت اور دیدار الٰہی کے درمیان کوئی چیز حائل نہ ہوگی سوائے کبریائی کے چادر کے جو اللہ کے چہرے پر ہوگی جنت عدن (ہمیشہ رہنے والی جنت) میں.

اور صحیحین ہی میں حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لا تشربوا فی آنية الذهب والفضة ، ولا تأكلوا فی صحافهما فاِنهما لهم فی الدنيا ولكم فی الآخرة (بخاری کتاب الاطعمة، مسلم کتاب اللباس والزینة)	سونے چاندی کے برتنوں اور پلیٹوں میں نہ کھاؤ نہ پیو، کیوں کہ سونے چاندی کے برتن کفار کے لئے تو دنیا میں ہیں اور تمہارے لئے آخرت میں ہوں گے۔

اور ابو یعلی موصلی نے اپنی مسند میں حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اچھے خواب پسند فرماتے تھے، کبھی ایسا ہوتا کہ کوئی شخص کوئی خواب بیان کرتا مگر آپؐ اس شخص کو نہ پہچانتے تو دوسروں سے اس کے

متعلق پوچھتے تھے، اگر لوگ اس کی تعریف کرتے تو اس کے خواب کو اور پسند فرماتے۔

ایک مرتبہ ایک عورت نے آ کر اپنا خواب بیان کیا کہنے لگی اے اللہ کے رسول ﷺ! میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھے مدینہ سے نکالا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا میں نے ایک آواز سنی جس سے جنت کے دوراز ے کھل گئے، میں نے نگاہ اٹھا کر دیکھا تو میں نے فلاں بن فلاں اور فلاں بن فلاں اس نے بارہ آدمیوں کا نام لے کر کہا میں نے ان کو جنت میں دیکھا، (راوی کہتے ہیں) ان بارہ آدمیوں کو آپ ﷺ نے دستہ کی شکل میں جہاد کے لئے بھیجا تھا، اس عورت نے (آگے اپنا خواب بیان کرتے ہوئے) کہا کہ ان کو لایا گیا ان پر خاکی رنگ کے کپڑے تھے اور ان کی رگوں سے خون بہہ رہا تھا، حکم دیا گیا کہ ان کو ''بیدح'' نہر لیجاؤ ان کو وہاں لے جایا گیا اور اس میں ڈبکی دی گئی جب ان کو باہر نکالا گیا تو ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمک رہے تھے، اس کے بعد ان کے پاس سونے کی طشت لائی گئی جس میں کھجوریں تھیں، انہوں نے اس میں سے خوب سیر ہو کر کھجوریں کھائیں اس کے علاوہ بھی دوسرے پھل کھائے میں نے بھی ان کے ساتھ پھل کھائے۔ اتنے میں ایک آدمی خوشخبری سناتا ہوا آیا کہ فلاں فلاں کو شہید کر دیا گیا یہاں تک کہ اس نے ان بارہوں کے نام لئے جن کو اس عورت نے خواب میں دیکھا تھا، رسول اللہ ﷺ نے اس عورت کو بلایا اور کہا کہ تم اپنا خواب دوبارہ بیان کرو۔ اس نے دوبارہ بیان کیا (۱)

---

(۱) مسند احمد

جنتیوں کے لباس، زیورات، بستر اور گاؤ تکیے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ أَمِيْنٍ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ، يَّلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ۝

(الدخان:۵۱،۵۳)

اللہ سے ڈرنے والے بے شک امن کی جگہ میں ہوں گے (یعنی) باغوں میں اور چشموں میں باریک اور دبیز ریشم کا لباس پہنیں گے، آمنے سامنے بیٹھے ہوئے۔

اور سورہ کہف میں ارشاد فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَانُضِيْعُ أَجْرَ مَنْ أَحْسَنَ عَمَلًا، اُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّ يَلْبَسُوْنَ ثِيَابًا خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ وَّ اِسْتَبْرَقٍ مُّتَّكِئِيْنَ فِيْهَا عَلَى الْأَرَآئِكِ

(الکهف:۳۰-۳۱)

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل بھی کیے سو ہم ان کے اجر کو ضائع نہیں کرتے جو عمل اچھے طور پر کریں، یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کے لئے ہمیشگی کے باغ ہیں ان کے نیچے ندیاں بہہ رہی ہوں گی، ان کو اس میں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور وہ باریک اور دبیز ریشم کے سبز کپڑے پہنیں گے اس میں مسہریوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے۔

یہاں ایک مسئلہ قابل ذکر ہے وہ یہ کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے تو یہ بتایا ہے کہ

اہلِ جنت کا سب سے بہترین لباس ریشم کا ہوگا، دوسری طرف ایک متفق علیہ حدیث میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص دنیا میں ریشم پہنے گا آخرت میں نہ پہن سکے گا، (۱) بظاہر اس کا مطلب یہ ہوا کہ جس مومن نے دنیا میں ریشم پہنا ہوگا وہ کبھی بھی جنت میں نہ پہن سکے گا، علماء کی ایک جماعت کا یہی قول ہے کہ وہ ریشم کے علاوہ دوسرے کپڑے پہنے گا مگر ریشم نہ پہن سکے گا مگر جمہور علماء کی رائے یہ ہے کہ دراصل یہ ایک قسم کی وعید ہے اور نصوص شرعیہ اور اجماع امت سے معلوم ہوتا ہے کہ جو وعیدیں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہیں توبہ کرنے سے وہ وعیدیں رک جاتی ہیں، اسی طرح اگر وہ نیکیاں کرے یا اس پر مصیبتیں آجائیں جو اس کے لئے کفارہ ہوں یا مسلمان اس کے لئے دعاء کردیں یا جن کو اللہ سفارش کی اجازت دے وہ اس کے حق میں سفارش کر دیں تو وہ وعیدیں ختم ہوجاتی ہیں، اسی طرح کی بات اس حدیث میں بھی کہی جائے گی جس میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''جو شخص دنیا میں شراب پیئے گا وہ آخرت میں نہ پی سکے گا'' (بخاری کتاب الاشربة، مسلم کتاب الاشربة)

جنتی ریشم کا لباس سب لباسوں کے اوپر پہنیں گے تاکہ زیب وزینت میں اضافہ ہو، جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے۔

عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ ٥ (الدھر:۲۱)	ان (جنتیوں) پر باریک ریشم کے سبز کپڑے ہوں گے اور دبیز ریشم کے کپڑے بھی۔

ابن ابی الدنیا نے حضرت کعبؓ کا قول نقل کیا ہے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جو روز آفرینش ہی سے اہل جنت کے زیورات گڑھ رہا ہے اور قیامت تک گڑھتا رہے گا، اگر اہلِ جنت کے زیورات میں سے کوئی ایک زیور

---

(۱) بخاری کتاب اللباس، مسلم کتاب اللباس۔

دنیا میں اتار دیا جائے تو سورج کی روشنی اس کے سامنے مدھم پڑ جائے اس کے بعد نہ پوچھو کہ جنتیوں کے زیورات کتنے اچھے ہوں گے(۱)

ایک روایت میں یہ ہے کہ جنت میں مردوں پر جو زیورات ہوں گے وہ ان زیورات سے زیادہ حسین لگیں گے جو عورتوں پر ہوں گے(۲)

اور صحیحین میں ابو حازمؒ کی روایت ہے فرماتے ہیں:

كنت خلف أبي هريرة وهو يتوضا للصلاة ، فكان يمديده حتى تبلغ ابطه ، فقلت له : يا أبا هريرة ما هذا الوضوء ؟ فقال : يا بني فروخ أنتم هاهنا ؟ لو علمت أنكم هاهنا ما توضأت هذا الوضوء ، سمعت خليلي ﷺ يقول : "تبلغ الحلية من المؤمن حيث يبلغ الوضوء"	میں حضرت ابو ہریرہؓ کے پیچھے تھا وہ وضو فرما رہے تھے میں نے دیکھا کہ وہ اپنا ہاتھ بغل تک دھو رہے ہیں ، میں نے کہا ابو ہریرہ یہ وضو کا کونسا طریقہ ہے؟ انہوں نے کہا اے فروخ (۳) اس کی اولاد! اتم یہاں ہو اگر مجھے پتہ ہوتا کہ تم یہاں ہو تو میں اس طریقہ سے وضو نہ کرتا ، میں نے اپنے خلیل ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا مؤمن کو وہاں تک زیور پہنایا جائے گا جہاں تک وہ وضو کرے گا۔
(بخاری کتاب الطهارة ، مسلم کتاب الطهارة)	

اس حدیث سے بعض لوگوں نے کہنیوں سے اوپر بازوؤں کو دھونے کے

---

(۱) اس کو ابن ابی شیبہ نے کتاب الجنۃ حدیث نمبر ۱۱۶/۱۳ میں ذکر کیا ہے۔

(۲) اس کو ابن کثیرؒ نے "النہایۃ" میں ذکر کیا ہے۔

(۳) امام نوویؒ نے شرح مسلم (۱۱۳/۲-۱۱۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت) میں صاحب العین کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ "فروخ" ابراہیمؑ کی نسل میں سے ہیں جن کی ذریت عجم میں خوب پھیلی، اور قاضی عیاضؒ سے نقل کیا کہ ابو ہریرہؓ کی مراد اس سے موالی ہیں (مترجم)

مستحب ہونے پر استدلال کیا ہے حالاں کہ وہ مستحب نہیں، جہاں تک ابو ہریرہؓ کا عمل ہے تو یہ ان کا اپنا اجتہاد ہے، اسی طرح انہوں نے حدیث میں اپنے اس قول کو ادراج کیا ہے کہ جو شخص اپنی چمک کو زیادہ کرسکتا ہو تو ضرور کرے اس کے مدرج (کلامِ رسولؐ کے ضمن میں راوی کی طرف سے شامل کردہ اپنی بات) ہونے کی تصریح مختلف حفاظ حدیث نے کی ہے۔

اور صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من يدخل الجنة ينعم لايبأس لا تبلى ثيابه ولا يفنى شبابه	جو شخص جنت میں داخل ہوگا وہ ہمیشہ نعمتوں میں رہے گا کبھی بدحالی میں مبتلا نہ ہوگا نہ اس کے کپڑے بوسیدہ ہوں گے نہ اس کی جوانی زوال پذیر ہوگی۔
(صیح مسلم کتاب صفة الجنة)	

اور امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی مسند میں حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کہ ایک بیباک دیہاتی آیا اور کہنے لگا اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ ہجرت کے بارے میں بتایئے کیا ہجرت اس کا نام ہے کہ آپ کی طرف کوچ کیا جائے خواہ آپ کہیں بھی ہوں، یا ہجرت مخصوص لوگوں کے لئے ہے، یا ہجرت کسی متعین سرزمین ہی کی طرف ہے، اور آپ کے انتقال کے بعد کیا ہجرت ختم ہو جائے گی، اس نے تین مرتبہ پوچھا پھر آپ ﷺ بیٹھ گئے، اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کچھ دیر خاموش رہے پھر آپ ﷺ نے فرمایا: سوال کرنے والا کہاں ہے، اس نے (اپنی طرف اشارہ کرتے ہوئے) کہا یہ رہا اللہ کے رسولؐ! آپؐ نے فرمایا: حقیقی ہجرت یہ ہے کہ تم ظاہری اور باطنی فحش کاموں کو چھوڑ دو، اور نماز قائم کرو، زکوۃ کی ادائیگی کرو، اگر تم نے یہ کام انجام دے لئے تو

تم مہاجر مانے جاؤ گے خواہ تمہارا انتقال اپنی بستی میں ہی ہو اس کے بعد ایک دوسرا شخص کھڑا ہوا اور اس نے کہا اے اللہ کے رسولؐ! آپ اہلِ جنت کے کپڑوں کے بارے میں بتایئے کہ کیا وہ یوں ہی پیدا کئے جائیں گے یا ان کو دوبارہ بُنا جائے گا، راوی کہتے ہیں کہ کچھ لوگ ہنس پڑے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا اس پر ہنس رہے ہو کہ ایک ناواقف شخص ایک باخبر سے سوال کر رہا ہے، اس کے بعد آپ ﷺ کچھ دیر خاموش رہے پھر آپؐ نے فرمایا: کہاں ہے وہ جو اہل جنت کے کپڑوں کے بارے میں پوچھ رہا تھا، اس نے کہا یہاں ہوں اللہ کے رسولؐ! آپؐ نے فرمایا ان کے کپڑے بُنے نہیں جائیں گے بلکہ جنت کے پھل سے پھاڑ کر نکالے جائیں گے۔

اس سے پہلے طبرانی کی یہ روایت گذر چکی ہے کہ ہر جنتی کو دو دو حور ملیں گی، ہر حور پر ستر ستر جوڑے ہوں گے وہ اتنی حسین ہوں گی کہ ان کی پنڈلیوں کا گودا ان کے گوشت اور کپڑوں کے باوجود جھلکے گا جس طرح سفید شیشے میں لال شراب جھلکتی ہے۔

اور ابن وہب نے اپنی سند سے حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، جنت میں جنتی ستّر سال تک ایک کروٹ سوئے گا اس کے بعد ایک دوشیزہ آئے گی اور جگانے کے لئے اس کے کاندھے پر ہلکا سا مارے گی وہ اٹھے گا تو اس کو اس کے رخسار پر اپنا چہرہ صاف دکھائی دیگا جتنا صاف آئینہ میں بھی نہیں دیکھتا، اس پر جو موتی ہوں گے ان میں سے ادنیٰ درجہ کا موتی اتنا چمکدار ہوگا کہ اس سے مشرق و مغرب کے مابین تمام کائنات روشن ہو سکتی ہے، وہ لڑکی اس کو سلام کرے گی وہ اس کا جواب دے گا اور اس سے پوچھے گا تم کون ہو؟ وہ کہے گی میرا نام مزید ہے اس کے جسم پر ستّر جوڑے ہوں گے، وہ اس کو خوب غور سے دیکھے گا، اس کو اس کی پنڈلیوں کا گودا دکھائی دے گا اس پر تاج بھی ہوں گے، اس کے تاج پر ایسے موتی ہوں گے کہ ادنی درجہ کا موتی بھی مشرق و

مغرب کے مابین کو روشن کردیگا۔

ابن ابی الدنیا نے اپنی سند سے مرفوع روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص جنت میں داخل ہوگا اس کو طوبیٰ درخت کے پاس لیجایا جائے گا اس کے لئے اس کے شگوفے کھولدئے جائیں گے ان سے وہ اپنی پسند کے مطابق سفید چاہے گا تو سفید، سرخ چاہے گا تو سرخ، سبز چاہے گا تو سبز، زرد چاہے گا تو زرد، کالے چاہے گا تو کالے لباس حاصل کرے گا۔

ابن ابی الدنیا ہی نے اپنی سند سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ ان سے خالد الزمیل کے والد نے پوچھا کہ جنت کے لباس کیسے ہوں گے؟ انہوں نے فرمایا جنت میں ایک درخت ہے اس کے پھل انار کی طرح ہوں گے، جب اللہ کے ولی کے دل میں کپڑوں کی خواہش ہوگی تو اس درخت کی شاخیں نیچے جھک جائیں گی اور اس سے مختلف رنگ کے ستر جوڑے نکلیں گے پھر وہ شاخیں آپس میں مل جائیں گی اور اپنی جگہ پہونچ جائیں گی۔

ایک اور روایت انہوں نے ابوسعید خدریؓ سے نقل کی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے کہا اے اللہ کے رسولؐ اس شخص کے لئے طوبیٰ ہے جس نے آپ کو دیکھا اور جو آپ پر ایمان لایا، آپ ﷺ نے فرمایا یقیناً اس کے لئے طوبیٰ ہے جس نے مجھے دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا مگر طوبیٰ اس کے لئے بھی ہے جو مجھ پر ایمان لایا حالانکہ اس نے مجھ کو نہیں دیکھا ایک صحابی نے آپ سے معلوم کیا طوبیٰ کیا چیز ہے آپ ﷺ نے فرمایا: جنت میں ایک درخت ہے جس کی مسافت سو سال ہے اہل جنت کے کپڑے اس کے شگوفوں سے ہی نکلیں گے۔

انہوں نے ایک روایت میں ابو ہریرہؓ کا قول نقل کیا ہے کہ جنت میں مومن کا گھر ایک موتی کا ہوگا اس میں ایک درخت ایسا ہوگا جس سے کپڑے

اگیں گے جنتی اپنی دو انگلیوں سے ستر جوڑے نکالے گا جن میں موتی اور قیمتی پتھر جڑے ہوں گے۔ (ابو ہریرہؓ نے انگلیوں کا ذکر کرتے ہوئے شہادت کی انگلی اور انگوٹھے کی طرف اشارہ کیا)

اور صحیحین میں حضرت انس بن مالکؓ کی روایت ہے فرماتے ہیں کہ قبیلہ دومہ کے سردار ''اکیدر'' نے رسول اللہ ﷺ کو ریشم کا جبہ بطور ہدیہ پیش کیا، لوگ اس کی خوبصورتی کو دیکھ کر حیرت میں پڑ گئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جنت میں حضرت سعد (بن معاذ) رضی اللہ عنہ کو جو رومال ملیں گے وہ اس سے کہیں زیادہ اچھے ہوں گے۔ (بخاری کتاب الایمان، مسلم کتاب فضائل الصحابہ)

اسی طرح کی ایک اور روایت صحیحین میں حضرت براءؓ کی سند سے مرفوعاً منقول ہے۔

ان دونوں روایتوں سے حضرت سعد بن معاذؓ کی فضیلت و منقبت کا پتہ چلتا ہے، حضرت سعد کا مقام انصار میں وہی تھا جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مہاجرین میں، آپ دین کی راہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ بنو قریظہ کے سلسلہ میں فیصلہ کرتے وقت آپ نے اپنی قوم خاندان اور حلیفوں کا مطلق خیال نہ کیا بلکہ اللہ اور اس کے رسول کی خوشنودی کو ترجیح دی چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: تمہارا فیصلہ اللہ اور اس کے رسول کے فیصلہ کے مطابق ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو شہادت سے سرفراز فرمایا آپ کی شہادت کی خبر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کو دی۔

ظاہر ہے جو اتنے فضائل و مناقب کا حامل ہو یقیناً وہ اس کا مستحق ہے کہ جنت میں اس کو عطا ہونے والے رومال بادشاہانِ دنیا کے شاہی جوڑوں سے کہیں زیادہ خوبصورت ہوں۔

جنتیوں کے سروں پر پہنائے جانے والے تاج

امام بیہقیؒ نے بالسند حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من قرأالقرآن فقام به آناء الليل والنهار ، و يحل حلاله و يحرم حرامه ،خلطه الله بلحمه و دمه ، وجعله رفيق السفرة الكرام البررة ، و اِذا كان يوم القيامة كان القرآن له حجيجا، فقال : يارب كل عامل يعمل فى الدنيا يأخذ بعمله من الدنيا اِلا فلانا كان يقوم فىّ آناء الليل والنهار ، فيحل حلالى ، ويحرم حرامى يقول : يارب ، فأعطه، فيتوجه الله تاج الملك و يكسوه من حلل الكرامة ، ثم يقول : هل

جو شخص قرآن پڑھے گا اور شب و روز اس کا اہتمام کرے گا، اس میں حلال کی ہوئی چیز کو حلال اور اس میں حرام کی ہوئی چیز کو حرام قرار دے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے گوشت پوست اور اس کے خون میں اس کی تاثیر ملا دے گا اور اس شخص کو نیک مکرم و محترم پیغامبر فرشتوں کا رفیق بنا دیگا، اور قیامت کے دن قرآن اس کے حق میں حجت کرنے والا ہوگا وہ کہے گا اے میرے رب! دنیا میں جو شخص کوئی کام کرتا تھا تو دنیا ہی میں اس کا اجر لے لیتا تھا مگر فلاں شخص دن و رات مجھکو پڑھتا تھا مجھ میں (میری آیات میں) حلال کی ہوئی چیز کو حلال اور حرام کی ہوئی چیز کو

رضيت ؟ فيقول : يارب أرغب في أفضل من هذا ، فيعطيه الله الملك بيمينه ، والخلد بشماله ، ثم يقول له: هل رضيت ؟ فيقول : نعم يارب "

(بيهقی بحواله کنز العمال)

حرام قرار دیتا تھا، اس لئے اے رب تو اس کا اس کو بدلہ دے تو اللہ تعالیٰ اس کو شاہی تاج اور اعزاز و اکرام والے کپڑے پہنائے گا پھر پوچھے گا اتنے پر راضی ہو؟ وہ کہے گا اے میرے رب مجھے اس سے زیادہ کی خواہش ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے داہنے ہاتھ میں ملک اور بائیں ہاتھ میں ہمیشگی عطا کرے گا پھر پوچھے گا اب راضی ہو؟ وہ کہے گا ہاں میرے رب۔

اور امام احمدؒ نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تعلموا سورة البقرة فإن أخذها بركة ، وتركها حسرة ، ولا تستطيعها البطلة ، ثم سكت ساعة ، ثم قال : " تعلموا سورة البقرة ، و آل عمران ، فإنهما الزهرا و ان ، و إنهما يظلان صاحبهما يوم القيامة ، كأنهما غمامتان أو غيايتان، أو فرقان من طير صواف ، والقرآن يلقى صاحبه يوم

سورہ بقرہ سیکھو کیوں کہ اس کا سیکھنا باعث برکت ہے اور اس کا چھوڑ دینا باعث حسرت وندامت اور جادو پیشہ لوگ اس کو نہیں سیکھ سکتے پھر آپ ﷺ کچھ دیر خاموش رہے پھر آپ ﷺ نے فرمایا: سورہ بقرہ اور آل عمران سیکھو کیوں کہ یہ دونوں روشن ہیں اور جو ان کو پڑھے گا یہ دونوں قیامت کے دن اس پر سایہ کریں گی جیسے دو بدلی کے ٹکڑے ہوں یا صف بستہ پرندوں کی دو جماعت ہوں قیامت

القيامة حين ينشق عنه قبره كالرجل الشاحب ، فيقول له : هل تعرفني ؟ فيقول له : ما أعرفك فيقول له القرآن : أنا الذي اظمأتك في الهواجر، و أسهرت ليلك ، و إن كل تاجر من وراء تجارته ، و إنك اليوم من وراء كل تجارة ، فيعطى الملك بيمينه ، والخلد بشماله ، و يوضع على رأسه تاج الوقار ، و يكسى والداه حلتين لا تقوم لهما الدنيا ، فيقولان : بم كسينا هذا ؟ فيقال : بأخذ ولد كما القرآن ، ثم يقال له : اقرأ واصعد في درج الجنة و غرفها ، فهو في صعود مادام يقرأ هذاً كان أو ترتيلاً

(مسند احمد)

کے دن صاحب قرآن جب قبر سے باہر آئے گا تو قرآن اس سے دبلے پتلے آدمی کی شکل میں ملے گا اور اس سے کہے گا کیا تم مجھے پہچانتے ہو وہ کہے گا نہیں میں تم کو نہیں پہچانتا قرآن اس سے کہے گا میں وہی ہوں جس نے سخت دوپہر میں تم کو پیاسا رکھا اور راتوں میں تیری نیند غائب کی ، ہر تاجر اپنی تجارت سے فائدہ اٹھاتا ہے آج تو بھی اپنی تجارت سے بھرپور فائدہ اٹھائے گا اس کے بعد اس کے داہنے ہاتھ میں ملک دے دیا جائے گا اور بائیں میں ہیشگی اور اس کے سر پر وقار کا تاج رکھا جائے گا اور اس کے والدین کو ایسے جوڑے پہنائے جائیں گے جن کی قیمت پوری دنیا بھی نہیں ہوسکتی وہ کہیں گے ہمیں کس وجہ سے یہ پہنائے گئے ہیں کہا جائے گا کیوں کہ تمہاری اولاد نے قرآن سیکھا، پھر اس سے کہا جائے گا پڑھتا جا اور جنت کی سیڑھیوں پر چڑھتا جا چنانچہ وہ برابر پڑھتا جائے گا اور چڑھتا جائے گا خواہ تیز تیز پڑھے یا ٹھہر ٹھہر کر پڑھے۔

اور عبداللہ بن وہب نے حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت کریمہ ''جَنّٰتُ عَدۡنٍ یَّدۡخُلُوۡنَهَا یُحَلَّوۡنَ فِیۡهَا مِنۡ اَسَاوِرَ مِنۡ ذَهَبٍ'' تلاوت فرمائی جس کا ترجمہ یہ ہے (ہمیشہ رہنے والے باغات ہوں گے جن میں جنتی داخل ہوں گے ان میں ان کو سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے،) پھر آپ ﷺ نے فرمایا ان پر تاج ہوں گے، ان کے تاج کا ادنی درجہ کا موتی مشرق ومغرب کی چیزوں کو روشن کر دے گا۔

بستر کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

مُتَّکِئِیۡنَ عَلٰی فُرُشٍ بَطَآئِنُهَا مِنۡ اِسۡتَبۡرَقٍ (الرحمن: ۵۴)

وہ (جنتی) ایسے بستروں پر ٹیک لگائے ہوئے ہوں گے جن کے استر دبیز ریشم کے ہوں گے۔

دوسری جگہ فرمایا:

وَ اَصۡحٰبُ الۡیَمِیۡنِ مَآ اَصۡحٰبُ الۡیَمِیۡنِ فِیۡ سِدۡرٍ مَّخۡضُوۡدٍ وَّ طَلۡحٍ مَّنۡضُوۡدٍ وَّ ظِلٍّ مَّمۡدُوۡدٍ وَّمَآءٍ مَّسۡکُوۡبٍ وَّ فَاکِهَةٍ کَثِیۡرَةٍ لَّامَقۡطُوۡعَةٍ وَّلَا مَمۡنُوۡعَةٍ وَّ فُرُشٍ مَّرۡفُوۡعَةٍ ۝ (الواقعة: ۲۷، ۳۴)

اور جو داہنے والے ہیں وہ داہنے والے کیسے اچھے ہیں، وہ وہاں ہوں گے جہاں بے خار بیریاں ہوں گی، تہ بہ تہ کیلے ہوں گے، لمبا سایہ ہوگا بہتا ہوا پانی ہوگا اور کثرت سے میوے ہوں گے جو نہ ختم ہوں گے اور نہ ان کی روک ٹوک ہوگی، اور اونچے بستر ہوں گے۔

بستر کے بارے میں جو یہ کہا گیا کہ اس کا استر ریشم کا ہوگا اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

ایک تو یہ کہ ان بستروں کا اوپری حصہ استر سے زیادہ خوبصورت اور حسین

ہوگا کیوں کہ استر تو زمین کے لئے ہوتا ہے جب وہ ریشم کا ہوگا تو اوپر والا حصہ تو اور زیادہ خوبصورت ہوگا کیوں کہ وہی دراصل زینت اور آرائش کے لئے ہوتا ہے اسی طرح کی بات حضرت سفیان ثوریؒ سے منقول ہے دوسری بات یہ کہ جنت کے بستر بہت اونچے اونچے اور موٹے ہوں گے۔

گاؤتکیوں اور گدوں کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مُتَّكِئِيْنَ عَلٰى رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّ عَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ ۝

تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے سبز مسندوں اور خوبصورت قیمتی بچھونوں پر۔

(الرحمن :۷۶)

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

فِيْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ، وَّأَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ، وَّنَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ وَّ زَرَابِيُّ مَبْثُوْثَةٌ۝

(الغاشية:۱۳۔۱۶)

اس میں اونچے اونچے تخت (بچھے بچھے ہوئے) ہیں، اور آبخورے ہیں سامنے چنے ہوئے، اور گدے ہیں برابر سے لگے ہوئے، اور قالین ہیں (سب طرف) پھیلے ہوئے۔

جنتیوں کے خیمے اور مسہریاں

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

حُوْرٌ مَّقْصُوْرَاتٌ فِی الْخِیَامِ (الرحمٰن :۷۲) — حوریں ہوں گی خیموں میں رکے رہنے والیاں۔

اور صحیحین میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إن للمؤمن فی الجنة لخیمة من لؤلؤة واحدة مجوفة طولها ستون میلاً ، فیها أهلون یطوف علیهم المؤمن فلا یری بعضهم بعضا ، (بخاری کتاب بدء الخلق ، مسلم کتاب الجنة)

جنت میں مومن کے لئے ایک خیمہ ایسا ہوگا جو ایک کھوکھلے موتی سے بنا ہوگا اس کی لمبائی (ایک روایت میں چوڑائی) ساٹھ میل کے برابر ہوگی اس میں اس مومن کی بیویاں ہوگی مومن باری باری ان کے پاس جائے گا اور وہ ایک دوسرے کو نہ دیکھ سکیں گی۔

یہ خیمے جنت کے کمروں اور محلات کے علاوہ ہوں گے اور وہ باغات اور نہر کے کنارے جنتیوں کے لئے نصب کئے جائیں گے۔

تخت اور مسہریوں کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مُتَّكِئِيْنَ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ وَّ زَوَّجْنَاهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ٥ — تکیہ لگائے ہوں گے برابر بچھی ہوئی مسہریوں پر اور ہم ان کی تزویج

(الطور :۲۰) کرادیں گے (ان کو جوڑا بنا دیں گے) بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں کے ساتھ

اور سورہ واقعہ میں ارشاد فرمایا:

ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِيْنَ وَ قَلِيْلٌ مِّنَ الْآخِرِيْنَ، عَلٰى سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ مُّتَّكِئِيْنَ عَلَيْهَا مُتَقَابِلِيْنَ ٥

(الواقعة :۱۳۔۱۶)

(ان میں) ایک بہت بڑا گروہ اگلوں کا ہوگا اور تھوڑے پچھلوں میں سے ہوں گے، یہ (مقربین) سونے کے تاروں سے بنے ہوئے تختوں پر تکیہ لگائے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔

اور سورہ غاشیہ میں ارشاد فرمایا:

فِيْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ

(الغاشية :۱۳)

اس میں (جنت میں) اونچے اونچے تخت ہوں گے۔

بعض آیات کریمہ میں ''ارائك'' کا لفظ آیا ہے جیسا کہ سورہ دھر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مُتَّكِئِيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ

(الدهر :۱۳)

وہ اس میں (جنت میں) مسہریوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے

ارائك ''أريكة'' کی جمع ہے جس کے معنی ایسے تخت کے ہیں جس کے چاروں طرف چادر سی تان دی گئی ہو اس کو ''حجلة'' بھی کہا جاتا ہے اسی سے حجلۃ العروس ہے جو دلہن کے لئے تیار کیا جاتا ہے۔

جنتیوں کے خدام وغلمان

ارشاد ربانی ہے:

وَ يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ اِذَا رَأَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا ٥

(الدھر:١٩)

اور ان کے (جنتیوں) کے پاس ہمیشہ رہنے والے لڑکے آمدورفت رکھیں گے۔ اگر آپ انہیں دیکھیں تو سمجھیں کہ بکھرے ہوئے موتی ہیں۔

اور سورہ واقعہ میں ارشاد فرمایا:

يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ بِأَكْوَابٍ وَّ أَبَارِيْقَ وَ كَأْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ -

(الواقعة :١٧۔١٨)

اور ان کے پاس ہمیشہ رہنے والے لڑکے آبخورے ، آفتابے اور بہتی ہوئی شراب کا لبریز جام لیکر آمدورفت رکھیں گے۔

''مُّخَلَّدُوْنَ'' کے کئی معنی بیان کئے گئے ہیں ابوعبیدہ ،فرّاء اور بعض دیگر حضرات نے کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ لڑکے بڑھاپے یا کسی بھی طرح کی تبدیلی کا شکار نہ ہوں گے،اسی طرح کا معنی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے۔بعض نے کہا اس کا معنی یہ ہے کہ ان کے کانوں میں بالیاں اور ان کے ہاتھوں میں کنگن ہوں گے کیوں کہ ''خلد'' کے معنی بالی کے بھی ہیں بعض لوگوں نے یہ کہا کہ ان کے اندر دونوں صفات ہوں گی ان کے کانوں میں بالیاں بھی ہوں گی اور وہ بوڑھے بھی نہیں ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ نے ان لڑکوں کو بکھرے موتیوں سے تشبیہ دی ہے اس سے دو مفہوم سمجھ میں آتے ہیں ایک تو یہ کہ وہ بیکار بیٹھے نہیں ہوں گے، بلکہ جنتیوں کی خدمت میں ادھر ادھر دوڑتے ہوں گے، دوسرے یہ کہ ادھر ادھر دوڑنے کا منظر بہت زیادہ حسین ہوگا جس طرح کسی خوبصورت قالین پر بہترین موتی بکھرے ہوئے ہوں تو اس کا منظر کتنا دلچسپ اور دلربا لگتا ہے۔

یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا یہ لڑکے وہ ہوں گے جو دنیا میں انتقال کر گئے تھے یا اللہ تعالیٰ جنت میں ان کو پیدا فرمائے گا؟ اس سلسلہ میں اسلاف سے دو قول نقل کیے گئے ہیں بعض نے کہا کہ وہ دنیا کے لڑکے نہیں ہوں گے بلکہ اللہ تعالیٰ جنت میں ان کو پیدا فرمائے گا لیکن حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول یہ ہے کہ یہ مسلمانوں کے بچے ہوں گے جو اس حالت میں مرے تھے کہ انہوں نے نہ کوئی نیکی کا کام کیا تھا نہ گناہ کا، ان کو جنتیوں کی خدمت میں لگا دیا جائے گا ان کا کہنا یہ ہے کہ جنت میں ولادت وغیرہ نہیں ہوگی۔

بعض نے کہا کہ یہ مشرکین کے بچے ہوں گے جن کو اہل جنت کی خدمت میں لگا دیا جائے گا ان کی دلیل حضرت انسؓ کی حدیث ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

سألت ربی للاهين من ذرية البشر أن لا يعذبهم فأعطانيهم فهم خدم أهل الجنة	میں نے اپنے رب سے دعا کی کہ وہ انسان کی ناسمجھ ذریت کو عذاب نہ دے اللہ نے میری یہ دعاء قبول کر لی
(الجامع الصغير للسيوطی)	اور ان کو اہل جنت کا خدام بنا دیا۔

مگر یہ حدیث ضعیف ہے کیوں کہ اس کی سند میں بعض متکلم فیہ راوی ہیں لیکن زیادہ قرین صواب یہ بات لگتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو جنت میں

پیدا فرمایا ہے اور اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ وہاں ولادت نہیں ہوگی تو اس کا جواب یہ ہے کہ الگ سے پیدا کرنے کی صورت میں ولادت کا ہونا کہاں لازم آتا ہے؟ جس طرح حوروں کے بارے میں سب کا اتفاق ہے اور قرآن کی صراحت ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے جنتیوں کے لئے پیدا فرمایا ہے اسی طرح یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کی خدمت کے لئے کمسن لڑکوں کو پیدا فرمایا ہے کیوں کہ دنیا کے جولڑکے انتقال کرتے ہیں قیامت کے دن وہ تینتس (۳۳) سال کے ہو جائیں گے جیسا کہ ترمذی کی روایت میں حضرت ابوسعید خدریؓ نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من مات من أهل الجنة من صغير و كبير يردون بني ثلاثين سنة في الجنة ، لا يزيدونِ عليها أبدا ، وكذلك أهل النار	اہل جنت میں سے جو بھی مرتا ہے خواہ چھوٹا ہو یا بڑا جنت میں اس کو تیس سال کی عمر کا کر دیا جائے گا اس سے زیادہ ان کی عمر نہ بڑھے گی، اسی طرح اہل دوزخ کا معاملہ ہوگا۔

(ترمذی کتاب صفة الجنة)

اس کو تقویت اس بات سے بھی ملتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل جنت کا اکرام و اعزاز فرمائے گا اور ظاہر ہے مکمل اکرام و احترام اسی وقت ہوگا جب جنتیوں کے ساتھ ان کے بچوں کو بھی بجائے خدمت گذار بنانے کے ان کو مخدوم بنایا جائے تا کہ اس سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں، واللہ اعلم۔

اہل جنت کی بیویاں اور خادمائیں

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ بَشِّرِ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَ عَمِلُوْا الصّٰلِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقاً قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ وَ أُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا وَّ لَهُمْ فِيْهَا أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ٥

(البقرة :۲۵)

اور آپ ان لوگوں کو خوشخبری سنا دیجئے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے کہ ان کے لئے (بہشت کے) ایسے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، انہیں جب کوئی پھل کھانے کو دیا جائے گا تو وہ بول اٹھیں گے کہ یہ تو وہی ہے جو ہمیں اس سے قبل دیا گیا تھا اور انہیں وہ (واقعی) ملتا جلتا دیا جائے گا اور ان کے لئے پاکیزہ بیویاں ہوں گی اور وہ ان (بہشتوں) میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔

یہ کتنی عظیم بشارت ہے کیوں کہ جو بشارت دینے والا ہے یعنی اللہ تعالیٰ وہ انتہائی جلیل الشان اور بلند و بالا ہے اور جس کے ذریعہ بندوں تک یہ بشارت پہونچائی جارہی ہے وہ اللہ کے نزدیک بڑا مقرب اور سب سے اونچا مقام رکھنے والا ہے اور جس چیز کی بشارت دی گئی ہے وہ ہر قسم کی نعمتوں اور آسائشوں کو شامل ہے چنانچہ باغات، نہریں اور پھل وغیرہ جسمانی فوائد کے لئے ہیں اور پاکیزہ

بیویاں نفسانی خواہشات کی تکمیل کے لئے اور یہ اعلان کہ وہ جنت میں ہمیشہ رہیں گے اطمینان قلب اور آنکھوں کی ٹھنڈک کا سبب ہے۔

سورہ دخان میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ أَمِيْنٍ ، فِيْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ، يَّلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَقَابِلِيْنَ كَذٰلِكَ وَ زَوَّجْنَاهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ يَّدْعُوْنَ فِيْهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ آمِنِيْنَ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى وَ وَقَاهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ٥ (الدخان .۵۱-۵۶)	اللہ سے ڈرنے والے بیشک امن کی جگہ میں ہوں گے (یعنی) باغوں میں اور چشموں میں، لباس پہنے ہوں گے باریک اور دبیز ریشم کا، آمنے سامنے بیٹھے ہوئے، یہ بات اسی طرح ہے اور ہم ان کی زوجیت میں بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں کو دیدیں گے وہ وہاں ہر قسم کے میوے منگائیں گے اطمینان سے وہ وہاں موت کا مزہ بھی نہ چکھیں گے ہاں بجز پہلی موت کے اور اللہ انہیں دوزخ کے عذاب سے بچائے گا

لفظ ''حور'' کے معنی علماء نے مختلف بیان کئے ہیں لیکن وہ سب ملتے جلتے ہی ہیں جس کا خلاصہ یہ کہ حور ایسی جوان گوری چٹی عورت کو کہتے ہیں جس کی آنکھیں سفیدی کی جگہ انتہائی سفید اور سیاہی کی جگہ انتہائی کالی ہوں۔

اور ''عین ''عیناء کی جمع ہے۔ جس کا معنی ہے وہ عورت جس کی آنکھیں بڑی بڑی ہونے کے ساتھ ساتھ حسن وملاحت سے بھرپور ہوں۔

اور سورہ رحمٰن میں ارشاد فرمایا:

فِيْهِنَّ قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ لَمْ	ان (مکانات) میں نیچی نگاہ والیاں

يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ٥ كَأَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ ٥

(الرحمن :٥٦۔٥٨)

ہوں گی جن پر ان لوگوں سے پہلے کسی انسان نے تصرف کیا ہوگا نہ جن نے، سو تم دونوں (جن و انس) اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے، گویا وہ یاقوت اور مرجان ہیں۔

اور سورہ صافات میں فرمایا:

وَ عِنْدَهُمْ قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ عِيْنٌ

(الصافات :٤٨)

اور ان کے پاس نیچی نگاہ والیاں بڑی بڑی آنکھ والیاں ہوں گی۔

اور سورہ صٓ میں فرمایا:

وَ عِنْدَهُمْ قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ أَتْرَابٌ

(صٓ:٥٢)

اور ان کے پاس نیچی نگاہ والیاں ہم عمر ہوں گی۔

تمام مفسرین نے پست نگاہ ہونے کے یہ معنی لئے ہیں کہ اہل جنت کی بیویاں اپنی نگاہوں کو اپنے شوہروں تک محدود رکھیں گی اور کسی غیر شوہر کی طرف ذرہ برابر التفات نہ کریں گی بعض نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ وہ اپنے شوہروں کی نگاہ پست کرنے والی ہوں گی یعنی وہ اتنی حسین و جمیل ہوں گی اور ان کے شوہر ان کے حسن و جمال میں ایسے کھوئے ہوں گے کہ وہ ان کے علاوہ کسی اور کی طرف متوجہ ہی نہ ہوں گے.

" أَتْرَاب " " تِرْبٌ " کی جمع ہے جس کے معنی ہم عمر اور ہمجولی کے ہیں یعنی نہ وہ اتنی بوڑھی ہوں گی کہ ان کا حسن و جمال ڈھل گیا ہو اور نہ اتنی کم عمر ہوں گی کہ ان سے صحبت نہ کی جاسکے۔

"لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ" اس کے دو معنی بیان کئے گئے ہیں ایک یہ کہ جن جنتیوں کے حصہ میں وہ آئیں گی ان سے پہلے ان کو کسی انسان یا جن نے چھوا تک نہیں ہوگا۔ دوسرا معنی یہ کہ ان کا پردۂ بکارت زائل نہ کیا گیا ہوگا۔

اب اس سلسلہ میں علماء کی دو رائے ہیں کہ آیا یہ دنیا کی ان عورتوں کے بارے میں کہا گیا ہے جو جنت میں جائیں گی یا ان حور عین کے بارے میں جن کو اللہ تعالیٰ جنت میں وجود بخشے گا؟ بعض نے کہا کہ یہ حور عین کے بارے میں کہا گیا ہے، بعض نے کہا دنیا کی عورتوں کے بارے میں کہا گیا ہے تب اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ان کے کنوارے پن کو دوبارہ لوٹا دیگا اگر چہ دنیا میں ان کا پردۂ بکارت زائل کر دیا گیا ہو۔

لیکن ظاہر آیت سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ حور عین کے بارے میں کہا گیا ہے نہ کہ دنیا کی عورتوں کے بارے میں کیوں کہ ان پر یہ وصف صادق نہیں آتا، ظاہر ہے انسانی عورتوں کو انسان نے اور جن عورتوں کو جنوں نے چھوا ہے پھر ان کے بارے میں یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ اس سے پہلے نہ ان کو کسی انسان نے چھوا ہوگا نہ جن نے۔

امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ جب صور پھونکی جائے گی اس وقت حور عین کو موت نہ آئے گی کیوں کہ ان کو در حقیقت باقی رہنے کے لئے پیدا کیا گیا ہے اس آیت میں اس بات کی دلیل بھی پائی جاتی ہے کہ انسانوں کی طرح مومن جن جنت میں اور کافر جن دوزخ میں ہوں گے۔

سورہ واقعہ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّآ أَنْشَأْنَاهُنَّ إِنْشَآءً فَجَعَلْنَاهُنَّ أَبْكَارًا عُرُبًا أَتْرَابًا لِّأَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ○ (الواقعۃ: ۳۵۔۳۸)

ہم نے وہاں کی عورتوں کو خاص طور پر بنایا ہے (یعنی) ہم نے انہیں ایسا بنادیا ہے کہ وہ کنواری رہیں گی اور محبوبہ وہم عمر داہنے والوں کے لئے۔

حضرت قتادہؒ اور سعید بن جبیرؒ نے فرمایا: ''إِنَّآ أَنْشَأْنَاهُنَّ إِنْشَآءً'' کے معنی ہیں کہ ہم جنت کی عورتوں کو نئے طریقہ سے پیدا کریں گے ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ انسانی عورتوں کے بارے میں کہا گیا ہے یعنی دنیا کی وہ عورتیں جو نہایت بوڑھی ہوچکی تھیں اللہ تعالیٰ ان کو دوبارہ جوان بنا کر پیدا کرے گا، اس کی تائید حضرت عائشہؓ کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے اس وقت ان کے پاس ایک بوڑھی عورت بیٹھی تھی آپ ﷺ نے پوچھا یہ کون ہیں؟ حضرت عائشہؓ نے جواب دیا میری خالہ لگتی ہیں آپؐ نے از راہ مزاح فرمایا جنت میں بوڑھی عورتیں نہیں جائیں گی اس سے اس بوڑھی عورت کو کافی رنج ہوا آپ ﷺ نے اس پر یہ آیت پڑھی ''إِنَّآ أَنْشَأْنَاهُنَّ إِنْشَآءً'' ہم ان کو دوبارہ نئے طریقہ سے پیدا کریں گے۔ بعض روایت میں یہ ہے کہ جب آپ ﷺ کو اس بوڑھی عورت کے رنجیدہ ہونے کا پتہ چلا تو آپ ﷺ نے فرمایا جا کر ان کو بتادو کہ اس دن وہ بوڑھی نہیں رہیں گی بلکہ جوان ہو جائیں گی اور پھر وہی آیت پڑھی جو اوپر گذر چکی۔

حضرت مقاتل نے ایک قول اور ذکر کیا ہے جس کو زجاج نے اختیار کیا ہے وہ یہ کہ اس سے مراد حور عین ہیں جن کا ذکر اس سے پہلی والی آیات میں ہوا ہے آیت کے سیاق وسباق اور قرآن کے اسلوب کو دیکھتے ہوئے یہ قول زیادہ قرین قیاس لگتا ہے کیوں کہ اگر اس سے مراد دوبارہ پیدا کرنا ہوتا تو اس کی

صراحت ضرور ہوتی جیسا کہ قرآن کا اسلوب ہے کہ جہاں پہلی نشو ونما یا دوسری نشو ونما کا تذکرہ ہوتا ہے اس کی صراحت آیت میں ہوتی ہے مثال کے طور پر سورہ نجم میں فرمایا: " وَ أَنَّ عَلَيْهِ النَّشْأَةَ الْأُخْرٰى "(۱) (ترجمہ: اور اللہ ہی کے ذمہ دوبارہ پیدا کرنا ہے)۔ اور سورہ واقعہ میں فرمایا: " وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْأَةَ الْأُوْلٰى "(۲) (ترجمہ اور پہلی تخلیق کو تم اچھی طرح جانتے ہو)

دوسرے یہ کہ اس آیت سے کچھ قبل اللہ تعالیٰ نے فرمایا: " وَكُنْتُمْ أَزْوَاجاً ثَلَاثَةً " (ترجمہ: اور تمہاری تین قسمیں ہو جائیں گی)۔ ظاہر ہے یہ آیت مرد وعورت دونوں کو شامل ہے۔ اور یہ بھی بدیہی امر ہے کہ دوبارہ صرف عورتوں کو ہی نہیں بلکہ مردوں کو بھی پیدا کیا جائے گا لہذا زیادہ قرین صواب یہ بات لگتی ہے کہ اس سے حور عین مراد ہیں جن کو اللہ نے جنت میں تخلیق فرمایا ہے۔

اور سورہ "النبأ" میں ارشاد فرمایا:

اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا وَّ كَوَاعِبَ اَتْرَابًا (النبأ:۳۱-۳۳)	بے شک پرہیز گاروں کے لئے کامیابی ہے، یعنی باغ ہیں اور انگور اور نوخاستہ ہم عمر حوریں.

ابو یعلی موصلیؒ نے اپنی مسند میں اور ابن کثیرؒ نے "البدایۃ والنہایۃ" میں ابو ہریرہؓ کی صور والی روایت نقل کی ہے اس میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پھر میں (قیامت کے دن) کہوں گا اے میرے رب تو نے مجھ سے شفاعت کا وعدہ فرمایا تھا لہذا اہل جنت کے بارے میں میری شفاعت قبول فرما تا کہ وہ جنت میں داخل ہوں اللہ تعالیٰ کہے گا میں نے آپ کی شفاعت قبول کر لی اور ان کو جنت میں داخل ہونے کی اجازت ہے۔ ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ

(۱) النجم: ۴۷ (۲) الواقعة: ۶۲

رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے اس ذات کی قسم جس نے مجھ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے تم دنیا میں اپنی بیویوں اور رہائش گاہوں کو اتنا نہیں پہچانتے جتنا اہل جنت اپنی بیویوں اور رہائش گاہوں کو پہچانیں گے، ایک ایک جنتی جنت میں پیدا کی ہوئی بہتّر حوروں اور دو آدم زاد بیویوں کے ساتھ جائے گا دنیا کی یہ دو عورتیں جنت کی حوروں پر اپنی عبادت کی وجہ سے فوقیت رکھیں گی ان میں سے ایک کے پاس اس حال میں جائے گا کہ وہ یاقوت کے کمرہ میں ہوگی اس میں سونے کا تخت ہوگا جس پر موتی جڑے ہوں گے اور وہ ریشم کے ستر جوڑے پہنے ہوگا جب وہ اس کے دونوں شانوں کے مابین اپنا ہاتھ رکھے گا تو اس کو اس کے سینہ کے پار اپنا ہاتھ دکھائی دے گا اور اس کو اس کی پنڈلیوں کا گودا اس طرح دکھائی دے گا جس طرح یاقوت میں پروئی ہوئی لڑی دکھائی دیتی ہے نہ وہ اس سے بیزار ہوگا نہ وہ اس سے بیزار ہوگی ایک بار جب اس سے تعلق قائم کرے گا فوراً بعد وہ باکرہ ہوجائے گی اور صحبت کرنے سے نہ مرد کا عضو تھکے گا اور نہ عورت تکلیف محسوس کرے گی، وہ اسی طرح مشغول ہوں گے کہ ندا آئے گی ہمیں معلوم ہے کہ نہ تم بیزار ہوگے نہ وہ لیکن یہاں منی وغیرہ کا وجود نہیں ہے اس طرح وہ یکے بعد دیگرے اپنی بیویوں کے پاس جائے گا ان میں سے جس کسی کے پاس جائے گا وہ کہے گی اللہ کی قسم جنت میں تم سے حسین اور میرے نزدیک تم سے محبوب کوئی چیز نہیں (۱)

اور طبرانیؒ نے ابو ہریرہؓ کی روایت نقل کی ہے کہ آپ ﷺ سے پوچھا گیا اے اللہ کے رسولؐ! کیا ہم جنت میں اپنی عورتوں سے صحبت کریں گے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جنتی ایک دن میں سو باکرہ (کنواری) عورتوں سے صحبت کرے گا (۲)

---

(۱) "النهاية" لابن كثير، (۲) معجم الطبراني الصغير

دوسری طرف بخاری کی روایت ہے کہ ہر جنتی کو دو بیویاں ملیں گی اس لئے جن احادیث میں زیادہ عورتوں کا ذکر ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ بیویاں تو دو ہوں گی باقی سب خادمائیں ہوں گی، بعض نے کہا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ایک جنتی کو سو عورتوں سے جماع کرنے کی طاقت دی جائے گی یہ نہیں کہ اس کو سو عورتیں دی جائیں گی جیسا کہ ترمذی کی روایت میں ہے حضرت انسؓ نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا جنتی کو جنت میں جماع کرنے کی اتنی اتنی طاقت دی جائے گی، عرض کیا گیا اے اللہ کے رسول ﷺ کیا وہ اس کی طاقت رکھے گا آپؐ نے فرمایا اس کو سو عورتوں سے جماع کرنے کی طاقت دی جائے گی۔ (ترمذی کتاب صفۃ الجنۃ)

لیکن اس میں ذرہ برابر شک وشبہ نہیں کہ مومن کو جنت میں دو سے زیادہ عورتیں ملیں گی خواہ بیوی بنا کر یا خادمہ جیسا کہ صحیحین کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جنت میں مومن بندے کے لئے جو کھوکھلے موتی کا ایک خیمہ ہوگا اس کی لمبائی ساٹھ میل ہوگی اس کے اندر مومن بندے کی بیویاں ہوں گی وہ باری باری ان کے پاس جائے گا لیکن وہ ایک دوسرے کو دیکھ نہ پائیں گی۔

***

جنت کی حوریں کس مادّہ سے پیدا کی جائیں گی

حورعین کے مادۂ تخلیق کے سلسلہ میں حضرت بیہقیؒ نے انسؓ بن مالک کی روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

الحور العین خلقن من الزعفران — حورعین زعفران سے پیدا کی گئی ہیں۔

(البعث والنشور للبیهقی)

اس حدیث پر امام بیہقیؒ نے سند کے اعتبار سے ''منکر'' (ضعیف حدیث کی ایک قسم) کا حکم لگایا ہے اور کہا ہے کہ اسماعیل بن عُلَیَّہ (اس حدیث کے ایک راوی) سے یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ لیکن ان کی یہ بات صحیح نہیں معلوم ہوتی کیوں کہ اسماعیل بن علیہ سے روایت کرنے والے حضرت شعبہ ہیں جو امیر المومنین فی الحدیث جیسے اعلیٰ مقام کے حامل ہیں اور نہایت ثقہ ہیں۔

اور اسحاق بن راہویہ نے بالسند حضرت مجاہدؒ کا قول نقل کیا ہے کہ حورعین زعفران سے پیدا کی گئی ہیں، اور عقبہ بن مکرم نے بھی اپنی سند سے حضرت مجاہدؒ سے نقل کیا ہے کہ یہ قول عبداللہ بن عباسؓ کا ہے، ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن فرماتے ہیں، اللہ کے ولی کو ایک دلہن ملے گی جس کو نہ آدم نے جنا ہے نہ حوا نے بلکہ وہ زعفران سے پیدا کی گئی ہے۔

اور ابونعیمؒ نے حضرت انسؓ کی مرفوع حدیث نقل کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر جنت کی کوئی حور سات سمندر میں تھوک دے تو سارے کے سارے سات سمندر اس کی شیرینیٔ دہن کی وجہ سے میٹھے ہو جائیں (یہ بھی فرمایا کہ)

حور عین کو زعفران سے پیدا کیا گیا ہے“

دنیا میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو کائنات کی تمام چیزوں کے مقابلہ میں سب سے زیادہ حسین وخوبصورت بنایا حالانکہ اس کا مادۂ تخلیق مٹی ہے تو اس مخلوق کی خوبصورتی اور جمال کا کیا حال ہوگا جس کو زعفران سے پیدا کیا گیا ہے۔

حضرت ابونعیم ہی نے ایک روایت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

سطع نور في الجنة فرفعوا رؤوسهم فاذا هو من ثغرحوراء ، ضحكت في وجه زوجها

(الحلية لأبي نعيم)

جنت میں اچانک روشنی ہوگی جنتی اس کی طرف سر اٹھا کر دیکھیں گے نظر آئے گا کہ یہ ایک حور کے دانتوں کی روشنی تھی جو اپنے شوہر کے سامنے ہنس پڑی تھی۔

جنت کی حوریں ابھی سے اپنے شوہروں کو پہچانتی ہیں:

امام احمد بن حنبلؒ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کی روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لا توذي امرأة زوجها في الدنيا اِلا قالت له زوجته من الحورالعين ، لاتؤذيه قاتلك الله ، فانما هو عندك دخيل يوشك أن يفارقك الينا

(أخرجه ابن المبارك في زوائد الزهد)

دنیا کی کوئی عورت جب اپنے شوہر کو تکلیف پہونچاتی ہے تو حورعین میں سے جو اس کی بیوی ہوتی ہے وہ کہتی ہے اللہ تجھے ہلاک کرے تو اس کو تکلیف نہ پہونچا کیوں کہ وہ تیرے پاس مہمان ہے عنقریب وہ تجھ کو چھوڑ کر ہمارے پاس آنے والا ہے۔

امام اوزاعیؒ نے حضرت حسان بن عطیہ سے ابن مسعودؓ کا قول نقل کیا ہے فرماتے ہیں کہ جنت میں ایک حور ہے اس کا نام لعبۃ ہے (یعنی کھلونا) وہ اتنی حسین وجمیل ہے کہ جنت کی تمام حوریں اس پر رشک کرتی ہیں وہ بے تکلفی میں اس کے کندھے پر مار کر کہتی ہیں لعبہ! تم بہت زیادہ مبارک بادی کے لائق ہو، اگر تمہارے طلبگاروں کو تمہارے حسن کا پتہ چل جائے تو وہ عمل میں اور آگے بڑھ جائیں، ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ اس کی آنکھوں کے درمیان یہ لکھا ہوگا "جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کو مجھ جیسی حور ملے تو چاہئے کہ وہ میرے رب کو راضی کرنے والے کام کرے"۔

ایک مرتبہ عطاء سلمی نے مالک بن دینار سے کہا، ابو یحی! ذرا ہمیں کچھ جنت کا شوق دلائیے، فرمایا ارے عطاء! جنت میں ایسی حور ہے جس کے حسن و جمال پر اہل جنت فخر کریں گے اور اگر اللہ نے اہل جنت پر موت حرام نہ کی ہوتی تو وہ اس کے حسن و جمال کی تاب نہ لاکر مر جاتے اس بات سے حضرت عطاء کے دل میں چالیس سال تک شوقِ جنت کی چنگاری سلگتی رہی۔

اور عبداللہ بن مبارکؒ نے حضرت اوزاعیؒ سے یحییٰ بن ابی کثیر کا قول نقل کیا ہے فرماتے ہیں کہ حورعین جنت کے دروازوں کے پاس اپنے شوہروں سے ملیں گی اور کہیں گی ہم نے کتنا آپ کا انتظار کیا، اب ہم راضی ہیں، کبھی ناراض نہ ہوں گی اور ہمیشہ آپ کے ساتھ رہیں گی کبھی کوچ نہ کریں گی اور نہ ہمیں موت آئے گی اور اس بات کو اتنی میٹھی آواز میں کہیں گی کہ اس سے پہلے کبھی نہ سنی گئی ہوگی پھر کہیں گی تم میرے محبوب ہو اور میں تمہاری محبوب، ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی پردہ نہیں، اور تمہارے علاوہ اب کسی کی گنجائش نہیں۔

اہلِ جنت کا عورتوں سے نکاح اور مجامعت

امام طبرانیؒ نے حضرت لقیط بن عامر رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا اے اللہ کے رسول ﷺ! ہمیں جنت میں کیا ملے گا؟ فرمایا، خالص شہد کی نہریں، اور ایسی نہروں کے جام جن سے نہ سر چکرائے گا اور نہ وہ ندامت کے باعث ہوں گے، ایسے دودھ کی نہریں جن کا مزہ بدلے گا نہیں، ایسے پانی کی نہریں جو سڑے گا نہیں، مختلف انواع واقسام کے پھل ہوں گے، اور پاکیزہ بیویاں ہوں گی، میں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا ہمیں وہاں نیک بیویاں ملیں گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا یقیناً نیک لوگوں کو نیک بیویاں ملیں گی تم ان سے لذت اندوزی کرو گے جس طرح دنیا میں کرتے تھے اور وہ تم سے لطف اندوز ہوں گی مگر وہاں پیدائش وغیرہ کا چکر نہیں ہوگا.

ابن وھب نے ابو ہریرہؓ کی روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا اے اللہ کے رسولؐ! کیا ہم جنت میں عورتوں سے مجامعت کریں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا بالکل کرو گے، اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے تم بار بار کمال قوت کے ساتھ مجامعت کرو گے جب وہ (جنتی) اس سے فارغ ہوگا تو وہ دوبارہ پاکیزہ اور باکرہ ہو جائے گی.

اور حضرت ابو نعیمؒ نے اپنی کتاب ''صفۃ الجنۃ'' میں ابو ہریرہؓ کی روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کیا اہل جنت اپنی بیویوں سے صحبت کریں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، بالکل اور (خوب کثرت سے صحبت کریں گے)

مگر ان کا آلۂ تناسل تھکے گا نہیں اور نہ عورت کی شرمگاہ چھلے گی اور دونوں کی شہوت ختم نہ ہوگی.

سعید بن منصورؒ نے حضرت سفیان سے انہوں نے عمرو سے حضرت عکرمہ کا قول نقل کیا ہے فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ ''اِنَّ أَصْحَابَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِيْ شُغُلٍ فَاكِهُوْنَ '' (۱) (بے شک اہلِ جنت اس روز اپنے مشغلہ میں خوش دل ہوں گے) میں جو مشغلہ ذکر کیا گیا ہے اس سے مراد باکرہ عورتوں سے مجامعت کرنا ہے۔

اسی طرح کا قول حضرت حاکمؒ نے امام اوزاعی کا نقل کیا ہے، نیز اسی طرح کی تفسیر حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے بھی منقول ہے اس کو سلیمان تیمی نے حضرت ابو مجلز کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔

اور اسحاق بن ابراہیم نے بالسند حضرت سعید بن جبیرؒ کا قول نقل کیا ہے فرماتے ہیں کہ جنتی کے جسم میں ستر ستر سال شہوت ہوگی اور وہ لطف اندوزی کرتا رہے گا مگر اس مجامعت کی وجہ سے اس کو جنابت لاحق نہ ہوگی لہٰذا اس پر غسل بھی واجب نہ ہوگا۔ اور نہ اس میں کمزوری و پژمردگی آئے گی، وہاں سوائے لذت اندوزی کے کچھ نہ ہوگا۔

یہ تمام نعمتیں اسی شخص کو حاصل ہوں گی جس نے اس دنیا میں اپنے آپ کو اللہ کی حرام کردہ چیزوں سے دور رکھا ہوگا اور جس نے جتنا زیادہ اپنے کو محرمات سے بچایا ہوگا اس کو اتنی ہی زیادہ نعمتیں میسر ہوں گی جیسا کہ پچھلے صفحات میں احادیث گذر چکی ہیں کہ جو شخص اس دنیا میں شراب پیئے گا وہ آخرت میں نہ پی سکے گا اور جو شخص دنیا میں ریشم پہن لے گا وہ آخرت میں نہ پہن سکے گا اور جو سونے

(۱) یٰسٓ : ۵۵

چاندی کے برتنوں میں کھائے گا پئے گا وہ آخرت میں اس طرح کے برتنوں میں کھا پی نہ سکے گا اور بخاریؒ کی یہ روایت بھی گذر چکی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ''اِنَّهَا لَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَ لَكُمْ فِي الْآخِرَةِ '' یعنی یہ چیزیں (شراب، ریشم، سونے چاندی کے برتن وغیرہ) کفار کے لئے دنیا میں ہیں اور تمہارے لئے آخرت میں۔

لہٰذا جو شخص اس دنیا ہی میں ساری لذتوں کو حاصل کرنا چاہے گا اور اپنی تمام ناجائز خواہشات کی تکمیل کے لئے یہیں کوشاں رہے گا اس کو آخرت میں ان نعمتوں سے محروم کر دیا جائے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ يَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ اَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا. (الأحقاف :۲۰)

اور جس روز کافر آگ کے سامنے لائے جائیں گے (اور کہا جائے گا) کہ تم اپنی لذت کی چیزیں (سب) دنیا ہی میں حاصل کر چکے اور ان کا خوب مزہ اٹھا چکے۔

اور امام احمد بن حنبلؒ نے حسن بصریؒ سے نقل کیا ہے فرماتے ہیں کہ اہلِ بصرہ کا ایک وفد حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے ساتھ حضرت عمر بن الخطابؓ کے پاس آیا تو ہم روزانہ ان کے پاس حاضر ہوتے اور انہیں کے یہاں کھانا کھاتے، کھانے میں ان کے یہاں کبھی روٹی کے ساتھ گھی، کبھی تیل، کبھی دودھ، کبھی پانی میں ابلے ہوئے خشک گوشت کے ٹکڑے ہوتے تھے اور کسی کسی دن تازہ گوشت ہوتا تھا ایک دن آپ نے فرمایا: مجھے پورا اندازہ ہے کہ آپ لوگوں کو میرا کھانا پسند نہیں آتا خدا کی قسم اگر میں چاہوں تو تم میں سب سے اچھا اور بہترین کھانا کھاؤں مگر اللہ نے ایسے لوگوں پر عتاب فرمایا ہے جنہوں نے دنیا کی تمام لذتوں سے دنیا ہی

میں فائدہ اٹھانا چاہا۔

خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص صرف اللہ کی رضا کے لئے تمام حرام شہوتوں اور لذتوں کو چھوڑ دے گا تو قیامت کے دن ہر قسم کی لذتوں اور نعمتوں سے بہرہ ور ہوگا اور جو ہر طرح کی ناجائز شہوتوں کو یہاں پورا کرے گا تو قیامت کے دن یا تو بالکلیہ نعمتوں سے محروم رہے گا یا اس کو کامل درجہ کی نعمتیں حاصل نہیں ہوسکیں گی۔

***

جنت میں حمل اور ولادت ہوگی یا نہیں؟

امام ترمذیؒ نے حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت نقل کی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

المؤمن اذا اشتهى الولد فى الجنة كان حمله و وضعه وسنه فى ساعة كما يشتهى

(ترمذی کتاب صفة الجنة ،ابن ماجه کتاب الزهد)

جب مومن کو جنت میں بچے کی خواہش ہوگی تو ایک پل میں ہی اس کا حمل ہوجائے گا اور ولادت ہوجائے گی اور دانت نکل پڑیں گے اور بچہ ایسا ہوگا جیسا وہ چاہے گا۔

اس کے بعد امام ترمذیؒ اس موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اس سلسلہ میں علماء کے درمیان اختلاف رائے ہے کہ آیا جنت میں بچوں کی ولادت ہوگی یا نہیں؟ بعض علماء کا کہنا ہے کہ جنت میں جماع تو ہوگا لیکن ولادت نہ ہوگی اسی طرح کا قول حضرت طاؤس، مجاہد، اور ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہم سے منقول ہے امام بخاریؒ فرماتے ہیں اسحاق بن ابراہیم نے ایک حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مومن اگر جنت میں اولاد کی خواہش کرے گا تو اسی گھڑی ہوجائے گی جب وہ چاہے گا مگر وہ خواہش کرے گا نہیں، اس حدیث کے ساتھ ساتھ ایک اور روایت حضرت ابورزین عقیلی سے نقل کی گئی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اہلِ جنت کے یہاں جنت میں کوئی ولادت نہ ہوگی'' امام ترمذیؒ کی

بات یہاں ختم ہوتی ہے(۱)

اور ابو نعیم نے حضرت ابو سعید خدریؓ کی روایت نقل کی ہے فرماتے ہیں کہ رسول ﷺ سے پوچھا گیا کیا اہل جنت کے یہاں ولادت ہوگی کیوں کہ ولادت یقیناً خوشی ومسرت کا باعث ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے وہاں ولادت میں صرف اتنا وقت لگے گا کہ ایک جنتی اس کی تمنا کرے گا فوراً عورت امید سے ہو جائے گی فوراً وہ دودھ پینے لگے گا اور فوراً ہی جوان ہو جائے گا۔

اور جہاں تک ابورزین عقیلی کی روایت کا تعلق ہے جس کی طرف امام بخاریؒ نے اشارہ کیا ہے تو مصنف کتاب (ابن قیمؒ) نے اس کو مسند احمد کے حوالہ سے تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے، جس میں علم غیب کی ان چیزوں کا ذکر ہے جو صرف اللہ کے ساتھ خاص ہیں، یعنی رحم مادر میں کیا ہے اس کا علم، قیامت کا علم، بارش کا علم، اور انسان کل کیا کرے گا اس کا علم اور کس سرزمین پر اس کو موت آئے گی اس کا علم، اسی طرح آپ ﷺ نے اس حدیث میں بہت سی دینی باتوں کا ذکر کرنے کے بعد جنت اور جہنم کا تذکرہ فرمایا اور یہ پوچھے جانے پر کہ کیا جنتیوں کو جنت میں بیویاں ملیں گی آپؐ نے جواباً ارشاد فرمایا:

الصالحات للصالحین تلذونهن مثل لذاتكم في الدنيا و يلذذن بكم غير أن لا توالد	نیک لوگوں کو نیک بیویاں ملیں گی، تم ان سے اسی طرح لذت اندوز ہوگے جس طرح دنیا میں عورتوں سے ہوا کرتے تھے اور وہ بھی تم سے لذت اندوز ہوگی، مگر توالد کا سلسلہ نہیں ہوگا۔

(۱) ترمذی کتاب الجنة باب ما جاء ماألأدنی اهل الجنة من الكرامة .

اس حدیث کو روایت کرنے والے ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن المغیرۃ بن عبد الرحمٰن المدنی اور ابراہیم بن حمزہ زبیری مدنی ہیں اور دونوں ہی بلند پایہ علماء مدینہ میں سے ہیں اور امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں بہت سی جگہ ان سے روایت نقل کی ہے اس اعتبار سے یہ حدیث پایۂ ثبوت تک پہونچ جاتی ہے اور امام مزیؒ کے بقول اس حدیث پر نبوت کا جلال نظر آتا ہے۔

اس حدیث سے ان لوگوں نے استدلال کیا ہے جو کہتے ہیں کہ جنت میں ولادت وغیرہ نہیں ہوگی اور امام ترمذی نے حضرت ابوسعید خدریؓ کی جو روایت نقل کی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ جنت میں ولادت ہوگی اس کا جواب وہ اس طرح دیتے ہیں کہ اس روایت میں لفظ ''اِذَا'' آیا ہے یعنی جب جنتی چاہے گا تو اولاد ہوگی، گویا اس کو ایک شرط کے ساتھ معلق کر دیا گیا ہے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جس چیز کو کسی شرط پر معلق کر دیا گیا ہو وہ یقینی طور پر وقوع پذیر بھی ہو جائے اور کبھی لفظ ''اِذَا'' مطلق تعلیق کے لئے آتا ہے یہ مقصود نہیں ہوتا کہ ایسا ہوگا بھی اور یہی معنی یہاں زیادہ قرین قیاس ہے اس معنی کی تائید مندرجہ ذیل امور پر غور کرنے سے بھی ہوتی ہے:

۱۔ حضرت ابورزین کی حدیث جس میں کہا گیا ہے کہ جنت میں ولادت نہ ہوگی۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''وَلَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ'' اور ان کے لئے پاک صاف بیویاں ہوں گی۔

۳۔ وہ حدیث جس میں آپ ﷺ سے پوچھا گیا تھا کہ کیا اہل جنت مجامعت کریں گے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا ''دَحْمًا دَحْمًا وَ لٰكِنْ لَا مَنِيَّ وَلَا مَنِيَّةَ'' بار بار کمالِ قوت کے ساتھ جماع کریں گے لیکن وہاں نہ انزال ہوگا نہ کسی کو

موت آئے گی.

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جنت میں منی کا وجود نہ ہوگا تو پھر اولاد کس طرح وجود میں آئے گی کیوں کہ اولاد تو مرد کے نطفہ سے ہی وجود میں آتی ہے۔ لہذا جب وہاں منی اور مذی کی قبیل کی کوئی چیز نہ ہوگی تو پھر اولاد بھی نہ ہوگی۔

۴۔ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

يبقى في الجنة فضل فينشئ الله لها خلقا فيسكنهم ايّاها :

(مسلم کتاب الجنة)

(جنتیوں کے جنت میں جانے کے بعد بھی) جنت میں کچھ جگہ باقی رہ جائے گی تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے کچھ لوگوں کو پیدا فرمائے گا اور اس میں ان کو بسائے گا.

ظاہر ہے اگر جنت میں ولادت کا سلسلہ ہوتا تو اللہ تبارک وتعالیٰ اہل جنت کی اولادوں کو اس میں ٹھہرا دیتا اور وہ اس کے زیادہ مستحق ہوتے۔

۵۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے دنیا میں توالدوتناسل کا سلسلہ اس لئے جاری فرمایا تاکہ بنی نوع انسان باقی رہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے یہاں پیدائش کے ساتھ موت بھی رکھی ہے لہٰذا اگر پیدائش نہ ہوتی تو موت کی وجہ سے بنی نوع انسان کے مٹ جانے کا اندیشہ تھا، یہی وجہ ہے کہ فرشتوں میں توالدوتناسل نہیں ہے کیوں کہ وہ مرتے نہیں اور آخرت میں چونکہ لوگوں کو موت نہ آئے گی اس لئے وہاں بنی نوع انسانی کے مٹ جانے کا اندیشہ نہ رہے گا لہٰذا وہاں توالدوتناسل کی ضرورت بھی باقی نہ رہے گی۔

۶۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَابِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا

اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی ایمان میں ان کا ساتھ دیا ہم ان

أَلَتْنَاهُمْ مِنْ عَمَلِهِمْ مِنْ شَيْئٍ . (الطور :۲۱)

کے ساتھ ان کی اولاد کو بھی شامل کریں گے اور ہم ان کے عمل میں سے کوئی چیز کم نہ ہونے دیں گے.

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بتا دیا کہ وہ اہل جنت کے ساتھ ان کی اس مومن ذریت کو بھی جنت میں داخل فرمادے گا جو دنیا میں تھی، اگر جنت میں بھی ان کی ذریت کا وجود ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس کا بھی ذکر فرماتے کیوں کہ ان سے بھی ان کی آنکھیں اسی طرح ٹھنڈی ہوتیں جس طرح دنیا کی ذریت سے.

۷۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ قیامت میں توالد و تناسل کا سلسلہ قائم ہوگا تو یہ دو حال سے خالی نہیں یا تو یہ سلسلہ ایک غیر محدود مدت تک چلتا رہے گا یا ایک متعین مدت تک باقی رہے گا پھر ختم ہو جائے گا دونوں ہی صورتیں حقیقت کے اعتبار سے ممتنع (ناممکن) ہیں، کیوں کہ اگر پہلی صورت تسلیم کر لی جائے تو اس سے یہ لازم آئے گا. کہ جنتیوں کے علاوہ بھی دوسرے اشخاص برابر پیدا ہوتے رہیں گے اور یہ بات ممتنع ہے، اور اگر دوسری صورت مانی جائے تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ یہ نعمت وقتی ہوگی جس سے کسی بھی وقت جنتی محروم کر دیئے جائیں گے حالانکہ یہ بات بھی محال ہے اور اگر یہ مانا جائے کہ ایک نسل وجود میں آئے گی پھر وہ ختم ہو جائے گی پھر دوسری نسل پیدا ہوگی اور اس طرح یہ سلسلہ چلتا رہے گا تو یہ بھی صحیح نہیں ہے کیوں کہ روز قیامت موت کا وجود نہیں ہوگا۔

۸۔ جنت ایسی جگہ ہے جہاں نشو و نما کا مرحلہ نہیں ہوگا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ جنتیوں کو ۳۳ سال کا بنا کر فرشتوں سے بھی زیادہ مکمل شکل و صورت میں پیدا فرمائے گا وہ بول و براز نیند وغیرہ سے پاک صاف ہوں گے اور ان کا جسم ذرہ برابر تغیر یا بڑھاپے کا شکار نہیں ہوگا، اسی طرح جنتیوں کی فرحت و انبساط کے

لئے جنت میں جو بچے ہوں گے وہ بھی ہمیشہ اسی حالت میں رہیں گے اور ان میں ذرہ برابر بڑھوتری وغیرہ نہیں ہوگی، جب یہ حقیقت مسلم ہے تو پھر جنت میں ولادت وغیرہ کس طرح ہوگی کیوں کہ اگر ولادت ہونے کو تسلیم کر لیا جائے تو یہ ماننا پڑے گا کہ وہ نشوونما پائیں گے حالانکہ جنت میں کوئی چیز نشوونما نہ پائے گی۔

صاحب ''مستدرک'' امام حاکم کے استاذ ابوسھل کی رائے اس سلسلہ میں یہ ہے کہ جنت میں ولادت ہوگی اور وہ منکرینِ ولادت پر تنقید کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ وہ اہل زیغ ہیں جو حدیث ولادت کا انکار کرتے ہیں حالاں کہ یہ حدیث کئی سندوں سے نقل ہوئی ہے، اور جو لوگ اس پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ جنتی عورتوں کو حیض ونفاس نہ آئے گا تو پھر ولادت کیسے ہوگی اس کا جواب دیتے ہوئے انہوں نے فرمایا کہ دراصل ولادت وغیرہ کے لئے حیض ونفاس کا نظام صرف دنیا میں ہے جس طرح دنیا کی اور نعمتیں محنت ومشقت سے حاصل ہوتی ہیں مگر آخرت میں یہ نعمتیں بغیر محنت اور جدوجہد کے حاصل ہوں گی، دنیا کی شراب ہر طرح کی گندگی اور آلائش سے بھری ہوئی ہے مگر اللہ تعالیٰ جنتیوں کو جو شراب عطا فرمائیں گے وہ نہایت پاکیزہ لذت سے بھرپور ہوگی، اسی طرح آخرت میں ولادت وغیرہ بغیر حیض ونفاس کے وجود میں آئے گی.

مؤلف کتاب (علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ) اس سلسلہ میں اپنی رائے کا اظہار اس طرح فرماتے ہیں کہ جو لوگ جنت میں ولادت کے منکر ہیں وہ کسی زیغ وضلال کی بنا پر نہیں بلکہ ابورزین کی اس حدیث کی وجہ سے انکار کرتے ہیں جس میں فرمایا گیا ہے ''غَيْرَ أَنْ لَّا تَوَالُدَ'' مگر ولادت نہ ہوگی اور حضرت عطاء وغیرہ نے کہا ہے کہ جنت کی عورتیں حیض اور اولاد سے پاک ہوں گی، امام ترمذیؒ نے اس سلسلہ میں سلف کے دو قول نقل کئے ہیں اور اسحاق بن راہویہ بھی منکرین میں

سے ہیں اور ابوامامہ حدیث نبوی ''غَیْرَ أَنْ لَّا مَنِیَّ وَلَامَنِیَّة''، (مگر وہاں نہ انزال ہوگا نہ موت آئے گی) کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جنت توالدو تناسل کی جگہ نہیں ہے بلکہ ہمیشگی و بقاء کی جگہ ہے، وہاں کسی کو موت نہ آئے گی کہ دوسرے کو اس کی جگہ لینی پڑے، اور جہاں تک حضرت ابوسعید خدریؓ والی روایت کا تعلق ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت میں ولادت ہوگی تو اس کی سب سے صحیح سند ترمذی کی سند ہے مگر وہ غریب ہے اور متن کے اعتبار سے مضطرب ہے کیوں کہ ابوالصدیق ناجی جو اس کو روایت کرنے میں منفرد ہیں کبھی اس کو ''اِذَا اشْتَهَی الْوَلَدَ'' کے الفاظ سے ذکر کرتے ہیں اور کبھی ''اِنَّهٗ یَشْتَهِی الْوَلَدَ'' کے لفظ سے اور کبھی ''اِذَ الرَّجُلُ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ لَیُوْلَدُ لَهٗ'' سے بہر حال اگر یہ حدیث ثابت ہو تو اس میں ذرہ برابر شک کی گنجائش نہیں ہے اور دونوں حدیثوں میں حقیقت کے اعتبار سے کوئی تضاد یا تناقض نہیں ہے بلکہ یہ کہا جائے گا کہ ابورزین کی حدیث جس میں کہا گیا ہے کہ جنت میں ولادت نہ ہوگی تو اس سے مراد یہ ہے کہ اس طرح کی ولادت نہ ہوگی جس طرح دنیا میں ہوتی ہے جس کے لئے حیض و نفاس کی ضرورت پیش آتی ہے اور حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت جس میں کہا گیا ہے کہ ولادت ہوگی تو اس سے مقصود یہ ہے کہ ایک ہی لمحہ میں حمل، ولادت اور رضاعت و شباب کے مراحل طے ہو جائیں گے۔

واللہ اعلم

***

جنت کے نغمے اور حوروں کے گیت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے،

وَ يَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ فَأَمَّا الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ ۔

(الروم : ۱۴۔۱۵)

اور جس روز قیامت قائم ہوگی اس روز (سب لوگ) جدا جدا ہو جائیں گے۔سو جو لوگ ایمان لائے تھے اور انہوں نے نیک عمل کئے تھے وہ (بہشت کے) باغ میں مسرور ہوں گے.

محمد ابن جریرؒ نے "یُحْبَرُوْنَ" سے متعلق یحی بن ابی کثیر کا قول نقل کیا ہے کہ اس سے مراد لذت اور سماع (نغمگی سننا) ہے اور حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ وہ لوگ اکرام سے نوازے جائیں گے، اور مجاہد و قتادہ کا قول ہے کہ وہ نعمتوں میں ہوں گے، مگر درحقیقت ان اقوال میں کوئی تضاد نہیں ہے کیوں کہ سماع کے ذریعہ کانوں کو جو لذت ملے گی وہ بھی ایک طرح کی نعمت ہی ہوگی،

امام ترمذیؒ نے اپنی سند سے حضرت علیؓ کی روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِن فی الجنة لمجتمعا للحور العین یرفعن بأصوات لم تسمع الخلائق بمثلها یقلن

جنت میں بڑی کشادہ آنکھوں والی حوریں ایک جگہ بیٹھیں گی اور بلند شیریں آواز سے گانا گائیں گی اس جیسی آواز دنیا کی

نحن الخالدات فلا نبيد و — مخلوق نے کبھی نہ سنی ہوگی، وہ کہیں گی ہم
نحن الناعمات فلا نبأس و — ہمیشہ رہنے والی ہیں کبھی ہلاک نہ ہوں گی
نحن الراضیات فلا نسخط — اور ہم نرم و گداز ہیں کبھی ہم کو زوال نہیں
طوبی لمن کان لنا وکنا له — ہم خوش و خرم ہیں کبھی ناراض نہ ہوں گی
(ترمذی کتاب صفة الجنة) — مبارک بادی ہو اس شخص کے لئے جو ہمارا ہو گیا اور ہم اس کے لئے ہو گئے۔

اور حضرت ابو ہریرہؓ سے موقوفاً روایت ہے فرماتے ہیں کہ جنت میں ایک نہر ہوگی جو جنت کے طول (لمبائی) میں پھیلی ہوگی اس کے دونوں طرف کنواری دوشیزائیں آمنے سامنے کھڑی ہوں گی اور بلند آواز میں گیت گا رہی ہوں گی اس میں اتنی لذت ہوگی جتنی اہل جنت کسی اور چیز میں محسوس نہیں کریں گے، صحابہؓ نے کہا ابو ہریرہ! وہ گیت کس قسم کے ہوں گے؟ فرمایا ان شاء اللہ، اللہ تعالیٰ کی تعریف و توصیف اور اس کی تسبیح و تقدیس والے ہوں گے۔

اور حضرت ابو نعیم نے اپنی کتاب ''صفة الجنة'' میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا:

ان فی الجنة شجرة جذوعها من ذهب و فروعها من زبرجد و لؤلؤ ، فتهب لها ريح فيصطفقن ، فما سمع السامعون بصوت شيئ قط الذ منه
(صفة الجنة لأبی نعیم)

یقیناً جنت میں ایک درخت ایسا ہوگا جس کی جڑیں سونے کی اور شاخیں زبرجد اور موتیوں کی ہوگی، جب ہوا چلے گی تو اس میں سے ایسی سریلی آواز نکلے گی جس سے زیادہ شیریں آواز کسی سننے والے نے کبھی نہ سنی ہوگی۔

۔ ایک اور روایت ابو نعیمؒ نے حضرت انسؓ سے نقل کی ہے فرماتے ہیں کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ان الحور يغنّين فی الجنة	حوریں جنت میں نغمہ گاتے ہوئے
نحن الحور الحسان خلقن	کہیں گی ہم خوبصورت حور ہیں جن کو
لأزواج كرام .	معزز شوہروں کے لئے پیدا کیا گیا
(صفة الجنة لأبی نعيم)	ہے۔

اور حضرت ابوامامہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو بندہ بھی جنت میں داخل ہوگا اس کے سر اور پیروں کے پاس دو حوریں بیٹھ جائیں گی اور اتنی سریلی وشیریں آواز میں گانا گائیں گی جس کو انس وجن نے کبھی نہ سنا ہوگا اور یہ آواز شیطان کے گیتوں میں سے نہ ہوگی.

ابن وہب نے سعید بن ابی ایوب کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ قریش میں سے ایک شخص نے ابن شہاب زہری سے پوچھا کہ کیا جنت میں سماع (گانا وغیرہ) ہوگا کیوں کہ مجھ کو سماع بہت پسند ہے؟ فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں ابنِ شہاب کی جان ہے یقیناً جنت میں ایک درخت ایسا ہوگا جس کے پھل موتی اور زبرجد کی شکل میں ہوں گے، اس کے نیچے ابھرے جوبن والی حوریں ہوں گی وہ قرآن کے گیت سنائیں گی اور کہیں گی ہم نرم وگداز ہیں کبھی پژمردہ نہ ہوں گے اور ہم زندہ جاوید ہیں کبھی ہمیں موت نہ آئے گی جب وہ درخت ان کی آواز سنے گا تو وہ بھی گنگنانے لگے گا اس کے جواب میں وہ حوریں بھی گنگنائیں گی اس وقت یہ معلوم نہ ہو سکے گا کہ حوروں کی آواز زیادہ اچھی ہے یا اس درخت کی۔

ایک اور روایت ابن وہب نے خالد بن یزید سے نقل کی ہے کہ حورعین اپنے شوہروں کے سامنے گیت گاتے ہوئے کہیں گی ہم بہترین ہیں، خوبصورت

ہیں اورنو جوان باعزت بیویاں ہیں اور ہم ہمیشہ رہنے والی ہیں کبھی ہمیں موت نہ آئے گی اور ہم نرم وگداز ہیں کبھی ہم پژمردہ نہ ہوں گی ہم راضی وخوش ہیں کبھی ہم ناراض نہ ہوں گی اور ہم یہاں قیام کرنے والی ہیں کبھی ہم کوچ نہ کریں گی ان میں سے ہر ایک کے سینہ پر لکھا ہوگا تم میرے محبوب ہو اور میں تمہاری محبوب میری جان تم پر فدا ہے، تمہاری طرح تو میری آنکھوں نے کسی کو نہ پایا۔

****

جنت میں اس سے اعلیٰ درجہ کا سماع بھی ہوگا

ابن ابی الدنیا نے اوزاعی کا قول نقل کیا ہے فرماتے ہیں مجھ کو یہ خبر پہونچی ہے کہ اللہ کی مخلوق میں کوئی حضرت اسرافیلؑ سے زیادہ حسین آواز والا نہیں ہے، اللہ تعالیٰ ان کو حکم دے گا وہ سماع شروع کر دیں گے ان کی آواز کی وجہ سے آسمان کے تمام فرشتے اپنی نماز توڑ دیں گے یہ کیفیت اسی طرح اس وقت تک قائم رہے گی جب تک اللہ چاہے گا پھر اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا میری عزت وجلال کی قسم! اگر بندوں کو میری عظمت کا اندازہ ہو جائے تو وہ میرے علاوہ کسی اور کی عبادت نہ کریں۔

ایک اور روایت انہوں نے مالک بن انس سے نقل کی ہے کہ محمد بن المنکدر فرمایا کرتے تھے جب قیامت کا دن ہوگیا تو ایک منادی کرنے والا منادی کرے گا کہاں ہیں وہ لوگ جو خود کو اور اپنے کانوں کو لہو ولعب کی مجلسوں اور شیطانی گیتوں سے دور رکھتے تھے؟ ان کو مشک کے باغات میں ٹھہراؤ پھر اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائے گا ان کو میری بزرگی اور تحمید کے گیت سناؤ۔

ایک روایت جعفر بن سلیمان سے نقل کی ہے کہ مالک بن دینار ارشاد ربانی "وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَآبٍ "(۱) (اور ہمارے یہاں ان کے (حضرت داؤد) کے لئے خاص قرب اور نیک انجامی ہے) کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک اونچا منبر جنت میں نصب کیا

---

(۱) صٓ :۲۵

جائے گا پھر پکارا جائے گا اے داؤد! میری بزرگی اسی حسین آواز میں بیان کرو جس میں تم دنیا کے اندر رہتے ہوئے میری بزرگی بیان کرتے تھے فرماتے ہیں کہ حضرت داؤد کی آواز جنت کی دیگر نعمتوں سے آگے بڑھ جائے گی۔

اور حماد بن سلمہ نے بالسند شہر بن حوشب کا قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) فرشتوں سے کہے گا میرے بندے دنیا میں اچھی آواز پسند کرتے تھے لیکن میری وجہ سے اس کو چھوڑ دیتے تھے تو تم میرے بندوں کو اچھی آواز سناؤ چنانچہ وہ تہلیل و تکبیر اور تسبیح و تحمید کے گیت ایسی آواز میں سنائیں گے جیسی انہوں نے کبھی نہ سنی ہوگی۔

ان تمام چیزوں کے علاوہ اہل جنت کو ایک ایسی آواز سننے کو ملے گی جس کے سامنے تمام سُر اور گیت پھیکے پڑ جائیں گے۔ یہ آواز اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے کلام کی ہوگی قیامت میں اللہ تعالیٰ اہل جنت کو اپنے دیدار سے مشرف کرے گا ان کو سلام کرے گا اور ان کو اپنا کلام سنائے گا وہ اتنا حسین اور جاذب قلب وجگر ہوگا کہ انہوں نے اس جیسا کلام کبھی نہ سنا ہوگا، آئندہ صفحات میں ان شاء اللہ ہم دیدارِ الٰہی سے متعلق صحیح اور حسن درجہ کی احادیث پیش کریں گے۔

عبداللہ بن بریدۃ کا قول نقل کیا جاتا ہے کہ اہلِ جنت روزانہ دومرتبہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو قرآن پڑھ کر سنائے گا ان میں سے ہر ایک اپنی حیثیت کے مطابق موتی، یاقوت، زبرجد اور سونے چاندی کے منبروں پر اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھے ہوں گے کلام الٰہی کو سن کر ان کی آنکھیں ایسی ٹھنڈی ہوں گی کہ کسی اور چیز سے نہ ہوئی ہوں گی پھر نہایت اطمینان وسکون محسوس کرتے ہوئے اپنے اپنے ٹھکانوں پر چلے جائیں گے۔

اہلِ جنت کی سواریاں

امام ترمذیؒ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت بریدہؓ سے نقل کیا ہے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا جنت میں گھوڑے بھی ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ تمکو جنت میں داخل کرے گا تو کیا تمہارے اندر اس کی خواہش نہ ہوگی کہ تم کو سرخ یاقوت کے گھوڑے پر سوار کیا جائے جو تم کو جنت میں جہاں تم چاہو وہاں اڑا لئے پھرے؟ ایک دوسرے شخص نے آپ ﷺ سے پوچھا اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا جنت میں اونٹ ہوں گے؟ آپ ﷺ نے اس کو وہ جواب نہیں دیا جو پہلے شخص کو دیا تھا بلکہ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ تم کو جنت میں داخل کرے گا تو تم کو جنت میں وہ تمام چیزیں ملیں گی جو تم چاہو گے اور جس سے تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی (۱)

اور ابوالشیخ نے بالسند حضرت جابر بن عبداللہ کی روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب اہل جنت جنت میں داخل ہو جائیں گے تو ان کو سرخ یاقوت کے گھوڑے ملیں گے ان کے پر بھی ہوں گے وہ لید و گوبر اور پیشاب وغیرہ سے پاک ہوں گے وہ ان کی سواری کریں گے اور وہ ان کو جنت میں اڑے لئے پھریں گے، اتنے میں اللہ تعالیٰ کا جلوہ ان کو نظر آئے گا وہ اس کو دیکھ کر سجدے میں گر پڑیں گے تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا اپنے سروں کو اٹھاؤ کیوں کہ یہ دار العمل نہیں بلکہ دار الجزاء اور انعام و اکرام کا دن ہے وہ اپنا سر

---

(۱) ترمذی کتاب صفة الجنة .

اٹھائیں گے اللہ تعالیٰ ان پر خوشبو کی بارش کریگا پھر ان کا گذر مشک کے ٹیلوں سے ہوگا تو اللہ تعالیٰ ان ٹیلوں پر ایک ہوا بھیجے گا وہ ان پر گرد و غبار کو اڑا دے گی جس سے وہ اپنے گھر اس حال میں لوٹیں گے کہ وہ مشک کے گرد و غبار سے اٹے ہوں گے۔

اور عبداللہ بن مبارکؒ نے ''زوائد الزھد'' میں بالسند حضرت عبداللہ بن عمرو کا قول نقل کیا ہے فرماتے ہیں کہ جنت میں عالی النسب گھوڑے اور عمدہ قسم کے اونٹ ہوں گے جن پر اہل جنت سواری کریں گے۔

***

جنتیوں کی ایک دوسرے سے ملاقات

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَّتَسَآءَ لُوْنَ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ اِنِّیْ كَانَ لِیْ قَرِيْنٌ يَّقُوْلُ أَئِنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِيْنَ أَئِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّ عِظَامًا أَئِنَّا لَمَدِيْنُوْنَ قَالَ هَلْ اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ فَاطَّلَعَ فَرَآهُ فِیْ سَوَآءِ الْجَحِيْمِ قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ كِدْتَّ لَتُرْدِيْنِ ، وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّیْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ،

(الصآفات: ۵۰-۵۷)

پھر (جنتی) ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر بات چیت کریں گے ان میں سے ایک کہنے والا کہے گا کہ میرا ایک ملاقاتی تھا، وہ کہا کرتا تھا کیا تو بھی (حشر کے) معتقدین میں سے ہے؟ تو کیا جب ہم مرجائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہوجائیں گے تو کیا جزا وسزا دیے جائیں گے؟ وہ (جنتی اپنے ساتھیوں سے) کہے گا کہ کیا تم (اسے) جھانک کر دیکھنا چاہتے ہو؟ سو وہ (شخص) جھانکے گا تو اسے وسط جہنم میں دیکھے گا (اور) بول اٹھے گا اللہ کی قسم! تو تو مجھ کو ہلاک ہی کر ڈالنے کو تھا اور اگر میرے پروردگار کا فضل نہ ہوتا تو میں بھی ماخوذ لوگوں میں ہوتا۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے بتادیا کہ اہل جنت ایک دوسرے سے محو گفتگو ہوں گے اور ایک دوسرے سے دنیا میں گذرے ہوئے احوال پر تبادلۂ خیال کریں گے۔ دوران گفتگو ان میں سے ایک بیان کرے گا کہ دنیا میں میرا ایک

ساتھی تھا جو حشر ونشر اور روز قیامت وغیرہ کا انکار کرتا تھا اور تعجب ظاہر کرتے ہوئے کہتا تھا کیا تم بھی اس پر یقین رکھتے ہو کہ جب ہم بوسیدہ ہڈی بن جائیں گے اور سڑ گل جائیں گے تو پھر دوبارہ زندہ کیے جائیں گے اور ہمیں اپنے اعمال کا حساب کتاب دینا پڑے گا اس کے بعد وہ مومن اپنے جنتی بھائیوں سے کہے گا کیا تم دوزخ میں اس کے ٹھکانہ کو جاننا چاہتے ہو جنتی اس سے کہیں گے تم اس کو ہم سے زیادہ جانتے ہو تم خود جھانک کر دیکھو چنانچہ وہ دیکھے گا تو وہ اس کو جہنم کے بیچوں بیچ پائے گا، جہنم میں جلتے جلتے اس کے چہرے بشرے کی ہیئت اسقدر بدل چکی ہوگی کہ اگر اللہ تعالیٰ اس کی نشاندہی نہ کرتا کہ یہ وہی ہے تو وہ اس کو پہچان نہ پاتا اس وقت وہ بندۂ مومن کہے گا واقعی تو تو مجھ کو بھی ہلاک کر دیتا اور اگر اللہ کا مجھ پر احسان وکرم نہ ہوتا تو تیرے ساتھ میں بھی عذاب الٰہی میں مبتلا ہوتا۔

علامہ طبرانیؒ نے بالسند ابوامامہ سے نقل کیا ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کیا اہل جنت ایک دوسرے کی زیارت کریں گے آپ ﷺ نے فرمایا اعلیٰ درجہ کے جنتی نیچے درجہ والے جنتیوں سے ملاقات کریں گے۔ اور نچلے درجے والے اعلی درجے والوں سے ملاقات کرنے نہ جائیں گے ہاں وہ لوگ جو اللہ واسطے محبت کرنے والے ہیں وہ جہاں چاہیں گے اونٹنیوں پر چلے جائیں گے ان کے نیچے گدیلے تو شک (روئیں دار گدّے) ہوں گے۔

علامہ بزارؒ نے کتاب الایمان میں نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حارثہؓ سے پوچھا تم نے کس حالت میں صبح کی؟ حضرت حارثہ نے فرمایا میں نے حقیقی طور پر ایمان کی حالت میں صبح کی آپ ﷺ نے فرمایا: ہر حق کی ایک حقیقت ہوتی ہے تمہارے ایمان کی کیا حقیقت ہے؟ انہوں نے فرمایا میں نے اپنے نفس کو دنیا سے الگ رکھا، راتوں کو جاگا، دن میں پیاسا رہا اور میری یہ

کیفیت ہوگئی گویا میں اپنے رب کے عرش کو نمایاں طور پر دیکھ رہا ہوں اور اہل جنت کو ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہوئے اور اہلِ دوزخ کو سزا پاتے ہوئے مشاہدہ کر رہا ہوں آپ ﷺ نے فرمایا: وہ (حضرت حارثہؓ) ایسے بندے ہیں جن کے دل کو اللہ نے منور کر دیا ہے۔

ابن ابی الدنیا نے بالسند حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب اہلِ جنت جنت میں داخل ہو جائیں گے اور انہیں ایک دوسرے سے ملاقات کرنے کی خواہش پیدا ہوگی تو ان کا تخت ایک دوسرے کے پاس چلا آئے گا اور وہ ایک دوسرے کے قریب ہو جائیں گے۔ ان میں سے ایک ساتھی دوسرے سے کہے گا کیا تمہیں معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری مغفرت کب فرمائی تھی تو اس کا ساتھی کہے گا جس دن ہم فلاں فلاں جگہ تھے تو ہم نے اللہ سے دعا کی تو اللہ نے ہماری مغفرت فرما دی۔

ایک دوسری روایت انہوں نے شفی بن ماتع کی نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اہل جنت کو جو بہت سی نعمتیں ملیں گی ان میں ایک نعمت یہ بھی ہوگی کہ وہ عالی نسب سواریوں پر ایک دوسرے سے ملاقات کریں گے اور جنت میں ان کے پاس زین کسے منہ میں لگام ڈالے ہوئے گھوڑے لائے جائیں گے وہ گوبر اور لید نہ کرتے ہوں گے وہ اس پر سوار ہو کر جہاں چاہیں گے چلے جائیں گے ان کے اوپر بادل جیسی کوئی چیز سایہ فگن ہو جائے گی اس میں ایسی ایسی نعمتیں ہوں گی جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہوگا نہ کسی کان نے سنا ہوگا وہ کہیں گے ارے بادل! ہمارے اوپر بارش کرو تو اس سے برابر بارش ہوتی رہے گی یہاں تک کہ ان کی تمام آرزوئیں اور امیدیں پوری ہو جائیں گی پھر اللہ تعالیٰ ایک غیر ضرر رساں ہوا کو بھیجے گا تو وہ ان کے دائیں اور بائیں مشک کے ٹیلوں سے گرد و غبار اڑائے گی اس

سے ان کے گھوڑوں کی پیشانیوں، ہاتھ پیروں اور سروں میں مشک بھر جائے گی ہر جنتی کے بال اس کی خواہش وتمنا کے مطابق کانوں تک ہوں گے وہ مشک ان کے بالوں میں گھوڑوں میں اور کپڑے وغیرہ سب میں بھر جائے گی پھر وہ آگے چلیں گے راستہ میں ایک عورت پکارے گی ارے اللہ کے بندے! کیا تمہیں ہماری ضرورت نہیں ہے؟ جنتی کہے گا تو کون ہے؟ وہ کہے گی میں تمہاری بیوی اور تمہاری محبوبہ ہوں وہ کہے گا میں تمہارے بارے میں نہ جانتا تھا وہ عورت کہے گی کیا تمہیں نہیں معلوم اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا "کوئی نفس نہیں جانتا کہ ان (اہل جنت) کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک کا کیا کیا سامان چھپا کر رکھا گیا ہے ان اعمال کے بدلہ کے طور پر جو وہ کرتے تھے" وہ کہے گا کیوں نہیں میرے رب کی قسم! اس کے بعد وہ اس میں چالیس سال تک مشغول رہے گا اور اس وقت تک ادھر ادھر متوجہ نہ ہوگا جب تک کہ دوسری نعمتیں اس کو حاصل نہ ہو جائیں۔

ابن ابی الدنیا نے بالسند حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت نقل کی ہے وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے حضرت جبرئیلؑ سے ارشاد باری تعالیٰ "وَ نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِی الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰہُ" (۱) (اور صور پھونکی جائے گی تو آسمان اور زمین والے سب بیہوش ہو جائیں گے سوائے اس کے جسے اللہ چاہے) کے متعلق معلوم کیا تو حضرت جبرئیلؑ نے فرمایا: اس سے مراد وہ شہداء ہیں جن کو اللہ تبارک وتعالیٰ اس حال میں قبروں سے اٹھائے گا کہ وہ عرشِ الٰہی کے اردگرد اپنے جسموں سے تلوار لٹکائے ہوں گے۔ ان کے پاس محشر سے کچھ یاقوت سے بنی عمدہ قسم کی سواریاں لائی جائیں گی جن کی لگام سفید موتی کی ہوں گی اور ان پر سونے کے کجاوے

(۱) الزمر: ۶۸

ہوں گے اوران کے گدے ریشم سے زیادہ نرم ان کے ایک قدم کی مسافت تاحدنگاہ ہوگی اس کے علاوہ وہ لوگ جنت میں گھوڑوں کی سواری بھی کریں گے جب وہ کافی تفریح کر چکے ہوں گے تو کہیں گے چلو ذرا دیکھیں اللہ تعالیٰ کس طرح اپنی مخلوق کے درمیان فیصلہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی اس بات پر ہنسے گا اور جب اللہ تعالیٰ کسی جگہ کسی بندے کی بات پر ہنس دے تو اس پر کوئی حساب وکتاب نہ ہوگا۔

ابن ابی الدنیا نے بالسند حضرت علیؓ کی روایت نقل کی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جنت میں ایک درخت ایسا ہے جس کے بالائی حصہ سے عمدہ قسم کے لباس نکلتے ہیں اورزیریں حصہ سے سونے کے گھوڑے، اوران کی زین ولگام موتی ویاقوت کی ہوتی ہے وہ لید وگوبر نہیں کرتے نہ ہی پیشاب کرتے ہیں، وہ گھوڑے پروالے ہوتے ہیں ان کے ایک قدم کی مسافت تاحدنگاہ ہوتی ہے اہل جنت ان پر سوار ہوکر جہاں چاہیں گے اڑتے پھریں گے ان سے نیچے درجہ کے لوگ اللہ سے عرض کریں گے باری تعالیٰ! تیرے یہ بندے کن اعمال کی بنیاد پر عزت واکرام کے اس مقام پر پہونچے ہیں، اللہ تعالیٰ فرمائے گا یہ لوگ رات کو نماز پڑھتے تھے جبکہ تم سوئے رہتے تھے، اور روزہ رکھتے تھے جبکہ تم کھاتے پیتے تھے اور خرچ کرتے تھے جبکہ تم بخل میں مبتلا تھے اور راہ خدا میں قتال کرتے تھے جبکہ تم بزدلی دکھاتے تھے۔

جنت کے بازار

امام مسلمؒ نے اپنی صحیح میں بالسند حضرت انس بن مالکؓ کی روایت نقل کی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ان فی الجنة لسوقا یاتونها	یقیناً جنت میں بازار بھی ہوں گے جہاں
کل جمعة ، فتهب ریح الشمال	(اہلِ جنت) ہر جمعہ کو آئیں گے وہاں
فتحثو فی وجوههم و ثیابهم	شمالی ہوا چلے گی اور ان کے چہروں اور
فیزدادون حسنا و جمالا،	کپڑوں میں گرد و غبار بکھیر دے گی اس
فیرجعون الی أهلیهم و قد	سے ان کے حسن و جمال میں اور اضافہ
ازدادوا حسنا و جمالا	ہو جائے گا وہ مزید حسن و جمال لئے اپنے
فیقول لهم أهلوهم والله لقد	گھر لوٹیں گے تو ان کی بیویاں کہیں گی
از ددتم بعد نا حسنا و جمالا	اللہ کی قسم! یہاں سے جانے کے بعد تو
فیقولون و انتم و الله لقد	آپ اور زیادہ حسین و جمیل ہو گئے وہ کہیں
ازددتم بعد نا حسنا و جمالا	گے خدا کی قسم! ہمارے بعد تمہارے حسن و
(صحیح مسلم ، کتاب الجنة)	جمالِ میں بھی بڑا اضافہ ہو گیا ہے۔

اور ابن ابی عاصم نے "کتاب السنة" میں بالسند حضرت سعید بن المسیبؒ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی، تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور تمہیں جنت کے بازار میں ایک جگہ اکٹھا کر دے، حضرت سعید بن المسیبؒ نے فرمایا: کیا

وہاں بازار بھی ہوں گے؟ انہوں نے فرمایا کہ بالکل، مجھے رسول اللہ ﷺ نے بتایا اہل جنت جب جنت میں داخل ہوں گے تو اپنے اپنے اعمال کی بنیاد پر (اعلیٰ و ادنیٰ جگہوں میں) قیام کریں گے پھر ان کو دنیا کے جمعہ کے دن کے برابر اجازت دی جائے گی تو وہ اللہ تعالیٰ کی زیارت کریں گے ان کے سامنے عرش الٰہی ظاہر ہو جائے گا اور جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ میں جلوہ افروز ہوگا پھر ان کے لئے نور کے، موتی کے، زبرجد کے، یاقوت کے، سونے کے اور چاندی کے منبر نصب کئے جائیں گے اور ادنیٰ درجہ کے جنتی (ان میں کوئی گھٹیا درجہ کا نہ ہوگا) مشک اور کافور کے ٹیلوں پر ہوں گے.

اور انہیں یہ احساس تک نہ ہوگا کہ کرسی والے ان سے اچھی نشست پر ہیں حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ کیا ہم اپنے ربِ ذو الجلال کو دیکھیں گے آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم آفتاب کے دیدار اور چودھویں رات کے ماہتاب کو دیکھنے میں بحث و مباحثہ کرتے ہو، ہم نے کہا نہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا اسی طرح تم اپنے رب تبارک وتعالیٰ کے دیدار میں بحث و مباحثہ نہ کرو، اور اس مجلس کے ہر شخص سے اللہ تعالیٰ بالمشافہ گفتگو فرمائے گا یہاں تک کہ فرمائے گا اے فلاں ابن فلاں! کیا تمہیں یاد ہے کہ تم نے فلاں فلاں دن فلاں فلاں کام کیا تھا؟ اللہ تعالیٰ اس کو دنیا کی بعض نافرمانیاں یاد دلائے گا وہ کہے گا کیوں نہیں، مجھے یاد ہے پھر وہ کہے گا اے میرے رب کیا تو نے مجھے معاف نہیں کر دیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کہے گا کیوں نہیں، میری مغفرت ہی کی بدولت تو تو اس مقام پر پہونچا ہے اسی طرح معاملہ چلتا رہے گا کہ اچانک ان کے اوپر ایک بدلی چھا جائے گی اور ان پر ایسی خوشبو کی بارش کر دیگی کہ انہوں نے کبھی اس طرح کی خوشبو سونگھی نہ ہوگی، پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا جو کچھ اعزاز و اکرام کی نعمتیں میں نے

تمہارے لئے تیار کر رکھی ہیں ان میں چلے جاؤ اور جتنا چاہو ان سے فائدہ اٹھاؤ۔
فرماتے ہیں کہ وہ لوگ ایک ایسے بازار میں جائیں گے جس کو فرشتوں نے گھیر رکھا ہوگا، اس میں ایسی ایسی چیزیں ہوں گی جس طرح کی چیزیں نہ آنکھوں نے دیکھی ہوں گی نہ کانوں نے سنی ہوں گی اور جن کا وہم وخیال بھی دل میں نہ آیا ہوگا، آپ ﷺ نے فرمایا اس بازار میں ہم کو وہ سب ملے گا جو ہم چاہیں گے اس میں کوئی چیز نہ بیچی جائے گی نہ خریدی جائے گی اور اس بازار میں اہل جنت ایک دوسرے سے ملاقات کریں گے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہاں ایک اعلیٰ شاندار لباس پہنے ایک جنتی دوسرے ادنیٰ درجہ کے جنتی سے ملے گا، تو اس کو اس کا لباس اور چمک دمک اچھی لگے گی ابھی اس کی گفتگو ختم بھی نہ ہوگی کہ اس کے جسم پر اس سے اچھا لباس آجائے گا کیوں کہ جنت ایسی جگہ ہے جہاں کسی کے لئے غم نام کی کوئی چیز نہ ہوگی فرماتے ہیں کہ پھر ہم اپنے اپنے گھروں کو لوٹ جائیں گے تو ہم سے ہماری بیویاں ملیں گی اور کہیں گی، آیئے ہمارے محبوب! خوش آمدید تم تو اس حالت میں آئے ہو کہ تمہارا حسن و جمال اس سے کہیں زیادہ ہے جتنا ہم سے رخصت ہوتے وقت تھا وہ کہیں گے آج ہم اللہ تبارک وتعالیٰ کی مجلس میں بیٹھے تھے اس کا حق تو یہی تھا کہ ہم اس کیفیت کے ساتھ لوٹتے۔

اور امام ترمذیؒ نے بالسند حضرت علی بن ابی طالبؓ کی روایت نقل کی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جنت میں ایک بازار ایسا ہوگا جس میں خرید وفروخت نہ ہوگی اس میں صرف مردوں اور عورتوں کی تصویر ہوگی جب آدمی کسی تصویر کو پسند کرے گا تو اس میں داخل ہو جائے گا۔

***

جنت میں دیدارِ الٰہی

حضرت امام شافعیؒ نے اپنی مسند میں بالسند حضرت انس بن مالکؓ سے نقل کیا فرماتے ہیں کہ حضرت جبرئیلؑ حضورﷺ کے پاس ایک ایسا آئینہ لے کر آئے جس میں ایک داغ تھا نبی کریمﷺ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ حضرت جبرئیلؑ نے عرض کیا یہ جمعہ کا دن ہے، اس دن کی وجہ سے آپ کو اور آپ کی امت کو دوسروں پر فضیلت دی گئی ہے تمام قومیں (خصوصاً) یہود و نصاریٰ اس سلسلہ میں تمہارے تابع ہیں، تمہارے لئے اس دن میں کافی بھلائیاں ہیں، اور اس میں ایک ساعت ایسی ہے کہ اگر کوئی مومن بندہ اس کو پالے اور کسی قسم کی بھی خیر کی دعا کرے تو وہ ضرور قبول ہوتی ہے اور یہ دن ہمارے یہاں ''یوم المزید'' (مزید انعام کا دن) کہلاتا ہے نبی کریمﷺ نے دریافت کیا یوم المزید کا کیا مطلب؟ انہوں نے عرض کیا آپ کے رب نے جنت الفردوس میں ایک وسیع و عریض وادی بنائی ہے جس میں مشک کے ٹیلے ہیں جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو اللہ تبارک و تعالیٰ جتنی تعداد میں چاہتا ہے اپنے فرشتوں کو اتارتا ہے اور اس کے ارد گرد نور کے منبر ہوتے ہیں، ان پر انبیاء کی نشستیں ہوتی ہیں اور ان منبروں کے ارد گرد سونے کے منبر ہوتے ہیں جن میں یاقوت و زبرجد جڑے ہوتے ہیں ان پر شہداء اور صدیقین ہوتے ہیں، وہ ان کے پیچھے ان ٹیلوں پر بیٹھ جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (سنو!) میں تمہارا رب ہوں میں نے تم سے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا ہے تم مجھ سے مانگو میں تم کو دوں گا۔ وہ عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب! ہم تجھ سے

تیری خوشنودی چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں تم سے راضی ہو گیا اور تمہارے لئے میرے ذمہ وہ تمام چیزیں ہیں جن کی تم تمنا کرو اور میرے پاس مزید انعام بھی ہے چنانچہ وہ لوگ جمعہ کا دن بہت پسند کرتے ہیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ اس دن ان کو بہت سی خیر کی چیزیں عطا فرماتا ہے اور یہی وہ دن ہے جس میں تمہارا رب عرش پر مستوی ہوا اور اسی دن حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور اسی دن قیامت بپا ہوگی (۱)

اور ابو نعیم نے بالسند حضرت ابو برزہ اسلمیؓ سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ اہل جنت صبح ایک لباس میں جائیں گے اور شام کو دوسرے لباس میں واپس لوٹیں گے، جس طرح تم لوگ دنیا کے بادشاہوں میں سے کسی بادشاہ کے پاس آتے جاتے ہو اسی طرح اہل جنت بھی اپنے رب کی زیارت کے لئے صبح و شام آتے جاتے رہیں گے اور ان کے لئے مختلف اوقات و نشانات ہوں گے جن کے ذریعہ وہ اپنے رب سے ملاقات کرنے کے اوقات کو جان لیں گے۔

حضرت ابو نعیمؒ نے ہی ایک اور روایت ابو اسحاق عن الحارث عن علی کی سند سے نقل کی ہے فرماتے ہیں کہ جب اہل جنت جنت میں قیام پذیر ہو جائیں گے تو ان کے پاس ایک فرشتہ آئے گا اور کہے گا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ آپ لوگ اللہ تعالیٰ کی زیارت کو چلیں وہ سب اکٹھا ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ حضرت داود علیہ السلام کو حکم دیں گے، وہ بلند آواز سے تسبیح وتہلیل کریں گے پھر ''مائدۃ الخلد'' (ہیشگی کا دستر خواں) کو بچھایا جائے گا، صحابہؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ! مائدۃ الخلد کیا ہے؟ آپ نے فرمایا وہ اتنا وسیع ہوگا کہ اس کے ایک کونہ کی مسافت مشرق و مغرب کے درمیان کی مسافت سے زیادہ ہوگی، جنتی کھائیں پئیں گے پھر ان کو (عمدہ قسم

---

(۱) مسند امام شافعیؒ

کے) کپڑے پہنائے جائیں گے وہ عرض کریں گے اب تو صرف دیدار الٰہی سے فیضیاب ہونا رہ گیا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کو اپنا جلوہ دکھائے گا وہ سجدہ میں گر پڑیں گے تو ان سے کہا جائے گا تم دارالعمل میں نہیں بلکہ دارالجزاء میں ہو۔

ایک روایت ابونعیم نے بالسند محمد بن علی کی مرفوعاً نقل کی ہے لیکن اس کو مرفوعاً ذکر کرنا صحیح نہیں ہے کیوں کہ اس کی سند میں بعض ضعیف راوی ہیں، زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ محمد بن علی بن حسینؓ بن علیؓ بن ابی طالبؓ کا کلام ہے نہ کہ کلام نبویؐ، متن روایت کا ترجمہ یہ ہے ''کہ جنت میں ایک درخت ہے جس کا نام طوبیٰ ہے اگر تیز رفتار گھوڑے کو اس کے سایہ میں چلنے کے لئے کہا جائے تو وہ سو سال چل سکتا ہے، اس کے پتے سبز چادروں کے ہوں گے اور اس کے پھول زرد کپڑوں کے ہوں گے، اس کے خوشے سندس (باریک ریشم) اور استبرق (دبیز ریشم) کے ہوں گے، اس کے پھل بڑے بڑے مٹکے کے برابر ہوں گے اور اس کا گوند سونٹھ اور شہد کا ہوگا، اس کی زمین سرخ یاقوت اور سبز زمرد کی ہوگی اور اس کی مٹی مشک کی ہوگی، اس کی گھاس پونس زعفران کی ہوگی، اس کی جڑ سے سلسبیل (جنت کے ایک چشمہ کا نام) معین (جاری پانی) اور شراب کی نہریں بہتی ہوں گی اور اس کا سایہ اہل جنت کی نشستوں میں سے ایک نشست پر ہوگا۔ وہ ایک جگہ بیٹھ کر وہاں گفتگو کریں گے ابھی وہ اس کے سایہ میں گفتگو ہی کر رہے ہوں گے کہ ان کے پاس فرشتے کچھ شریف النسب اونٹ ہنکاتے ہوئے لائیں گے، ان کی تخلیق یاقوت سے ہوئی ہوگی پھر ان میں روح ڈالی گئی ہوگی ان کی لگام سونے کی زنجیروں کی ہوگی، ان کے چہرے چراغ کی طرح چمک رہے ہوں گے ان کے بال سرخ ریشم اور نرم اون سے ملے جلے ہوں گے ان کی نظیر کبھی دیکھنے میں نہ آئی ہوگی ان پر ایسے کجاوے ہوں گے جن کی تختیاں موتی و یاقوت کی ہوں گی

اور ان میں لؤلؤ ومرجان کے نگ ٹکے ہوں گے اس کی زین کے گدے سرخ سونے کے ہوں گے جن پر سرخ رنگ کے نفیس غلاف ہوں گے۔ فرشتے ان اونٹوں کو جنتیوں کے سامنے کھڑا کر دیں گے پھران سے کہیں گے تمہارا رب تم کو سلام کہتا ہے اور تم کو اپنی زیارت کرنے کا حکم دیتا ہے تا کہ تم اس کا دیدار کر سکو اور وہ تمہارا دیدار کر سکے تم اس کو سلام کرو وہ تم کو سلام کرے وہ تم سے ہمکلام ہو تم اس سے ہمکلام ہو اور وہ تم کو اپنے بے پایاں فضل وکرم اور وسعت ورحمت سے نوازے بے شک اللہ تعالیٰ بڑے فضل وکرم اور رحم والا ہے، یہ سن کر ان میں سے ہر شخص اپنی سواری پر بیٹھ جائے گا پھر وہ سب ایک متوازن صف ہو کر چلیں گے۔

ان کا گذر جب جنت کے کسی درخت سے ہوگا تو وہ اس کے پھل سے لطف اندوز ہوں گے اور وہ ان کے راستہ سے ہٹ جائے گا تا کہ ان کی صف میں دراڑ نہ پڑ جائے اور کسی شخص اور اس کے رفیق کے درمیان تفریق نہ ہو، جب وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے یہاں حاضر ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے سامنے اپنا چہرۂ مبارک کھولے گا اور اپنی عظمت وجلال کے ساتھ تجلی فرمائے گا وہ کہیں گے اے ہمارے رب! آپ باعث سلامت ہیں اور آپ کی طرف سے سلامتی ہے، جلال واکرام کا حق آپ ہی کو پہونچتا ہے ان سے ان کا رب کہے گا میں باعث سلامتی ہوں، میری طرف سے سلامتی ہے اور مجھ ہی کو جلال واکرام کا حق پہونچتا ہے، خوش آمدید ہو میرے ان بندوں کو جنہوں نے میری وصیت کا خیال کیا اور میرے وعدوں کا لحاظ رکھا اور بن دیکھے مجھ سے ڈرے اور وہ مجھ سے ہر حال میں ڈرنے والے تھے، وہ کہیں گے تیری عزت وجلال اور بلندی کی قسم! ہم نے تیری قدر نہیں کی جیسی کرنی چاہئے تھی اور ہم نے تیرا پورا حق ادا نہیں کیا لہٰذا ہمیں سجدہ کرنے کی اجازت دیجئے اللہ تعالیٰ ان سے کہے گا میں نے تم سے عبادت کی

مشقت کو دور کر دیا اور تمہارے لئے تمہارے بدن کو آرام پہونچایا کیوں کہ تم نے ایک لمبے زمانہ تک میرے لئے اپنے بدن کو تھکایا اور میرے لئے چہروں کو پژمردہ کیا اب تم میری رحمت و کرامت کے سپرد ہو گئے تو جو چاہے مجھ سے سوال کرو اور جتنی چاہے تمنا کرو میں تمہاری آرزوؤں کو پورا کروں گا کیوں کہ آج میں نے تمہیں تمہارے اعمال کے اعتبار سے بدلہ نہیں دیا بلکہ اپنی رحمت وشفقت، جود وسخا، اپنی قدرت وطاقت، اور اپنی رفعت وعظمت کے اعتبار سے بدلہ دیا ہے تو وہ برابر تمنا کرتے رہیں گے اور ان کو داد و دہش سے نوازا جاتا رہے گا یہاں تک کہ سب سے کم تمنا کرنے والا کائنات کی تمام چیزوں کے بقدر تمنا کرے گا، تخلیق سے لیکر فنا تک دنیا میں جتنی کائنات تھی وہ اس کے بقدر تمنا کرے گا ان کا رب ان سے کہے گا تم نے اپنی آرزوئیں کم کر دی تھیں اور تم اپنے استحقاق سے کم پر راضی ہو گئے تھے تو میں نے واجب کر دیا تمہارے لئے جو تم نے سوال کیا اور جس کی تم نے تمنا کی اور تم سے تمہاری ذریت کو ملا دیا اور مزید وہ چیز عطا کی جس کی تم آرزو نہ کر سکے تھے۔

***

جنت میں بادل اور بارش

اس سے قبل ایک حدیث گذر چکی ہے جس میں ذکر تھا کہ جس دن جنتی اللہ تعالیٰ کی زیارت کریں گے تو ان کے اوپر ایک بادل چھا جائے گا جو ان پر خوشبو کی بارش کرے گا وہ ایسی خوشبو ہوگی کہ اس کے مثل انہوں نے کبھی نہ پائی ہوگی .

اور بقیہ بن الولید نے بالسند حضرت کثیر بن مرّہ کی روایت نقل کی ہے فرماتے ہیں کہ اللہ نے جنتیوں سے جس ''مزید'' کا وعدہ فرمایا ہے اس میں سے یہ بھی ہے کہ بادل اہل جنت کے پاس سے گذرے گا اور کہے گا تم کس چیز کی بارش کروانا چاہتے ہو؟ پھر وہ جس چیز کی بھی تمنا کریں گے بادل اسی کی بارش کردے گا۔

اور حضرت عبد اللہ بن المبارک بالسند حضرت شفی بن ماتع الاصبحی سے روایت کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اہلِ جنت کی نعمتوں میں سے ایک نعمت یہ بھی ہے کہ وہ عالی النسب اور تیز رفتار سواریوں پر ایک دوسرے کی زیارت کریں گے اور ان کے پاس لگام زدہ گھوڑے لائے جائیں گے جو نہ لید کریں گے نہ پیشاب وہ ان پر سوار ہو کر جہاں چاہیں گے چلے جائیں گے اور جنت میں ان کے پاس بادل جیسی چیز آئے گی اس کے اندر ایسی چیزیں پوشیدہ ہوں گی جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہوگا نہ کسی کان نے سنا ہوگا جنتی کہیں گے ہم پر برسو! اس سے بارش ہونا شروع ہوگی یہاں تک کہ ان کی امیدوں سے بڑھ کر بارش ہوگی پھر اللہ تعالیٰ ایک ہوا کو بھیجے گا جو تکلیف دہ نہیں ہوگی وہ مشک کے ٹیلوں کو ان کے دائیں اور بائیں اڑائے گی، وہ اس مشک کو اپنے گھوڑوں کی

پیشانیوں، مانگوں اور خود اپنے سروں میں لگائیں گے ان کے بال ان کی پسند کے مطابق کان کی لو سے نیچے تک ہوں گے وہ مشک ان بالوں میں، گھوڑوں میں اور تمام کپڑے وغیرہ میں چپک جائے گی پھر وہ جہاں چاہیں گے چلے جائیں گے اتنے میں ایک عورت ان میں سے کسی کو پکار کر کہے گی، ارے اللہ کے بندے! کیا تجھے ہماری حاجت نہیں ہے؟ وہ کہے گا تو کیا چیز ہے اور کون ہے؟ وہ کہے گی میں تمہارا جوڑا اور تمہاری محبوبہ ہوں وہ کہے گا مجھے تیری اہمیت کا پتہ نہیں تھا وہ عورت کہے گی کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا ''فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَآءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ '' (کوئی شخص نہیں جانتا کہ ان کے (اہل جنت کے) لئے آنکھوں کی ٹھنڈک کے کیا کیا سامان چھپا کر رکھے گئے ہیں ان اعمال کے بدلہ میں جو وہ کرتے تھے) وہ کہے گا کیوں نہیں میرے رب کی قسم! (میں جانتا ہوں) اس کے بعد وہ چالیس سال تک اس سے غافل ہو جائے گا وہ صرف اس لئے غافل ہوگا کہ وہ بڑے عیش وآرام میں ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے جس طرح دنیا میں بادل اور بارش کو اپنی رحمت اور دنیاوی زندگی کا سبب بنایا ہے اسی طرح قیامت کے دن اس کے ذریعہ مردوں کو قبروں سے نکالا جائے گا چنانچہ چالیس دن تک مسلسل زمین پر بارش ہوگی تو لوگ زمین کے اندر سے اس طرح اگیں گے جس طرح کھیتی اگتی ہے اور اللہ تعالیٰ جس طرح اہل جنت کے لئے ایسا بادل پیدا فرمائے گا جو ان پر خوشبو وغیرہ کی بارش کرے گا اسی طرح اہل دوزخ کے لئے ایسا بادل پیدا کرے گا جو ان پر عذاب کی بارش کرے گا، دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ نے قوم ہودؑ اور قوم شعیبؑ کی ہلاکت کے لئے بادل بھیجے تھے خلاصہ یہ کہ بادل اور بارش دنیا و آخرت دونوں میں اللہ کی رحمت اور نقمت (انتقام وسزا) دونوں کا مظہر ہیں۔

جنت کی بادشاہت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ اِذَا رَأَیْتَ ثَمَّ رَأَیْتَ نَعِیْمًا وَّ مُلْکًا کَبِیْرًا۔ اور آپ جب وہاں دیکھیں تو نعمت اور بڑی سلطنت دیکھیں گے۔
(سورۃ الانسان :۲۰)

ابن ابی نجیح مجاہدؒ سے نقل کرتے ہیں فرمایا ''ملکاً کبیراً'' سے مراد ''مُلْکًا عَظِیْمًا'' ہے یعنی عظیم سلطنت اور فرمایا فرشتے ان کے پاس جب داخل ہوں گے تو اجازت لیکر داخل ہوں گے، حضرت کعبؓ سے بھی اسی طرح کی تفسیر منقول ہے، بعض نے کہا جب خدمت گذار داخل ہوں گے تو اجازت لیکر داخل ہوں گے اور حکم ابن ابان عکرمہ سے اور عکرمہ حضرت ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے جنت کی سواریوں کا ذکر فرمایا پھر یہ آیت تلاوت کی ''وَ اِذَا رَأَیْتَ ثَمَّ رَأَیْتَ نَعِیْمًا وَّ مُلْکًا کَبِیْرًا''

اور ابن ابی الحواری اس کی تفسیر میں حضرت ابوسلیمانؒ کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ اللہ رب العزت کا قاصد جنتی کے پاس تحفے تحائف لیکر آئے گا تو وہ براہ راست اس کے پاس نہیں پہونچ سکے گا بلکہ دربان سے کہے گا کہ میرے لئے اللہ کے ولی کے پاس جانے کی اجازت طلب کرو کیوں کہ میں بغیر اجازت ان کے پاس نہیں جاسکتا، وہ دربان دوسرے دربان کو بتائے گا دوسرا تیسرے کو اس طرح اجازت ملنے کے بعد وہ اس کے پاس پہنچ سکے گا، اس کے برخلاف جنتی کے گھر سے دارالسلام

تک ایک دروازہ ہوگا جس کے ذریعہ وہ اللہ تعالیٰ کے پاس بلا اجازت جب چاہے گا چلا جائے گا۔

اور ابن ابی الدنیا نے بالسند حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ "اہل جنت میں سب سے کم درجہ والے جنتی کے پاس دس ہزار خادم خدمت کے لئے تیار کھڑے رہیں گے"۔

اور حضرت ابوخیثمہ نے بالسند حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "سب سے ادنی درجہ کے جنتی کے پاس اسّی ہزار خادم اور بہتّر حور ہوں گی اور اس کے لئے موتیوں، زبرجد اور یاقوتوں کا خیمہ بنایا جائے گا وہ اتنا بڑا ہوگا جتنی جابیہ اور صنعا کے درمیان کی مسافت ہے۔

اور صحیح مسلم میں حضرت مغیرہ بن شعبہ کی روایت ہے وہ آپ ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

سأل موسىٰ ربه ما أدنى أهل الجنة منزلة قال هو رجل يجيئى بعد ما أدخل أهل الجنة الجنة فيقال له ادخل الجنة فيقول : اى رب! كيف و قد نزل الناس منازلهم و اخذوا اخذاتهم فيقال له أترضى ان يكون لك مثل ملك من ملوك الدنيا فيقول رضيت ربى، فيقول	موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے سوال کیا کہ جنتیوں میں سب سے کم درجہ والا کون ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب سارے جنتی جنت میں داخل ہو جائیں گے تو ایک شخص آئے گا اس سے کہا جائے گا جنت میں داخل ہو جاؤ، وہ کہے گا اے میرے رب میں جنت میں کیسے جاؤں جب کہ سب لوگ اپنے اپنے ٹھکانوں پر پہونچ گئے اور انہوں نے اپنی اپنی جگہیں لے لیں اس سے کہا جائے گا

له لك ذلك و مثله و مثله و مثله و مثله و مثله فقال فی الخامسة رضيت رب ، فيقول لك هذا و عشرة أمثاله و لك ما اشتهت نفسك و لذت عينك فيقول رضيت رب

(صحیح مسلم ، کتاب الایمان)

کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تم کو دنیا کے کسی بادشاہ کی سلطنت کے برابر جگہ دی جائے وہ کہے گا اے میرے رب ! میں راضی ہوں ، اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم کو اتنا دیا جاتا ہے (اس کے علاوہ) اتنا ہی اور ، اتنا ہی اور ، اتنا ہی اور ، اتنا ہی اور ۔ (چار گنا) پانچویں مرتبہ میں وہ کہے گا میرے رب میں راضی ہوں ، اللہ تعالیٰ کہے گا ، تم کو اتنا دیا جاتا ہے اور اس کے دس گنا اور ، اور تمہارے لئے وہ سب میسر ہوگا جو تم چاہو گے اور جس سے تمہاری آنکھیں لذت اندوز ہوں گی وہ کہے گا اے میرے رب میں راضی ہوں ۔

اور مسند بزار میں حضرت ابو سعید خدریؓ کی روایت موقوفاً مذکور ہے حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں '' اللہ تعالیٰ نے جنت کو اس طرح پیدا کیا کہ اس کی ایک اینٹ سونے کی اور ایک اینٹ چاندی کی بنائی اور اس میں اپنے ہاتھ سے درخت وغیرہ لگائے اور اس سے کہا کچھ بول وہ بولی '' قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ '' (مومنین کامیاب ہوگئے) ، اس کے بعد فرشتے اس میں داخل ہوئے اور انہوں نے کہا ، تیرے لئے مبارکبادی ہو تو تو بادشاہوں کی قیام گاہ ہے ۔

جنت تصوّر سے بالاتر ہے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا وَّ مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُوْنَ فَلَاتَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ـ

(الٓمّٓ السجدة : ١٦-١٧)

ان کے پہلو خوابگاہوں سے الگ رہتے ہیں اپنے رب کو پکارتے ہوئے ڈر اور لالچ میں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں، کوئی شخص نہیں جانتا کہ ان (جنتیوں) کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک کا کیا کیا سامان چھپا کر رکھا گیا ہے بطور بدلہ کے ان (نیک) اعمال کے جو وہ کرتے تھے۔

دیکھئے اللہ تعالیٰ نے ہر عمل کا بدلہ اسی کی مناسبت سے دیا ہے، اس آیت میں اَلْجَزَاءُ مِنْ جِنْسِ الْعَمَلِ (جیسا عمل ویسا بدلہ) کے بہترین نمونے ہیں، جب باصفا مومنین نے رات میں اپنے نیک اعمال قیام وغیرہ کو چھپایا اور کسی کو اس کی خبر نہ ہونے دی تو اللہ تعالیٰ نے بھی اس کی جزاء ایسی صورت میں دی جس کی حقیقت وکنہ کا کسی کو بھی علم نہیں ہے اور جب انہوں نے خشیت وخوف الٰہی کو اپنا شعار بنایا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بالمقابل ان کے لئے جنت میں آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان پیدا فرمایا۔

صحیحین میں حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے

ارشاد فرمایا:

قال الله عزّوجلّ أعددت لعبادی الصالحین مالا عین رأت ، ولا أذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر ، و مصداق ذلك فی کتاب الله عزوجل "فلا تعلم نفس ما اخفی لهم من قرة اعین جزاء بما کانوا یعملون"	اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے ایسی چیزیں تیار کر رکھی ہیں جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے نہ ان کا خیال کسی فرد بشر کے دل میں گذرا ہے اس کی تصدیق اللہ تعالیٰ کے اس قول سے بھی ہوتی ہے ''فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ''(۱)
(بخاری کتاب بدأ الخلق ، مسلم کتاب الجنة)	

اسی طرح کی ایک روایت صحیح مسلم میں حضرت سہل بن سعد الساعدیؓ سے بھی مروی ہے، اور صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لقاب قوس أحد کم فی الجنة خیر مما طلعت علیه الشمس أو تغرب	تم میں سے کسی کی کمان کے برابر جنت کی جگہ ان تمام چیزوں سے بہتر ہے جن پر سورج طلوع ہوا ہو یا غروب ہوتا ہو۔
(بخاری کتاب الجهاد ، مسلم کتاب الامارة)	

جنت کے شرف اور اس کی فضیلت واہمیت کے لئے اتنی بات بھی کافی ہے کہ اللہ کی ذات کا واسطہ دے کر جنت کے علاوہ کسی اور چیز کو مانگنا جائز نہیں،

(۱) اس آیت کریمہ کا ترجمہ پچھلے صفحہ پر گذر چکا ہے۔

جیسا کہ سنن ابی داود میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لا یسال بوجه الله الا الجنة (ابو داود کتاب الزکاۃ)

اللہ کی ذات کا واسطہ دیکر سوائے جنت کے اور کوئی چیز نہ مانگی جائے.

اور معجم طبرانی میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب اللہ تعالیٰ نے جنت عدن کو پیدا فرمایا تو اس کے اندر ایسی چیزوں کو بھی پیدا فرمایا جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا نہ ان کا خیال کسی انسان کے دل میں ش گذرا، پھر اللہ نے اس سے کہا بول تو اس نے کہا ''قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ'' (یقیناً مومنین کامیاب ہو گئے)

حقیقت یہ ہے کہ جنت اور اس کی نوع بنوع نعمتوں کا اندازہ اس حقیر و فانی دنیا میں کیسے ہو سکتا ہے، انسان کی عقل محدود، اس کا ذہنی و قلبی تصور اور ادراک محدود، اور جنت کتنی عظیم ہے اور اس کی نعمتیں کس قدر گرانمایہ ہیں احادیث کی روشنی میں ایک شخص اس کا اجمالی خاکہ ہی ذہن میں بنا سکتا ہے مگر اس کی حقیقت اور کنہ تک پہونچنا اس دنیا میں کسی کے لئے بھی ممکن نہیں۔

***

جنت میں رویت باری تعالیٰ

بہشت میں رویت باری تعالیٰ کا بیان اس کتاب کا سب سے اہم اور عظیم الشان باب ہے کیوں کہ یہی وہ مسئلہ ہے جو اہل سنت والجماعت اور فرق ضالہ (گمراہ فرقوں) کے درمیان حد فاصل ہے، دیدار الٰہی کے حق ہونے پر تمام انبیاء و مرسلین، صحابہ و تابعین اور ائمہ اسلام و مسلمین سب کا اتفاق ہے اور فرقہ جہمیۃ، باطنیۃ، معطلہ، روافض، اور دیگر گمراہ فرقے اس کا انکار کرتے ہیں حالانکہ آخرت میں اللہ کی رویت پر قرآن وحدیث میں بے شمار دلائل ہیں جن کو ہم اجمالاً ذکر کر دیتے ہیں:

قرآن سے دلائل:

پہلی دلیل: حضرت موسیٰ کلیم اللہ نے اللہ تعالیٰ سے اس دنیا میں اس کے دیدار کی خواہش کی تھی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا: ''لَنْ تَرَانِیْ وَ لٰکِنِ انْظُرْ اِلَی الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَکَانَهٗ فَسَوْفَ تَرَانِیْ فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَکًّا وَّخَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا ''(۱) (تم ہرگز مجھ کونہیں دیکھ سکتے لیکن تم پہاڑ کو دیکھو اگر وہ اپنی جگہ ٹھہر جائے تو عنقریب تم مجھ کو دیکھ لو گے جب ان کے رب نے پہاڑ پر تجلی ظاہر کی تو پہاڑ کو ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ بیہوش ہو کر گر پڑے)

اس آیت کریمہ کے ذریعہ کئی وجوہ سے استدلال کیا جاسکتا ہے:

۱۔ حضرت موسیٰؑ کے بارے میں یہ گمان ہرگز نہیں کیا جاسکتا کہ

---

(۱) الاعراف :۱۴۳

انہوں نے اللہ تعالیٰ سے ایسی چیز کا مطالبہ کیا تھا جس کا حصول ناممکن ہے، ان کے بارے میں یہ گمان کرنا نہایت کم عقلی اور بیہودگی کی بات ہوگی۔

۲۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کے اس مطالبہ پر کوئی نکیر نہیں فرمائی جس طرح حضرت ابراہیمؑ کے مردہ کو زندہ کرنے کی کیفیت دکھانے کے مطالبہ پر اور حضرت عیسیٰؑ کے آسمان سے دسترخوان کے نازل کرنے کے مطالبہ پر کوئی نکیر نہیں فرمائی اگر حضرت موسیٰؑ کا یہ مطالبہ کسی محال کو طلب کرنے کے مترادف ہوتا تو اللہ تعالیٰ ضرور نکیر فرماتے جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام پر نکیر کی تھی جب انہوں نے اللہ تعالیٰ سے اپنے کافر بیٹے کی نجات کے لئے دعا کی تھی اور وہ فوراً اس دعا سے باز آگئے، اور اپنے لئے اللہ سے مغفرت اور رحمت کی دعا کی۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے یہ کہا ہے ''لَنْ تَرَانِي'' (اے موسیٰ تم ہرگز مجھے نہیں دیکھ سکتے) یہ نہیں کہا کہ مجھے دیکھنا ممکن ہی نہی ہے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس دنیا میں انسانی قویٰ کے کمزور ہونے کی وجہ سے تم مجھے نہیں دیکھ سکتے۔

۴۔ جب پہاڑ اپنی قوت وصلابت کے باوجود اللہ کی تجلی نہیں سہار سکتا تو یہ کمزور انسان کس طرح اس دنیا میں اس کی طاقت رکھ سکتا ہے۔

۵۔ اگر اللہ چاہتا تو پہاڑ کو اپنی جگہ ٹھہرا دیتا، معلوم ہوا پہاڑ کا اپنی جگہ ٹھہر جانا فی نفسہ ممکنات میں سے ہے، اگر دیدار الٰہی محال ہوتا تو اللہ تعالیٰ محال چیز کو ممکن الوجود چیز پر معلق نہ فرماتا۔

۶۔ جب اللہ تعالیٰ پہاڑ پر تجلی فرما سکتا ہے جبکہ وہ جامد شئی ہے۔ نہ اس کے لئے کوئی ثواب ہے نہ عتاب تو اللہ تعالیٰ جنت میں انبیاء و رسل اور مؤمنین کو اپنا دیدار کیوں نہیں کرا سکتا جبکہ وہ پہاڑ کے مقابلہ میں زیادہ معزز و محترم ہیں۔

۷۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ سے بغیر کسی واسطے کے کلام فرمایا ہے، ظاہر ہے جو ذات کلام کرسکتی ہے تو اس کا دیدار بھی کیا جا سکتا ہے، حضرت موسیٰؑ نے اللہ کے کلام کرنے سے یہ سمجھا کہ اس دنیا میں اس کا دیدار بھی ممکن ہے اس لئے اللہ نے صراحت کردی کہ اس دنیا میں کلام سننے کی طاقت ہے مگر دیدار برداشت کرنے کی طاقت نہیں جس طرح پہاڑ میں اپنی قوت وشدت کے باوجود اس کی طاقت نہیں اور انسان تو اس سے بہر حال کئی درجہ کمزور ہے، معلوم ہوا کہ آخرت میں دیدار ہوسکتا ہے۔

اور بعض کا یہ اشکال کرنا کہ ''لَنْ تَرَانِي ''میں نفی مؤبد (ہمیشہ کے لئے نفی) ہے تو یہ صحیح نہیں ہے، کیوں کہ یہاں'' لَن '' کے ساتھ'' أَبَدًا'' کا استعمال نہیں ہوا ہے، اور اگر''أَبَدًا'' کا استعمال ہوتا بھی تو بھی ہمیشہ کی نفی کے لئے نہ ہوتا بلکہ مطلقاً مستقبل میں نفی کے لئے ہوتا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا'' وَ لَنْ يَّتَمَنَّوْهُ أَبَدًا ''(۱) (اور یہ موت کی ہرگز تمنا نہ کریں گے)، ظاہر ہے اس تمنا کی نفی صرف دنیا کی حد تک ہے ورنہ آخرت میں تو وہ تمنا کریں گے''وَنَادَوْا يَا مَالِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ''(۲) (اے مالک! (جہنم کا داروغہ) تیرا رب ہمارا خاتمہ کردے)۔

دوسری دلیل: وہ متعدد آیات کریمہ ہیں جن میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا ذکر ہے اور تمام ماہرینِ لغت کا اتفاق ہے کہ جب ملاقات کی نسبت ایسے شخص کی طرف کی جائے جو اندھے پن اور تمام عیوب وموانع سے پاک ہو تو اس کا مطلب ہوتا ہے کہ ملاقات کے ساتھ ساتھ دیدار اور مشاہدہ بھی ہوا ہے اللہ تعالیٰ سے ملاقات پر جو آیات دلالت کرتی ہیں ان میں سے چند یہ ہیں:

---

(۱) البقرۃ:۹۵ (۲)الزخرف:۷۷

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَعۡلَمُوۡٓا اَنَّکُمۡ مُّلَاقُوۡهُ (سورة البقرة:٢٢٣)	اور اللہ سے ڈرتے رہو اور خوب اچھی طرح جان لو کہ تمہیں اس سے ملنا ہے
وَکَانَ بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ رَحِیۡمًا، تَحِیَّتُهُمۡ یَوۡمَ یَلۡقَوۡنَهٗ سَلٰمٌ (الأحزاب:٤٤)	اور وہ (اللہ) مومنین پر مہربان ہے، جس روز وہ اس سے (اللہ سے) ملیں گے انہیں دعا (دیجائے گی) سلام سے۔

کوئی اگر یہ اشکال کرے کہ منافقین کے لئے بھی تو قیامت کے دن اللہ سے ملاقات کا ثبوت قرآن سے ملتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فَاَعۡقَبَهُمۡ نِفَاقًا فِیۡ قُلُوۡبِهِمۡ اِلٰی یَوۡمِ یَلۡقَوۡنَهٗ ۔ (التوبة:٧٧)	سو (اللہ نے) ان کی سزا میں ان کے قلوب میں نفاق قائم کر دیا جو اس دن تک رہے گا جس دن وہ اس سے ملاقات کریں گے۔

تو یہ اشکال صحیح نہیں ہے کیوں کہ بہت سی صریح اور صحیح احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ منافقین اللہ تعالیٰ کو قیامت کے میدان میں دیکھیں گے اور منافقین ہی نہیں بلکہ کفار بھی حشر کے میدان میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو دیکھیں گے جیسا کہ صحیحین کی اس روایت سے پتہ چلتا ہے جس میں قیامت کے دن تجلی الٰہی کے ظہور کا ذکر ہے تو دراصل ان کا یہ دیدار رحمت وشفقت کی بنیاد پر نہیں ہوگا بلکہ قہر وغضب کی حالت میں ہوگا اور وہ بھی حساب کتاب کے لئے لیکن آسائش و راحت والے گھر ''جنت'' میں ان کا داخلہ نہیں ہوگا لہذا وہ وہاں اس نعمتِ کبریٰ ''دیدارِ الٰہی'' سے محروم رہیں گے۔

خود محشر میں وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ پائیں گے یا نہیں اس سلسلہ میں علمائے سلف کے مندرجہ ذیل تین اقوال ہیں:

(۱) صرف مومنین ہی دیکھ سکیں گے ان کے علاوہ کوئی اللہ تعالیٰ کو کسی موقع پر بھی نہ دیکھ سکے گا.

(۲) مومنین کے ساتھ ساتھ صرف منافقین اللہ تعالیٰ کو محشر میں دیکھ سکیں گے کفار نہیں۔

(۳) روز محشر تمام لوگ بشمول کفار اور منافقین اللہ رب العزت کو دیکھیں گے پھر کفار کے سامنے پردہ ڈال دیا جائے گا اور ان کو دوبارہ دیدار نصیب نہ ہوگا۔

بہر حال اقوال کا یہ اختلاف روز محشر دیدار کے سلسلہ میں ہے، مگر اس پر سب کا اتفاق ہے کہ حساب وکتاب کے بعد صرف مومنین ہی دیدار الٰہی سے مشرف ہو سکیں گے۔

تیسری دلیل: اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے:

وَاللّٰهُ يَدۡعُوۡۤا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ وَ يَهۡدِىۡ مَنۡ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ ، لِلَّذِيۡنَ اَحۡسَنُوا الۡحُسۡنٰى وَ زِيَادَةٌ وَّلَا يَرۡهَقُ وُجُوۡهَهُمۡ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ اُولٰٓئِكَ اَصۡحٰبُ الۡجَنَّةِ هُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ . (یونس:۲۵-۲۶)	اور اللہ سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے اور جس کو چاہتا ہے راہ راست پر چلا دیتا ہے جو لوگ نیکی کرتے رہے ان کے لئے بھلائی ہے اور اس کے علاوہ بھی مزید، ان کے چہروں پر نہ کدورت چھائے گی اور نہ ذلت ہوگی، اہل جنت یہی ہیں یہ اس میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔

نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے بیشتر صحابہؓ سے "الحسنی" کی تفسیر "جنت"، اور "و زیادۃ" کی تفسیر "رویت باری تعالیٰ" منقول ہوئی ہے، صحیح مسلم میں حضرت صہیبؓ کی روایت آئی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے

آیت کریمہ ''لِلَّذِینَ اَحۡسَنُوا الۡحُسۡنٰی وَ زِیَادَۃٌ'' تلاوت فرمائی اس کے بعد ارشاد فرمایا:

إذا دخل اهل الجنة الجنة و اهل النار النار ، نادى مناد يأهل الجنة ان لكم عند الله موعداً و يريد أن ينجزكموه، فيقولون ماهو؟ الم يثقل موازيننا و يبيّض و جوهنا و يدخلنا الجنة و يجرنا من النار فيكشف الحجاب فينظرون اليه فما أعطاهم شيئا أحب اليهم من النظر اليه و هى الزيادة

(مسلم، کتاب الایمان)

جب اہل جنت جنت میں اور اہل دوزخ دوزخ میں داخل ہوجائیں گے تو ایک منادی ندا لگائے گا اے جنتیو! اللہ نے تم سے ایک وعدہ کیا تھا اب وہ اس کو پورا کرنا چاہتا ہے وہ کہیں گے کونسا وعدہ ؟ کیا اللہ نے (وزن اعمال میں) ہمارے پلڑوں کو بھاری نہیں کیا ؟ کیا اس نے ہمارے چہروں کو روشن نہیں کیا ؟ کیا اس نے دوزخ سے پناہ دیکر ہم کو جنت میں داخل نہیں فرمایا ؟ اس کے بعد اللہ تعالیٰ پردہ ہٹادے گا تو جنتی اللہ رب العزت کو دیکھنے لگیں گے، اللہ کے دیدار سے زیادہ جنت میں عطا کی گئی کوئی بھی نعمت ان کے نزدیک پسندیدہ نہ ہوگی آیت میں ''زیادہ'' سے مراد یہی ہے.

صحابہؓ میں حضرت ابو بکر صدیقؓ ، حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ ، اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، تابعین میں حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ ، قتادہؒ ،سعید بن المسیبؒ ،حسن بصریؒ ،عکرمہؒ ،مجاہد بن جبرؒ اور بہت سے بزرگانِ دین نے ''زیادہ'' کی تفسیر دیدار الٰہی سے ہی کی ہے۔

علامہ سیوطیؒ نے ''درمنثور'' میں بعض اہلِ علم سے ''زیادہ'' کی تفسیر مغفرت اور خوشنودی الٰہی نقل کی ہے۔ یہ قول پہلے کے منافی نہیں ہے کیوں کہ مغفرت اور خوشنودی الٰہی اللہ رب العزت کے دیدار کے لوازم میں سے ہے۔

چوتھی دلیل: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّاكَانُوا يَكْسِبُوْنَ كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ

(المطففون: ۱۴-۱۵)

ہرگز (ایسا) نہیں (کہ جزاوسزا نہ ہو) اصل یہ ہے کہ ان کے دلوں پر ان کے کرتوتوں کا زنگ بیٹھ گیا ہے، ہرگز (ایسا) نہیں (کہ جزاوسزا نہ ہو) یہ لوگ اس روز اپنے پروردگار (کے دیدار) سے روک دیے جائیں گے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ کے منکر اور نافرمان دیدار الٰہی سے محروم ہوں گے اور منجملہ اور سزاؤں کے یہ سخت سزا بھی ان کو دی جائے گی، اب اگر کوئی یہ کہے کہ مؤمنین کو بھی اللہ کا دیدار نہیں ہوگا تو بھلا مومنین اور کفار میں کیا فرق رہ جائے گا؟ گویا منکرین رویت کے بقول مومنین کو بھی اس سزاوعقاب سے دوچار ہونا پڑے گا جس سے کفار ہوں گے، یہ بات سراسر عقل وشریعت اور بدیہیات کے خلاف ہے، امام طبریؒ اور امام حاکمؒ نے مختلف روایتوں سے امام شافعیؒ کے متعلق لکھا ہے کہ وہ اسی آیت کریمہ سے مومنین کے لئے دیدارِ الٰہی کے اثبات میں استدلال کرتے تھے اور جب کسی نے ان سے ازراہ تعجب کہا کہ کیا آپ بھی نیک بندوں کے لئے دیدارِ الٰہی کے قائل ہیں تو انہوں نے پرزور انداز میں کہا تھا، ''بالکل یہی میرا مسلک ہے، اگر محمد بن ادریس کو اپنے رب کے دیکھنے کا یقین نہ ہوتا تو وہ اللہ کی عبادت نہ کرتا''

پانچویں دلیل: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَهُمْ مَّايَشَآءُ وْنَ فِيْهَا وَ لَدَيْنَا مَزِيْدٌ (قٓ: ۳۵)	ان کے (اہل جنت) کے لئے وہ سب کچھ ہوگا جو وہ جنت میں چاہیں گے اور ہمارے پاس مزید انعام ہوگا۔

امام طبریؒ نے صحابہؓ میں سے حضرت علی بن ابی طالبؓ، انس بن مالکؓ، اور تابعین میں زید بن وہبؒ وغیرہ کا قول نقل کیا ہے کہ ''مزید'' سے مراد اللہ کا دیدار ہے۔

چھٹی دلیل: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَ هُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ (الانعام: ۱۰۳)	نگاہیں اس کا احاطہ نہیں کرسکتیں اور وہ نگاہوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

اس آیت کو اگر چہ رویتِ باری تعالیٰ کے منکرین اپنی دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں مگر ہمارے شیخ (ابن تیمیہؒ) نے اس سے رویت باری تعالیٰ کے اثبات پر استدلال کیا ہے، وہ مجھ سے فرمایا کرتے تھے، میں یہ مان کر چلتا ہوں کہ اہل باطل اپنے باطل کے لئے جس آیت یا حدیث صحیح کو مستدل بنائیں اس میں ضرور کوئی ایسا نکتہ ہوگا جو باطل پرست کے قول و وجہ استدلال کو نا قابل اعتبار بنادے گا، یہ آیت بھی اسی نوعیت کی ہے، یہ آیت عدم رویت سے زیادہ وجود رویت باری تعالیٰ پر دلالت کرتی ہے وہ اس طرح کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد اپنی مدح وتوصیف کے سیاق میں ہے، اور یہ بات اظہر من الشّمس ہے کہ حقیقی مدح ثبوتی ووجودی اوصاف کے ذریعہ ہوتی ہے نہ کہ عدم محض کے ذریعہ، کسی چیز کا محض معدوم ہونا کوئی کمال کی چیز نہیں جب تک کہ اس کے ضمن میں کوئی وجودی

صفت نہ مانی جائے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے جن جن چیزوں سے اپنی ذات کو مبرّا (پاک اور علیحدہ) قرار دیا ہے اس سے مقصود محض نفی نہیں بلکہ نقص والی صفات کی نفی کر کے اس کے ضمن میں کمال والی صفات کو ثابت کرنا ہے، مثال کے طور پر اونگھ اور نیند کی نفی کرنے سے کمال قیوّمیت، موت کی نفی سے کمالِ زندگی، تھکن اور درماندگی کی نفی سے کمال قدرت، شریک، بیوی، اولاد اور مددگار کی نفی سے کمال ربوبیت والوہیت، خورد ونوش کی نفی سے کمال صمدیت واستغناء، ظلم وستم کی نفی سے کمالِ عدل وانصاف، نسیان کی نفی سے کمال علم واحاطہ، مثیل ونظیر کی نفی سے کمالِ ذات وصفات، اس طرح تمام منفی صفات سے ضمناً کوئی نہ کوئی وجودی و ثبوتی صفت مراد ہوتی ہے، اسی طرح یہاں بھی نگاہوں کے احاطہ کرنے کی نفی سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کی رویت بھی نہیں ہوگی، بلکہ مراد یہ ہے کہ مومنین اس کو دیکھیں گے تو ضرور مگر انتہا درجہ کی عظمت اور بہت زیادہ رعب وجلال کی وجہ سے وہ اس کا احاطہ نہ کرسکیں گے، لغت میں ادراک کے معنی احاطہ ہی کے ہیں، حضرت عبداللہ ابن عباسؓ، قتادہؒ اور عطیہ العوفی کا قول بھی یہی ہے کہ ادراک احاطہ کو کہتے ہیں اور ظاہر ہے احاطہ رویت سے زائد ایک چیز ہے، حضرت موسیٰؑ کے زمانہ میں بنی اسرائیل حکمِ الٰہی کے مطابق جب راتوں رات مصر سے چل دئے اور فرعون نے اپنے لاؤلشکر کے ساتھ ان کا پیچھا کیا یہاں تک کہ وہ قریب پہونچ گئے تو بنی اسرائیل کہنے لگے، ''اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ'' اب تو ہم پکڑ لئے گئے یعنی ہمارا احاطہ کرلیا گیا، موسیٰؑ نے فرمایا ''كَلَّا اِنَّ مَعِيَ رَبِّي سَيَهْدِيْنِ'' ہرگز ایسا نہیں ہوسکتا میرا رب میرے ساتھ ہے عنقریب وہ مجھے راہ سجھائے گا اب ذرا غور کیجئے یہاں ادراک سے مراد رویت نہیں ہے اگر رؤیت مراد ہوتی تو موسیٰؑ اس کی نفی نہ کرتے اور کلمہ زجر ''کلا'' نہ کہتے، ان کا زجر دراصل احاطہ کر لینے کی نفی

کے لئے ہے۔

بالکل اسی طرح کا مسئلہ قول ربانی ''لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ'' (۱) (اس جیسی کوئی چیز نہیں) کا ہے، اہل باطل نے اس کو اللہ کی تمام صفات کی نفی کے لئے مستدل بنا لیا اور اس کو عدم محض بنا کر رکھ دیا حالانکہ اس سے مقصود یہ تھا کہ اس کے اندر اتنی کثرت کے ساتھ کمال وجلال کی صفات پائی جاتی ہیں جو کسی چیز کے اندر نہیں پائی جاتی ہیں اور ان اعلیٰ صفات میں نہ کوئی اس کا کوئی شریک ہے نہ مثیل ونظیر۔

ساتویں دلیل: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ .	اس دن کچھ چہرے تروتازہ ہوں گے اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔

(القیامۃ: ۲۲۔۲۳)

اگر اس آیت کریمہ کو عربی زبان وادب اور لفظ ''نَظَرٌ'' کے ''الی'' کے ساتھ محل استعمال کی روشنی میں دیکھا جائے تو یہ آیت اس سلسلہ میں بالکل صریح ہے کہ اللہ کا دیدار یقیناً ہوگا، اور اگر کوئی ہٹ دھرم تاویل کرنے ہی پر اتر آئے تو جنت، دوزخ اور آخرت وغیرہ سے متعلق جتنی نصوص قطعیہ ہیں اہلِ ہوس وہویٰ ان کو تاویل وتحریف کا نشانہ بنا سکتے ہیں، ایک صحیح الفطرت سلیم الطبع اور عربی زبان کے نحوی وصرفی قواعد سے آشنا شخص کے لئے یہ حقیقت تسلیم کرنے میں کوئی دشواری نہیں ہوگی کہ ''نظر'' سے مراد یہاں رویت باری تعالیٰ ہے کیوں کہ لفظ ''نظر'' کے تین استعمالات ہیں اور صلات کے مختلف ہونے سے اس کے معانی بھی مختلف ہوجاتے ہیں، اس کا پہلا استعمال یہ ہے کہ بغیر صلہ کے ہو، اس صورت میں اس کے معنی توقف اور انتظار کے ہیں جیسا کہ منافق مردوں اور عورتوں کے

---

(۱) الشوریٰ: ۱۱

بارے میں کہا گیا:

يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنَافِقُوْنَ وَ الْمُنَافِقَاتُ لِلَّذِيْنَ آمَنُوْا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ (الحدید:۱۳)	جس روز منافق مرد اور منافق عورتیں مومنوں سے کہیں گے ہمارا انتظار کرو تاکہ ہم بھی تمہاری روشنی میں سے کچھ حاصل کرلیں،

دوسرا استعمال یہ ہے کہ ''فی'' کے صلہ کے ساتھ ہو اس صورت میں اس کے معنی غور وفکر کرنے کے ہوں گے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

اَوَ لَمْ يَنْظُرُوْا فِيْ مَلَكُوْتِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ . (الاعراف:۱۸۵)	کیا ان لوگوں نے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت میں غور وفکر نہیں کیا۔

اس لفظ کا تیسرا استعمال یہ ہے کہ ''اِلٰی'' کے ساتھ ہو، اس صورت میں اس کا معنی آنکھ سے دیکھنے کے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اُنْظُرُوْآ اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَيَنْعِهٖ (الانعام:۹۹)	اس کے پھل کو دیکھو جب وہ پھلتا ہے اور اس کے پکنے کو دیکھو۔

زیرِ بحث آیت کے اندر بھی ''نظر'' کا استعمال ''اِلٰی'' کے ساتھ ہوا ہے اس لئے اس کا معنی بھی سر کی آنکھ سے دیکھنے کے ہونگے نہ کہ انتظار کرنے کے یا غور وفکر کرنے کے، خصوصاً جبکہ اس کی نسبت چہرہ کی طرف کی گئی ہے جو محل بصر و نظر ہے نبی کریم ﷺ، حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ اور عکرمہؒ وغیرہ سے بھی اس آیت کی تفسیر رویت باری تعالیٰ نقل کی گئی ہے (۱)

اور جہاں تک روز قیامت رویت باری تعالیٰ پر دلالت کرنے والی

(۱) ان روایات کو ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں اور علامہ سیوطیؒ نے در منثور میں ذکر کیا ہے۔

احادیث کا تعلق ہے تو حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، ابو سعید خدریؓ، جریر بن عبداللہ البجلیؓ اور بے شمار صحابہؓ سے مرفوع احادیث منقول ہیں جن کو مستند کتب احادیث کے مؤلفین نے اپنی اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے، ان میں سے چند یہ ہیں:

ا۔ صحیحین میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا اے اللہ کے رسولؐ! کیا قیامت کے دن ہم اپنے رب کو دیکھیں گے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا چودہویں کی رات میں تم لوگ چاند دیکھنے میں کوئی ضرر محسوس کرتے ہو (۱)، صحابہؓ نے عرض کیا، نہیں اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ ﷺ نے فرمایا، اچھا یہ بتاؤ کیا تم لوگ سورج دیکھنے میں کوئی ضرر محسوس کرتے ہو جب کہ بادل نے بھی اس کو چھپا نہ رکھا ہو، صحابہؓ نے عرض کیا کہ نہیں، تب آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، اسی طرح تم لوگ اللہ تعالیٰ کو دیکھو گے (اور کوئی ضرور محسوس نہیں کرو گے) (۲) اس کے بعد حدیث میں پل صراط کا، جہنم کا، جہنم کے کتوں کا ذکر ہے جو کانٹوں کی طرح ہوں گے اور لوگوں کو ان کے اعمال کے مطابق پکڑیں گے، پھر رسولوں کی شفاعت، اپنے گناہوں کی سزا بھگتنے کے بعد شرک نہ کرنے والے بندوں کے سلسلہ میں جہنم سے نکالنے کے لئے فرشتوں کو حکم الٰہی، اور جنت میں سب سے آخر میں داخل ہونے والے شخص کے احوال کا ذکر ہے۔

اسی سے ملتی جلتی ایک حدیث حضرت ابو سعید خدریؓ سے بھی مرفوعاً منقول

---

(۱) حدیث میں ''تضارون'' کا لفظ آیا ہے اگر اس میں ''ر'' کو مشدد پڑھا جائے یعنی ''تُضَارُّوْنَ'' تو اس کے معنی ہوں گے ایک دوسرے کو ضرر پہونچانا، اور اگر تخفیف کے ساتھ پڑھا جائے یعنی ''تُضَارُوْنَ'' تو اس کے معنی وہ ہوں گے جو ہم نے لکھے، اسلاف نے دونوں طرح پڑھا ہے (مترجم)

(۲) بخاری کتاب الرقاق باب الصراط جسر جهنم، و مسلم کتاب الایمان باب الزهد والرقاق۔

ہے جس کو امام بخاریؒ نے کتاب التفسیر باب اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ اور امام مسلمؒ نے کتاب الایمان باب معرفۃ طریق الرؤیۃ میں نقل کیا ہے۔

۲۔ صحیحین ہی کی روایت ہے حضرت جریر بن عبداللہ البجلیؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ نبی کریم ﷺ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، چودھویں کی رات تھی آپ ﷺ نے چاند کو دیکھا پھر فرمایا تم لوگ اپنے رب کو اپنی آنکھوں سے اسی طرح دیکھو گے جس طرح تم اس کو دیکھ رہے ہو، اس کو دیکھنے میں تمہیں کوئی محنت یا مشقت نہیں ہوگی، پھر فرمایا اگر تم سے یہ ہو سکے کہ آفتاب کے طلوع اور غروب سے پہلے تمہاری نماز نہ چھوٹے تو ایسا ضرور کرنا، پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی " وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ الْغُرُوْبِ " (۱) (اور آپ ﷺ اپنے رب کی تسبیح بیان کیجئے حمد کے ساتھ آفتاب کے طلوع اور غروب سے پہلے،)

۳۔ صحیح مسلم میں حضرت صہیبؓ کی روایت نقل کی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جب اہلِ جنت جنت میں داخل ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا کیا تم لوگ مزید کوئی چیز چاہتے ہو؟ وہ کہیں گے اے اللہ! کیا تو نے ہم کو سرخرو نہیں کیا؟ کیا تو نے ہمیں جہنم سے نجات دیکر جنت میں داخل نہیں فرمایا: آپ ﷺ نے اشاد فرمایا: کہ اس کے بعد پردہ کو ہٹا دیا جائے گا (اور وہ اللہ کا دیدار کرلیں گے) ان کو جتنی نعمتیں حاصل ہوں گی ان کے مقابلہ میں اللہ کا دیدار ان کو زیادہ پسندیدہ و محبوب ہوگا، پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی " لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَ زِيَادَةٌ " (۲) (جن لوگوں نے اچھے کام

---

(۱) سورۃ قٓ:۳۹

(۲) سورۃ یونس:۲۶۔

کئے ہوں گے ان کے لئے اچھا انجام ہے اور مزید ایک نعمت اور بھی)(۱)

۴۔ صحیحین میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: دو جنت ایسی ہوں گی جن کے ساز و سامان اور تمام چیزیں چاندی کی ہوں گی، اور دو جنت ایسی ہوں گی جن کے ساز و سامان اور تمام چیزیں سونے کی ہوں گی، اور جنت عدن میں اللہ کے دیدار اور لوگوں کے درمیان کبریائی کی چادر کے علاوہ کوئی پردہ نہ ہوگا۔(۲)

۵۔ حضرت عدی بن حاتم کی روایت صحیح البخاری میں ہے فرماتے ہیں کہ ہم لوگ نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، اتنے میں ایک شخص آیا اور اس نے اپنے فاقہ کا حال بیان کیا، پھر دوسرے صاحب آئے اور انہوں نے ڈاکہ زنی کے بارے میں شکایت کی، آپ ﷺ نے فرمایا عدی! کیا تم نے حیرہ دیکھا ہے، میں نے عرض کیا: دیکھا تو نہیں مگر مجھے اس کے بارے میں بتایا گیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تمہاری عمر دراز ہوئی تو تم یہ صورتحال ضرور دیکھو گے کہ ایک بوڑھی عورت حیرہ سے تنہا سفر کر کے آئے گی اور خانہ کعبہ کا طواف کرے گی اور سوائے اللہ کے اسے کسی چیز کا خوف نہ ہوگا، میں نے اپنے دل میں سوچا قبیلہ طئی کے مکار کہاں ہوں گے جنہوں نے پورے شہر کو جہنم زار بنا رکھا ہے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تمہاری عمر دراز ہوئی تو تم لوگ کسریٰ کے خزانوں کو ضرور فتح کرو گے، میں نے کہا کسریٰ بن ہرمز کے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں کسریٰ بن ہرمزؒ کے، اور اگر تمہاری عمر دراز ہوئی تو تم یہ منظر بھی دیکھو گے کہ ایک شخص ہاتھ بھر کے سونا چاندی لئے ایسے شخص کو تلاش کرتا پھرے گا جو اس کو قبول کر

---

(۱) مسلم کتاب الایمان باب اثبات رؤیة المومنین فی الآخرة ربھم سبحانہ و تعالیٰ
(۲) بخاری کتاب التوحید باب قول اللہ تعالیٰ " وجوہ یومئذ ناضرة الی ربھا ناظرة " مسلم کتاب الایمان باب اثبات رؤیة المومنین ۔

کے لیے مگر اسے ایسا کوئی آدمی نہیں ملے گا (روز قیامت) ہر شخص اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ کے اور اس کے درمیان نہ کوئی حجاب ہوگا نہ ترجمان، اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا میں نے تیرے پاس رسول نہیں بھیجا تھا جس نے میرا پیغام تجھ تک پہونچا دیا تھا؟ وہ کہے گا کیوں نہیں اے میرے پروردگار! یقیناً بھیجا تھا، پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا میں نے تجھے مال نہیں دیا تھا اور تجھ پر اپنا فضل نہیں کیا تھا؟ وہ کہے گا کیوں نہیں؟ یقیناً کیا تھا پھر اپنے دائیں بائیں دیکھے گا تو اسے سوائے جہنم کے اور کوئی چیز نظر نہ آئے گی، حدیث کے آخر میں حضرت عدیؓ فرماتے ہیں (رسول ﷺ کی پیشین گوئی کے مطابق) میں نے دیکھ لیا کہ ایک بوڑھی عورت حیرہ سے سفر کر کے آتی تھی اور خانہ کعبہ کا طواف کرتی تھی۔ اس کو سوائے اللہ کے کسی چیز کا خوف نہ ہوتا تھا اور جن لوگوں نے کسریٰ بن ہرمز کے خزانوں پر فتح حاصل کی ان میں میں بھی شریک تھا اور اگر تم لوگوں کی زندگی تا دیر باقی رہی تو تم لوگ نبی کریم ﷺ کی بیان کردہ دیگر پیشین گوئیوں کو بھی ضرور دیکھ لو گے (۱)

۶۔ اور صحیحین میں حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام لوگوں کو جمع کرے گا تو وہ اس دن بڑی مصیبت میں ہوں گے اور پریشان ہو رہے ہوں گے، ایسی صورتحال میں وہ سوچیں گے کیا ہی اچھا ہو اگر ہم کسی کو اپنے رب کے یہاں سفارشی بنائیں تا کہ اللہ ہمیں ہماری اس صورتحال سے نجات دے۔ چنانچہ وہ لوگ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس پہونچیں گے اور عرض کریں گے آپ تمام مخلوق کے باپ آدمؑ ہیں، اللہ نے آپ کو دستِ خود سے پیدا فرمایا، آپ کے

---

(۱) بخاری کتاب المناقب باب علامات النبوۃ فی الاسلام، جس پیشین گوئی کی طرف حضرت عدی بن حاتمؓ نے اشارہ کیا وہ ان کے زمانہ میں پوری نہ ہو سکی تھی لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے دور میں پوری ہوئی ان کے زمانۂ خلافت میں اتنی خوشحالی آ گئی تھی کہ کوئی زکوٰۃ لینے کا نہ مستحق تھا نہ طلبگار (مترجم)

اندر اپنی (تخلیق کردہ) روح پھونکی، فرشتوں کو حکم دیا تو انہوں نے آپ کو سجدہ کیا، براہ کرم چل کر آپ ہمارے لئے ہمارے رب کے یہاں سفارش کر دیجئے تاکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیں اس صورتحال سے نجات دیدے، وہ کہیں گے میں اس لائق نہیں ہوں، وہ (ممنوع درخت کے پھل کھانے کی) اپنی خطا کو یاد کریں گے اور اس کی وجہ سے اپنے رب سے شرمائیں گے، وہ کہیں گے تم لوگ حضرت نوحؑ کے پاس جاؤ وہ سب سے پہلے رسول ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا، وہ حضرت نوحؑ کے پاس پہونچیں گے، وہ بھی کہیں گے میں اس لائق نہیں، اور (کافر بیٹے کے لئے طوفان سے بچانے کی اللہ سے درخواست کرنے) کی اپنی خطا یاد کریں گے اور اس کی وجہ سے اپنے رب سے شرمائیں گے، پھر کہیں گے تم ابراہیمؑ کے پاس جاؤ جن کو اللہ نے اپنا خلیل بنایا تھا، وہ ابراہیمؑ کے پاس آئیں گے، وہ بھی کہیں گے میں اس کے لائق نہیں، وہ (مختلف مواقع پر بربنائے مصلحت تعریضی کلمات) کی خطا یاد کریں گے اور اپنے رب سے شرمائیں گے، پھر کہیں گے تم موسیٰؑ کے پاس جاؤ جن کو اللہ سے ہمکلامی کا شرف حاصل ہے اور جن کو اللہ نے توریت عطا فرمائی تھی، وہ موسیٰؑ کے پاس آئیں گے، حضرت موسیٰؑ فرمائیں گے میں اس کے لائق نہیں ہوں اور وہ (قبطی کو بغیر حکم الٰہی کے بلا ارادہ قتل کرنے کی) خطا یاد کریں گے اور اس کی وجہ سے اپنے رب سے ان کو شرم محسوس ہوگی، پھر وہ کہیں گے کہ تم لوگ عیسیٰؑ کے پاس جاؤ جو اللہ کی (پیدا کردہ) روح اور اس کے کلمۃ (کُن سے وجود میں آنے والے) ہیں وہ ان کے پاس جائیں گے، حضرت عیسیٰؑ فرمائیں گے میں اس کے لائق نہیں ہوں، تم لوگ حضرت محمد ﷺ کے پاس جاؤ وہ اللہ کے ایسے بندے ہیں جن کا اگلا پچھلا سب اللہ نے معاف کر دیا ہے، راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا،

لوگ میرے پاس آئیں گے تو میں اپنے رب سے باریابی کی اجازت چاہوں گا مجھ کو اجازت دیدی جائے گی جوں ہی میں اللہ کا دیدار کروں گا ویسے ہی سجدہ میں گر جاؤں گا۔ پھر جتنی مدت اللہ چاہے گا میں سجدہ میں پڑا رہوں گا، پھر مجھ سے کہا جائے گا، اے محمد ﷺ! اپنا سر اٹھاؤ اور (جو کہنا ہے) کہو تمہاری بات سنی جائے گی (جو مانگنا ہے) مانگو تم کو عطا کیا جائے گا۔ سفارش کرو تمہاری سفارش قبول کی جائے گی، (یہ سن کر) میں اپنا سر اٹھاؤں گا اور اپنے رب کی اس انداز میں حمد بیان کروں گا جس انداز میں اللہ نے مجھے حمد سکھلائی ہوگی، اس کے بعد میں شفاعت کروں گا، اللہ تعالیٰ میرے لئے ایک حد مقرر کر دیگا، میں اتنی حد میں اپنے امتیوں کو دوزخ سے نکالوں گا اور ان کو جنت میں داخل کر دوں گا، پھر دوبارہ میں سجدہ میں گر جاؤں گا اور اتنی مدت پڑا رہوں گا جتنی اللہ چاہے گا پھر کہا جائے گا اے محمد ﷺ! اپنا سر اٹھاؤ اور (جو کچھ کہنا ہے) کہو تمہاری بات سنی جائے گی اور (جو مانگنا ہے) مانگو تمہیں عطا کیا جائے گا، تم شفاعت کرو تمہاری شفاعت قابل قبول ہوگی، یہ سن کر میں اپنا سر اٹھاؤں گا اور اپنے رب کی وہ حمد بیان کروں گا جو میرا رب مجھے سکھلائے گا پھر میں شفاعت کروں گا تو اللہ تعالیٰ میرے لئے ایک حد مقرر کر دے گا میں اتنی مقدار میں لوگوں کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کر دوں گا، راوی یہ کہتے ہیں کہ مجھے یاد نہیں کہ آپ ﷺ نے تیسری مرتبہ میں یا چوتھی مرتبہ میں فرمایا کہ میں کہوں گا اے میرے رب! دوزخ میں اب ان لوگوں کے سوا کوئی نہیں رہا جن کو قرآن نے روک لیا ہے، یعنی جن پر خلود واجب ہے(۱)

---

(۱) بخاری کتاب التوحید باب قول اللہ تعالیٰ " وجوہ یومذ ناضرة الی ربها ناظرة " مسلم کتاب الایمان باب ادنیٰ اهل الجنة منزلة فیها .

نوٹ: صحیحین کے علاوہ مسند احمد، مسند بزار، معجم الطبرانی الکبیر، ابن ماجہ اور دیگر احادیث کی کتابوں میں مختلف صحابہؓ سے بیشمار روایات رویت باری تعالیٰ پر دلالت کرنے والی مصنف علیہ الرحمۃ نے ذکر کی ہیں ہم سابقہ روایات پر اکتفا کرتے ہوئے بوجہ اختصار ان کو حذف کئے دیتے ہیں۔ (مترجم)

مرفوع احادیث کے علاوہ صحابہ کرامؓ، تابعین اور ائمہ اسلام سے بھی اسی طرح کے اقوال منقول ہیں،

حضرت فضالہ بن عبیدؓ دعا میں کہا کرتے تھے۔

اللهم انی اسألك الرضا بعد القضاء ، و برد العيش بعد الموت ، ولذة النظر الی وجهك ، والشوق الی لقائك فی غير ضراء مضرة ولا فتنة مضلة	اے اللہ میں تجھ سے تیرے فیصلہ کے بعد رضا مندی، موت کے بعد خوش عیشی، تیرے چہرے کو دیکھنے کی لذت اور تجھ سے ملاقات کا شوق طلب کرتا ہوں، ایسی حالت میں تجھ سے ملاقات ہو کہ ضرر پہونچانے والی بدحالی ہو نہ گمراہ کن فتنہ۔

(مسند احمد ۱۹۱/۵)

ایک مرتبہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے آیت کریمہ ''لِلَّذِيْنَ أَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَ زِيَادَةٌ '' پڑھی لوگوں نے پوچھا اے خلیفہ رسول ﷺ! ''زیادۃ'' سے کیا مراد ہے؟ آپؓ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے چہرے کو دیکھنا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے نعمتوں کی تکمیل میں سے جنت کا داخلہ اور اللہ کے رخِ انور کا دیدار ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرمایا کرتے تھے تم ہرگز ہرگز اپنے رب کو نہیں دیکھو گے جب تک کہ موت کا مزہ نہ چکھ لو۔

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ، ابو موسیٰ اشعریؓ، انس بن مالکؓ، جابرؓ بن عبداللہ اور بے شمار صحابہ سے اسی طرح کے اقوال منقول ہیں کہ قیامت کے دن مومنین کو اللہ کا دیدار ہوگا۔

امام بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ تمام صحابہؓ آخرت میں رویت باری تعالیٰ کے

قائل تھے اور کسی سے بھی اس کی نفی منقول نہیں ہے، اگر اس سلسلہ میں ان کے درمیان اختلاف ہوتا تو ضرور ہم تک وہ اختلاف پہونچتا جس طرح بعض چیزوں کے حلال وحرام ہونے، اور بعض دینی شرائع واحکام یہاں تک کہ دنیا کے اندر آنکھوں سے اللہ کو دیکھنے کے سلسلہ میں ان کے درمیان اختلاف پایا گیا تو وہ بھی راویوں کے ذریعہ ہم تک پہونچا، لیکن روز قیامت دیدار الٰہی کے سلسلہ میں کوئی اختلاف نقل نہیں ہوا یہ اس بات کی علامت ہے کہ سارے کے سارے صحابہ اس باب میں متفق تھے۔

صحابہؓ کے بعد جمہور تابعین وائمہ اسلام سے اسی طرح کے اقوال منقول ہیں حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے اپنے کسی گورنر کے پاس لکھا تھا: "میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرو، اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کو لازم پکڑ لو، اور اس نے اپنے دین کی جو ذمہ داری اور اپنی کتاب کی حفاظت ونگرانی کا جو بار تم پر ڈالا ہے اس کو بحسن وخوبی انجام دینے کا عہد کرو، کیوں کہ اللہ کے تقویٰ ہی کی وجہ سے اللہ کے ولی اس کی ناراضگی سے محفوظ رہے، اسی کی وجہ سے ان کو انبیاء کی رفاقت نصیب ہوئی، ان کے چہرے سرسبز وشاداب ہوئے اور وہ اپنے خالق کو دیکھنے کے مستحق ہوئے، تقوی دنیا میں تمام فتنوں اور آخرت میں تمام عتاب سے حفاظت کا ذریعہ ہے۔

حضرت حسن بصریؒ فرماتے تھے، اگر دنیا میں عبادت کرنے والوں کو یہ یقین دلایا جائے کہ وہ آخرت میں اپنے رب کو نہیں دیکھیں گے تو دنیا ہی میں ان کے نفوس پژمردہ ہو جائیں۔

حضرت اعمشؒ اور سعید بن جبیرؒ فرماتے تھے اہل جنت میں سب سے زیادہ شرف والا وہ ہوگا جو اللہ تعالیٰ کا دیدار صبح وشام کرے گا۔

امام طبریؒ وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ امام دار ہجرت حضرت مالک بن انسؒ سے کہا گیا کہ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اللہ کا دیدار نہیں ہوگا آپ ﷺ نے فرمایا ایسے لوگوں کے لئے تو تلوار ہے تلوار۔

امام شافعیؒ کا قول تو اس سے قبل گذر ہی چکا کہ جب انہوں نے یہ آیت تلاوت کی "كَلَّا اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ" (ہرگز ایسا نہیں، بے شک یہ (کفار) اس دن اپنے (رب کے دیدار) سے روک دئے جائیں گے) تو انہوں نے فرمایا کفار کا دیدار الٰہی سے محرم ہونا اللہ کی ناراضگی کے سبب ہے تو اس سے پتہ چلا کہ اللہ کے اولیاء جن سے اللہ خوش ہوگا وہ یقیناً دیدارِ الٰہی سے بہرور ہوں گے، ان کے شاگرد ربیعؒ نے ان سے پوچھا، ابو عبد اللہ! کیا آپ بھی اس کے قائل ہیں؟ کہا کہ ہاں یہی میرا مسلک ہے، اگر محمد بن ادریس کو یقین نہ ہوتا کہ وہ اللہ عزوجل کو دیکھے گا تو وہ اس کی عبادت نہ کرتا۔

امام احمد بن حنبلؒ بھی آخرت میں دیدارِ الٰہی کے قائل تھے اور جو اس کا انکار کرتا اس پر سخت خفا ہوتے اور اس کے جہمی و کافر ہونے کا فتویٰ دیتے تھے، حضرت فضل بن زیاد فرماتے ہیں کہ امام احمد ابن حنبلؒ سے ایک شخص کے بارے میں ذکر کیا گیا کہ وہ آخرت میں رویت باری تعالیٰ کا قائل نہیں ہے تو غصہ سے بھڑک اٹھے اور فرمایا جو یہ عقیدہ رکھے کہ آخرت میں اللہ کا دیدار نہیں ہوگا تو اس نے کفر اختیار کیا، اس پر اللہ کی لعنت اور غضب نازل ہوگا خواہ وہ کوئی بھی ہو۔

خلاصہ یہ کہ صحابہ کرامؓ کے ساتھ ساتھ تمام تابعین، تبع تابعین اہل حق ائمہ و علمائے اسلام سب اس کے قائل ہیں کہ آخرت میں مومن بندوں کو اللہ کا دیدار ضرور ہوگا۔

جیسا کہ قرآنی آیات سے ثابت کیا جا چکا کہ قیامت میں مومنین اللہ سے

ملیں گے، اور تمام اہلِ لغت کا اتفاق ہے کہ "لقاء" (ملاقات) نگاہوں سے دیکھنے کو مستلزم ہے، لقاء کا ثبوت قرآنی آیات کے علاوہ متواتر وصحیح روایات سے بھی ہوتا ہے حضرت عبادہؓ، عائشہؓ، ابوہریرۃؓ، اور ابن مسعودؓ کی روایت کردہ حدیثوں میں آپ ﷺ کا ارشاد نقل ہوا ہے۔

من أحب لقاء الله أحب الله لقاءہ۔ (بخاری، کتاب الرقاق)	جو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنا چاہتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملاقات کرنا چاہتا ہے۔

اسی سلسلہ کی ایک روایت حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

انکم ستلقون بعدی أثرة فاصبروا حتی تلقوا الله و رسوله (بخاری کتاب مناقب الأنصار)	عنقریب تم لوگ میرے بعد خود غرضی دیکھو گے تو تم صبر اختیار کرنا یہاں تک کہ اللہ اور اس کے رسول سے تمہاری ملاقات ہو جائے۔

اسی طرح کی اور بہت سی روایات ہیں جن میں اللہ سے لقاء کا ذکر ہے اور تمام علمائے لغت اس بات پر متفق ہیں کہ لقاء جب مطلق بولا جائے تو اس میں مشاہدہ و معائنہ خود بخود شامل ہو جاتا ہے۔

ان تمام حقائق و دلائل کے باوجود جو شخص بھی آخرت میں رویت باری تعالیٰ کا انکار کرے وہ سخت وعید کا مستحق ہے اور صحابہ و تابعین وائمہ وعلمائے اسلام کے جادہ حق سے منحرف ہونے والا، اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائے اور قیامت کے دن اپنے دیدار سے مستفیض فرمائے، آمین۔

اہلِ جنت سے اللہ کا سلام وکلام

اکثر وہ احادیث جو رویت باری تعالیٰ پر دلالت کرتی ہیں وہی اہلِ جنت سے اللہ کے سلام وکلام پر بھی دال ہیں، اہلِ تعطیل (صفاتِ الٰہی کا انکار کرنے والے) رویت کے انکار کے ساتھ ساتھ کلام کا بھی انکار کرتے ہیں، اوراس کے قائلین کو کافر ٹھہراتے ہیں، حالانکہ قرآن وحدیث میں اللہ کے کلام کرنے پر دلائل موجود ہیں، حضرت عدی بن حاتمؓ کی حدیث اس سے پہلے گذر چکی ہے جس میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا:

مامنكم الا من سيكلمه ربه يوم القيامة	تم میں سے ہر شخص سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کلام کرے گا۔

(بخاری کتاب الرقاق، ترمذی کتاب صفة الجنة)

سنن ابنِ ماجہ میں حضرت جابرؓ بن عبداللہ کی روایت آئی ہے کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بينا أهل الجنة فى نعيمهم انسطع لهم نور فرفعوا رؤوسهم فاذا الرب جل جلاله قد أشرف عليهم من فوقهم فقال السلام عليكم يا أهل الجنة ، و هو قول الله	اہلِ جنت عیش وتنعم میں مست ہوں گے کہ اتنے میں ایک نور ان کے سامنے ظاہر ہوگا ، وہ اپنا سر اوپر اٹھائیں گے تو کیا دیکھیں گے کہ رب ذوالجلال ان کے اوپر سے تجلی فرمارہا ہے اور کہہ رہا ہے" اہلِ جنت تم پر

عزوجل: "سلام قولا من رب رحیم " فلا یلتفتون الی شئی مما هم فیه من النعیم ماداموا ینظرون الیه حتی یحتجب عنهم و تبقی فیهم برکته و نوره

(مقدمة ابنِ ماجة، باب فیما انکرت الجهمیة)

سلامتی ہو" اللہ تعالیٰ کے قول "سَلاَمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍ رَّحِيْمٍ" (۱) کا یہی مطلب ہے جب تک وہ اللہ کو دیکھتے رہیں گے جنت کی کسی نعمت کی طرف ذرا التفات بھی نہ کریں گے یہاں تک کہ حجاب پڑ جائے گا مگر (دیدارِ الٰہی) کی برکت اور اس کا نور باقی رہے گا۔

مذکورہ بالا حدیث سے اللہ کی رویت، کلام، اور عُلو (بلندی پر ہونا) ثابت ہوتا ہے مگر اہلِ تعطیل تینوں ہی چیزوں کا نہ صرف انکار کرتے ہیں بلکہ اس کے قائل کو کافر بھی ٹھہراتے ہیں۔

خود امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں ایک باب "باب کلام الرب تبارک و تعالیٰ لأهل الجنة " کے نام سے باندھا ہے اور اس کے تحت بہت سی احادیث ذکر کی ہیں۔

قرآن کریم میں اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کو ثمن قلیل کے بدلہ بیچنے والوں، اُسی طرح کتاب الٰہی کی واضح نشانیوں کو چُھپانے والوں کے لئے دیگر وعیدوں کے ساتھ ساتھ یہ وعید بھی سنائی گئی ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان سے کلام نہیں کرے گا (۲) تو اگر مومن بندوں کے بارے میں بھی یہی کہا جائے کہ اللہ ان سے کلام نہیں کرے گا تو ان کے اور کافر و نافرمان بندوں کے درمیان کیا فرق رہ جائے گا؟

---

(۱) یٰس :۵۸، ترجمہ: ان کو (اہلِ جنت کو) پروردگارِ مہربان کی طرف سے سلام فرمایا جائے گا۔
(۲) آل عمران:۷۷، سورة بقرة:۱۷۴

جنت ہمیشہ رہے گی

تمام اہلِ سنت والجماعت اس قول پر متفق ہیں کہ جنت ہمیشہ رہے گی اور کبھی فنا نہ ہوگی، یہ دین کی ان باتوں میں سے ہے جو معلوم بالضرورۃ ہیں یعنی جس کے انکار کی گنجائش نہیں، مگر بعض اہل باطل اس کے فنا ہونے کے قائل ہیں جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

جنت کی ابدیت پر مندرجہ ذیل آیت دلالت کرتی ہے۔

وَ أَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِيْ الْجَنَّةِ خَالِدِيْنَ فِيْهَا مَادَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَاشَاءَ رَبُّكَ عَطَاءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ (ھود:۱۰۸)

اور جو لوگ سعید ہیں وہ جنت میں ہوں گے اس میں رہیں گے (ہمیشہ ہمیش) جب تک کہ آسمان و زمین قائم ہیں بجز اس کے کہ آپ کا پروردگار چاہے (یہ) عطیہ غیر منقطع ہے۔

''مَادَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ'' اور ''اِلَّا مَاشَاءَ رَبُّكَ'' سے کیا مراد ہے؟ اس سلسلہ میں سلف کے مختلف اقوال ہیں جن کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

۱۔ حضرت ضحاکؒ فرماتے ہیں کہ ''اِلَّا مَاشَآءَ رَبُّكَ'' (مگر جتنا تیرا رب چاہے) یہ استثناء ان لوگوں کے بارے میں ہے جو شروع میں اپنے گناہوں کی سزا بھگتنے کے لئے جہنم میں داخل کئے گئے تھے پھر اس سے نکال کر ان کو جنت میں داخل کر دیا گیا، جتنی مدت وہ جہنم میں رہے اسی کا استثناء کیا جا رہا ہے۔

۲۔ یہ استثناء تمام اہل سعادت (اہلِ جنت) کے حق میں ہے اور

اس سے مراد حساب و کتاب اور حشر میں کھڑے رہنے کی مدت ہے، ظاہر ہے کہ وہ اس وقت جنت میں نہ تھے۔

۳۔ یہ استثناء برائے استثناء ہے، عملی طور پر اللہ ایسا نہ کرے گا۔

۴۔ ''اِلَّا '' یہاں'' سِوٰی '' کے معنی میں ہے، یعنی آسمان وزمین کے دوام کی مدت کے علاوہ بھی مزید جو مدت اللہ چاہے گا، اور مراد خلود ہے، اور اس کی تائید اس کے بعد کے جملہ'' عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ'' (نا ختم ہونے والا عطیہ) سے ہورہی ہے ابن جریر اور ابن قتیبہ بھی اسی کے قائل ہیں۔

۵۔ اس سے مراد برزخ کی مدت ہے جو موت اور بعثت (دوبارہ اٹھائے جانے کے) درمیان کی مدت ہے۔

۶۔ اللہ کی طرف سے وعدہ تو یہی ہے کہ وہ ہمیشہ رہیں گے مگر ان کو یہ احساس دلانے کے لئے کہ یہ ہیشگی بھی ہماری طرف سے ہے تمہاری طرف سے ہم پر لازم نہیں ہے، ہم اگر چاہیں تو اس کے خلاف بھی کر سکتے ہیں اس احساس کو پیدا کرنے کے لئے'' استثناء'' لایا گیا، جیسا کہ قرآن کریم کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر لی ہے'' اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ''(۱) (ہم ہی نے یہ نصیحت (قرآن) اتاری ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں) اس کے باوجود اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے:

وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِیْ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ	اور اگر ہم چاہیں تو جو وحی ہم نے آپ کی طرف کی ہے وہ سلب کرلیں۔

(بنی اسرائیل :۸۶)

گویا یہ بتانا مقصود ہے کہ تمام امور مشیتِ الٰہی کے تابع ہیں جو کچھ ہوا، ہوتا ہے یا ہوگا سب اسی کے حکم اور اسی کی مرضی سے ہوا گا۔

---

(۱)الحجر:۹

۷۔ ''اِلَّا مَاشَآءَ رَبُّكَ ''میں'' مَا '' سے مراد ''مَنْ'' ہے یعنی مدت کا استثناء نہیں بلکہ ان مخصوص اہلِ جنت کا تذکرہ ہے جن کو شروع میں وقتی طور پر اپنے گناہوں کی سزا بھگتنے کے لیئے جہنم میں ڈالا جائے گا، پھر اس سے نکال کر جنت میں داخل کر دیا جائے گا، اور'' ما'' ''من'' کے معنی میں کثرت سے آتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَانْكِحُوْا مَاطَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاءِ (النساء:۳) تو جو عورتیں تمہیں پسند ہوں ان سے نکاح کرلو۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ ''مَا دَامَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْاَرْضُ'' سے کون سے آسمان و زمین مراد ہیں دنیا کے یا آخرت کے؟ تو اس سلسلہ میں اسلاف کے دو قول ہیں:

۱۔ اس سے مراد دنیا کے آسمان و زمین ہیں، اس صورت میں ''اِلَّا'' ''سوی '' کے معنی میں ہوگا یعنی دنیا کے آسمان و زمین کے باقی رہنے کی مدت کے علاوہ بھی جتنی مدت اللہ چاہیں گے اتنی مدت اہلِ جنت جنت میں رہیں گے نتیجہ اس کا خلود ہی ہے،

۲۔ اس سے مراد جنت کے آسمان اور زمین ہیں، اس صورت میں استثناء یا تو مخصوص لوگوں کا ہے اگر'' ما'' سے ''من'' مراد لیا جائے یا برزخ، اور حساب و کتاب کی مدت بعض کے نزدیک دنیا میں قیام کرنے کی مدت کا استثناء ہے اگر'' ما'' سے ''ما ''ہی مراد ہو۔

اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ سب اقوال حقیقت و معنی کے اعتبار سے قریب قریب ہیں جن کے درمیان تطبیق اس طرح دی جا سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اہلِ جنت کے خلود کا اعلان کیا ہے اس وقت کو چھوڑ کر جس میں وہ

جنت میں رہیں گے ہی نہیں، خواہ وہ دنیا میں قیام کا زمانہ ہو یا برزخ کا مرحلہ ہو، قیامت میں حساب و کتاب کی مدت ہو، پل صراط کا وقت ہو یا اپنے گناہوں کی پاداش میں بعض کو کچھ وقت کے لئے جہنم کا منہ دیکھنا پڑے، بہر حال جب وہ جنت میں چلے جائیں گے تو ہمیشہ رہیں گے اور اس سے کبھی بھی ان کو نکالا نہ جائے گا، ان اقوال کو دیکھتے ہوئے آخری بات یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ آیت متشابہ ہے، یعنی اس کے مختلف معانی ہو سکتے ہیں خلود بھی مراد ہو سکتا ہے اور غیر خلود بھی، مگر اس کے بعد کا جملہ ''عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ'' اسی طرح اور بہت سی محکم آیات قرآنیہ اس کے خلود والے معنی کی تعیین کر دیتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ اُكُلُهَا دَآئِمٌ وَّ ظِلُّهَا (الرعد:۳۵)

جنت جس کا وعدہ متقیوں سے ہوا ہے اس کی کیفیت یہ ہے کہ اس کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی، اس کا پھل دائمی ہو گا اور اس کا سایہ (بھی)۔

دوسری جگہ ارشاد ہے،

لَا يَمَسُّهُمْ فِيْهَا نَصَبٌ وَّ مَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ (الحجر:۴۸)

اس کے اندر ان کو کوئی تکلیف چھوئے گی ہی نہیں اور نہ وہ اس میں سے (کبھی) نکالے جائیں گے۔

اہل جنت سے موت کی نفی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ اِلَّا

وہ (اہل جنت)(۱) اس میں (جنت میں)

(۱) یوں تو اہل جہنم کو بھی موت نہیں آئے گی مگر تکلیف و عذاب کی وجہ سے ان کی زندگی کوئی زندگی نہ ہوگی جیسا کہ سورہ اعلیٰ میں فرمایا ''لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى '' (کافر دوزخ میں نہ مرے گا نہ جئے گا) برخلاف اہل جنت کے کہ وہ زندگی کی حقیقی نعمتوں اور لذتوں میں مست رہیں گے (مترجم)

الْمَوْتَةَ الْأُوْلٰى ؕ
(الدخان :٥٦)

موت کا مزہ نہیں چکھیں گے سوائے پہلی موت کے۔

مطلب یہ کہ دنیا میں جو موت ان کو آئی تھی اس کے علاوہ پھر کبھی ان کو موت نہ آئے گی، بلکہ وہ ہمیشہ ہمیش رہیں گے، اس آیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے پہلی آیت کے جملہ ''اِلَّا مَاشَآءَ رَبُّكَ'' کا مطلب بھی زیادہ وضاحت کے ساتھ سامنے آجاتا ہے، جس طرح موت کا زمانہ پہلے گذرا پھر ان کو ابدی زندگی نصیب ہوئی اسی طرح ایک وقت ایسا گذرا جس میں وہ جنت میں نہ تھے پھر ان کو جنت میں خلود حاصل ہو گیا۔

قرآن وحدیث میں بے شمار جگہ جنت اور جہنم کے خلود کا ذکر ہے، جہنم میں خلود صرف کفار ومشرکین کے لئے ہے، رہے گناہگار مؤمنین تو وہ اپنی سزا بھگتنے کے بقدر جہنم میں رہیں گے پھر اس سے ان کو نکال کر جنت میں داخل کر دیا جائے گا، اور جنت میں جنتی ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد اس سے قبل گذر چکا ہے ''جو شخص جنت میں داخل ہوگا وہ نعمتوں میں رہے گا اس پر بدحالی نہ آئے گی وہ ہمیشہ رہے گا کبھی اس کو موت نہ آئے گی''(۱)

ایک روایت میں آپ ﷺ کا یہ قول نقل کیا گیا ہے:

ینادی مناد یاأهل الجنة ان لكم أن تصحوا فلا تسقموا أبدا و أن تشبوا فلا تهرموا أبدا و أن تحيوا فلا تموتوا أبدا
(مسلم كتاب الجنة)

ایک منادی ندا لگائے گا، ارے جنتیو! تم ہمیشہ صحتمند رہو گے کبھی بیمار نہ پڑو گے، ہمیشہ نوجوان رہو گے کبھی تم کو بڑھاپا نہ آئے گا، ہمیشہ زندہ رہو گے کبھی موت نہ آئے گی۔

---

(۱)مسلم كتاب صفة الجنة باب دوام نعيم أهل الجنة

صحیحین میں ایک روایت حضرت ابوسعید خدریؓ کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

يجاء بالموت في صورة كبش أملح فيوقف بين الجنة والنار ثم يقال يا أهل الجنة فيطلعون مشفقين و يقال : يا أهل النار فيطلعون فرحين ، فيقال هل تعرفون هذا فيقولون نعم هذا الموت، فيذبح بين الجنة والنار و يقال ياأهل الجنة خلود فلا موت ، وياأهل النار خلود فلا موت۔
(بخاری کتاب التفسیر ، مسلم کتاب الجنة)

موت کو ایک سفید و سیاہ رنگ والے مینڈھے کی شکل میں لایا جائے گا اور اس کو جنت اور دوزخ کے درمیان کھڑا کر دیا جائے گا، پھر کہا جائے گا ارے جنتیو! وہ ڈرتے ڈرتے جھانکیں گے پھر کہا جائے گا ارے دوزخیو! وہ خوشی خوشی جھانکیں گے، پھر کہا جائے گا کیا تم لوگ اس کو پہچانتے ہو؟ وہ کہیں گے بالکل پہچانتے ہیں یہ تو موت ہے اس کے بعد جنت اور دوزخ کے درمیان اس مینڈھے کو ذبح کر دیا جائے گا، اور اعلان کر دیا جائے گا جنتیو! سن لو اب تمہیں ہمیشہ رہنا ہے موت کا کوئی سوال نہیں، اور دوزخیو! تم بھی سن لو اب تمہیں اس میں ہمیشہ رہنا ہے موت کا کوئی سوال نہیں۔

جنت اور دوزخ کے ابدی ہونے یا فانی ہونے کے سلسلہ میں مجموعی طور پر تین اقوال ہیں (۱) جنت اور دوزخ دونوں فانی ہیں (۲) دونوں ہمیشہ باقی رہنے والے ہیں (۳) جنت باقی رہنے والی اور دوزخ فنا ہونے والی ہے، ذیل میں ہم تفصیل کے ساتھ ہر قول کو اس کے قائل کی نسبت اور اس کے دلائل وغیرہ کے

ساتھ ذکر کریں گے اور ان اقوال میں جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے متعارض ہوں گے ان کا رد بھی کریں گے۔

فرق باطلہ میں مشہور و معروف فرقہ ''جہمیۃ'' کے بانی جہم بن صفوان اور فرقۂ معتزلہ کے سربراہ ابوالھذیل علاف کا کہنا ہے کہ جنت اور دوزخ جس طرح حادث ہیں اسی طرح فانی بھی ہیں، البتہ جہم تو مطلقاً ان دونوں کے فانی ہونے کا قائل ہے اور ابوالہذیل اہل جنت اور اہل دوزخ کی حرکات کا، اس کا کہنا ہے کہ وہ مکمل ساکت و ساکن ہو جائیں گے اور کسی قسم کی کوئی حرکت باقی نہ رہے گی۔

یقیناً جہم بن صفوان اور اس کے متبعین کا یہ قول کتاب و سنت اور اجماع امت کے خلاف ہے اور سراسر گمراہی و ضلالت ہے، امام احمد ابن حنبلؒ کے بیٹے عبداللہ اپنی کتاب ''**السنة**'' میں حضرت خارجہ بن مصعبؒ کا قول نقل کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا، جہمیۃ نے اللہ کی تین آیات کا انکار کیا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔'' اُكُلُهَا دَائِمٌ وَّ ظِلُّهَا '' (۱) (اس کا (جنت کا) میوہ دائمی ہے اور سایہ بھی) اور یہ کہتے ہیں کہ اس کا میوہ اور سایہ دائمی نہیں، دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے'' اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا مَالَهٗ مِنْ نَّفَادٍ '' (۲) (یہ ہے (جنت کی نعمتیں) ہماری دی ہوئی روزی وہ ختم ہونے والی نہیں) اور یہ کہتے ہیں کہ نہیں وہ ختم ہونے والی ہے، تیسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے'' مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ '' (۳) (جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جائے گا اور جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہ جانے والا ہے) اور یہ کہتے ہیں کہ وہ باقی رہنے والا نہیں ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ جہم کے اس عقیدہ کی بنیاد دراصل ایک نہایت بودے اور باطل اصل پر ہے، اس کا یہ کہنا ہے کہ جو حوادث ہیں (بعد

---

(۱) الرعد :۳۵ (۲) ص :۵۴ (۳) النحل :۹۶

میں وجود پانے والے) ان کا لامتناہی وجود نہیں ہو سکتا، جس طرح اجسام، حادث ہیں، عالَم حادث ہے، اور ان کو فنا ہے اسی طرح جنت و دوزخ بھی حادث ہیں اور ان کو بھی فنا ہے، جو چیز شروع میں ماضی میں نہیں تھی بعد میں اس کا وجود ہوا وہ چیز مستقبل میں بھی نہیں رہے گی، گویا کہ اس کے بقول نعوذ باللہ فعل کا دوام اللہ کے لئے مستقبل میں ممتنع ہے اور ماضی میں بھی ممتنع تھا، معتزلہ کے سربراہ ابوالہذیل علاف کا رجحان بھی اسی اصل کی طرف ہے جس پر جہم نے اپنے عقیدہ کی بنیاد رکھی ہے، مگر اس کا کہنا یہ ہے کہ اس اصل کا تقاضہ یہ ہے کہ اہلِ جنت اور اہلِ دوزخ کی حرکات فنا ہوں، کیوں کہ وہی ایک شکل سے دوسری شکل اور یکے بعد دیگرے ایک ہیئت سے دوسری ہیئت اختیار کرتی ہیں اس طرح بالآخر تمام حرکات ختم ہو کر مکمل سکون طاری ہو جائے گا، البتہ اس اصل کو ماننے والوں ہی میں ایک فرقہ ان کی بہ نسبت کچھ معتدل پایا جاتا ہے، اس کا کہنا یہ ہے کہ اگر چہ عقل کا تقاضہ یہی ہے کہ جو چیز حادث ہو اس کا وجود غیر متناہی نہ ہو مگر چوں کہ نصوص میں جنت اور دوزخ کے ہمیشہ رہنے کی صراحت آئی ہے تو خلاف عقل اس کو ماننا ہی پڑے گا، حالاں کہ ان کو یہ خبر نہیں کہ شریعت ایسی چیز پیش نہیں کرتی جو عقلاً محال ہو، یہ اور بات ہے کہ عقل اس کی کنہہ (حقیقت) کے ادراک سے عاجز ہو مگر وہ عقلاً ممکن الوقوع ہوتی ہے۔

خلاصہ یہ کہ جنت اور دوزح کے فانی ہونے کا قول بعد کی بدعت اور ایجاد ہے، صحابہؓ، تابعینؒ، تبع تابعین اور جمہور علماء و ائمہ مسلمین میں سے کسی نے بھی یہ بات نہیں کہی، اور اس کے قائلین نے جس اصل پر اس کی بنیاد رکھی وہ سراسر قیاسِ فاسد ہے، لیکن شبہ میں پڑ کر انہوں نے اس کو حق سمجھ لیا اور اس کی وجہ سے نہ صرف جنت اور دوزخ کے فانی ہونے بلکہ قرآن کے مخلوق ہونے کے قائل ہو گئے اور اللہ کی

صفات کی نفی کرنے لگے حالانکہ کتاب وسنت اور عقل صریح سب اس پر دلالت کرتے ہیں کہ اللہ کی صفات وافعال لامحدود ولا متناہی ہیں، ارشاد ربانی ہے۔

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّي وَ لَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ٥
(الکهف:١٠٩)

(اے محمدؐ) آپ کہہ دیجئے کہ اگر سمندر (سارے کے سارے) روشنائی ہو جائیں میرے پروردگار کی باتیں لکھنے کے لئے تو سمندر ختم ہو جائے گا اور میرے پروردگار کی باتیں ختم نہ ہوسکیں گی اگرچہ ہم ایسا ہی جیسا (اور سمندر) اس کی مدد کے لئے لے آئیں۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

وَلَوْ أَنَّ مَافِي الْأَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ أَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ أَبْحُرٍ مَّانَفِدَتْ كَلِمَاتُ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ٥
(لقمان:٢٧)

اور جتنے درخت زمین بھر میں ہیں اگر یہ سب قلم بن جائیں اور اس سمندر کے علاوہ ساتھ سمندر اور ہو جائیں تو بھی اللہ کے کلمات (کی حکایت) ختم نہ ہو، بیشک اللہ بڑا زبردست ہے، حکمت والا ہے۔

اس آیت کے ذیل میں ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں حضرت ربیع بن انسؒ کا قول نقل کیا ہے فرماتے ہیں ''اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلہ میں تمام بندوں کا علم ایسا ہے جیسے تمام سمندروں کے مقابلہ میں ایک حقیر قطرہ، اسی حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان فرمایا'' وَلَوْ أَنَّ مَافِي الْأَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ'' الآية

جنت کے دوام اور اس کی ابدیت پر تو تمام سلف وخلف اور جمہور اہلِ سنت والجماعت کا اتفاق ہے، جہاں تک جہنم کے دوام اور اس کی ابدیت کا تعلق ہے تو

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ اس سلسلہ میں سلف وخلف کے دو مشہور قول ہیں اور یہ بات معروف ہے کہ تابعین کے درمیان اس سلسلہ میں اختلاف تھا، احقر (مصنفِ کتاب) کا کہنا یہ ہے کہ اس سلسلہ میں صرف دو قول ہی نہیں بلکہ سات اقوال ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ معتزلہ اور خوارج کا قول یہ ہے کہ جو بھی اس میں داخل ہو گیا وہ کبھی بھی اس سے باہر نہ نکلے گا بلا استثناء وہ اس میں ہمیشہ ہمیش رہے گا۔

۲۔ فرقہ اتحادیہ کے امام ابن عربی طائی کا کہنا ہے کہ اہل جہنم کچھ مدت کے لئے تو عذاب کی سختی محسوس کریں گے پھر ان کی فطرت تبدیل ہو کر ''ناری'' ہو جائے گی، جس کی وجہ سے وہ آگ سے لذت حاصل کریں گے، کیوں کہ اب آگ ان کی فطرت سے ہم آہنگ ہو جائے گی وہ اپنی کتاب ''فصوص الحکم'' میں کہتے ہیں کہ اللہ کی تعریف درحقیقت اس کے وعدوں کے سچا ہونے میں ہے نہ کہ اس کی وعیدوں کے پورا ہونے میں، وعید کے سلسلہ میں تو عفو و درگذر کرنا ہی اس ذات کے لئے قابل تعریف ہے، اسی لئے حضرت اسماعیلؑ کی قابلِ تعریف خصائل میں ''صادق الوعد'' (وعدوں کو پورا کرنے والا) کہا گیا ہے، خود اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے مقام حمد میں فرمایا ''فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ'' (۱) (آپ ہرگز اللہ کے بارے میں یہ گمان نہ رکھئے کہ وہ اپنے رسولوں سے وعدہ خلافی کرے گا) اس میں اللہ نے وعید خلافی نہیں کہا، دوسری طرف سیآت (برائیوں) کا ذکر کرتے ہوئے کہا ''وَ نَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّاٰتِهِمْ'' (۲) (اور ہم ان کی سیآت سے درگذر کرتے رہتے ہیں) حقیقت یہ ہے کہ یہ دونوں قول راہ اعتدال سے ہٹ کر افراط و تفریط کے دو کنارے پر

(۱) ابراهیم: ۴۷ (۲) الاحقاف: ۱۶

ہیں، اور نبی کریم ﷺ کی شریعت مطہرہ سے پورے طور پر متعارض ہیں،

۳۔ دشمنانِ اسلام یہود کا کہنا ہے کہ وہ چند دن دوزخ کا عذاب چکھیں گے پھر ان کو باہر نکال لیا جائے گا اور ان کی جگہ دوسرے لوگ اس میں داخل ہوں گے، اس قول کے بطلان پر قرآن و سنت، اجماع صحابہ و تابعین اور ائمہ و علماءِ اسلام سب متفق ہیں:

ان کی اس خوش گمانی اور خود فریبی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن کہتا ہے:

وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗٓ اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَالَا تَعْلَمُوْنَ بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّ اَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓئَتُهٗ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ٥
(البقرة:۸۰۔۸۱)

اور وہ لوگ کہتے ہیں کہ ہرگز آگ ہم کو نہیں چھوئے گی مگر چند گنے چنے دن، آپ کہہ دیجئے کیا تم لوگوں نے اللہ کے پاس سے کوئی عہد لے رکھا ہے کہ وہ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرے گا یا تم اللہ پر ایسی چیز کا بہتان باندھتے ہو جس کو تم جانتے نہیں ہو (ایسا ہرگز نہ ہوگا) بلکہ جس نے کوئی برائی کی ہوگی، اور اس کی غلطیوں نے اسے گھیر لیا ہوگا تو ایسے ہی لوگ اہلِ دوزخ ہیں وہ اس میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُدْعَوْنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتابِ الٰہی سے کچھ حصہ دیا گیا تھا انہیں کتاب اللہ کی طرف بلایا جاتا ہے

يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ وَ هُمْ مُّعْرِضُوْنَ، ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ أَيَّامًا مَّعْدُوْدَاتٍ وَّ غَرَّهُمْ فِيْ دِيْنِهِمْ مَّاكَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ٥
(آل عمران :۲۳)

تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے پھر ان میں سے ایک فریق بے رخی کرتا ہوا منہ پھیر لیتا ہے یہ اس سبب سے کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم کو آگ چھوئے گی بھی نہیں بجز (چند) گنے چنے دن کے، اور جو کچھ یہ تراشتے رہتے ہیں اس نے انہیں دین کے سلسلہ میں دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔

اُن کی خوش گمانی اور خود فریبی ، دوسری بہت سی آیات سے متعارض ہے جن میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اہل کفر کا انجام یہ بتایا ہے کہ وہ جہنم سے باہر نہ آسکیں گے، فرمایا:

كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرَاتٍ عَلَيْهِمْ، وَمَا هُمْ بِخَارِجِيْنَ مِنَ النَّارِ ٥
(البقرة :۱٦۷)

بس اسی طرح اللہ ان کے اعمال کو انہیں (خالی) ارمان (کر کے) دکھائے گا اور وہ دوزخ سے کبھی بھی نہ نکل پائیں گے۔

دوسری جگہ فرمایا:

كُلَّمَآ أَرَادُوْ اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ أُعِيْدُوْا فِيْهَا
(الحج :۲۲)

وہ لوگ جب کبھی گھٹے گھٹے اس سے (جہنم سے) باہر نکلنا چاہیں گے اسی میں ڈھکیل دیے جائیں گے۔

۴۔ بعض کا کہنا یہ ہے کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ جہنم سے سب کے سب نکل جائیں گے، اس میں آگ بدستور باقی رہے گی مگر اس میں کوئی ایسا نہ رہے گا جس کو عذاب دیا جا رہا ہو، ظاہر ہے یہ قول بھی قرآن وسنت سے سو فیصد

متعارض ہے۔

۵۔ جہم بن صفوان اور اس کے ہم نواؤں کا کہنا یہ ہے کہ جنت اور دوزخ دونوں کے دونوں خود بخود فنا ہو جائیں گے، کیوں کہ یہ دونوں عدم سے عالم وجود میں آئے ہیں، اور جو چیز حادث (عدم سے وجود میں آنے والی) ہو وہ ہمیشہ باقی بھی نہیں رہ سکتی اس کے خلاف بھی قرآن وسنت کی بیشمار نصوص گذر چکی ہیں۔

۶۔ اہلِ جنت اور اہلِ جہنم دونوں کی حرکات وسکنات اور ان کی زندگی فنا ہو جائے گی اور وہ بالکل جامد بن کر رہ جائیں گے۔

۷۔ بعض کا کہنا یہ ہے کہ جس اللہ نے اس کو پیدا کیا تھا وہ خود اس کو ایک متعینہ مدت کے بعد فنا کر دے گا، شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ یہ قول کبار صحابہ حضرت عمرؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ وغیرہم سے منقول ہے، مشہور محدث عبد بن حمید اپنی تفسیر میں بالسند حضرت عمرؓ کا یہ قول نقل کرتے ہیں ''اگر اہلِ جہنم جہنم میں صحرائے عالج کے ریت کے برابر بھی رہیں تب بھی کوئی نہ کوئی دن تو ایسا آئے گا جس میں وہ دوزخ سے باہر آجائیں گے'' انہوں نے یہی قول ایک دوسری سند سے بھی ذکر کیا ہے۔ اور دونوں سندیں نہایت طاقتور ہیں، دونوں کے راوی ضبط وعدل کے اعلیٰ معیار پر ہیں اگر یہ بات ان کے نزدیک بدعت اور کتاب وسنت کے مخالف ہوتی تو وہ ضرور اس کو رد کر دیتے، اور حضرت عمرؓ کے قول میں ''اہلِ دوزخ'' سے مراد ظاہر ہے کفار ومشرکین ہی ہیں کیوں کہ جو گناہگار اہل ایمان دوزخ میں جائیں گے ان کے بارے میں تو معلوم ہی ہے کہ وہ اپنی سزا بھگتنے کے فوراً بعد باہر آجائیں گے اور یہ مدت صحرائے عالج کے ریت کے برابر نہیں ہو سکتی، اس قول کو اختیار کرنے

والے یہ بھی کہتے ہیں کہ ہمارا یہ قول ارشادِ الٰہی ''خَالِدِيْنَ فِيْهَا'' (اہلِ دوزخ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے) اور ''وَمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ'' (اہلِ دوزخ اس سے نکالے نہ جائیں) کے منافی نہیں ہے، کیوں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ جب تک دوزخ باقی رہے گی وہ اس سے نکالے نہ جائیں گے لیکن جب اس کی مدت پوری ہو جائے گی اور وہ دنیا کے فنا ہونے کی طرح فنا ہو جائے گی تو نہ اس میں آگ باقی رہے گی نہ عذاب کا وجود ہی رہے گا۔

اس قول کو اختیار کرنے والے جو دلائل دیتے ہیں ان میں سے بعض یہ ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا لِّلطَّاغِيْنَ مَآبًا لّٰبِثِيْنَ فِيْهَا أَحْقَابًا	بے شک دوزخ ایک گھات کی جگہ ہے، سرکشوں کا ٹھکانا ہے جس میں وہ قرنوں رہیں گے۔

(النبأ:۲۳)

وہ کہتے ہیں کہ جو چیز ہمیشہ رہنے والی ہو اس کی ''اَحْقَابًا'' (قرنوں) کے ذریعہ تحدید نہیں کی جا سکتی۔

امام بغویؒ نے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ کا قول نقل کیا ہے کہ ''جہنم پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ اس وقت اس میں کوئی نہ ہوگا، اور یہ زمانہ ''اَحْقَابًا'' (سالہا سال) گذرنے کے بعد ہوگا'' پھر امام بغویؒ اس کی توجیہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر یہ قول ثابت ہو تو اس سے مراد اہلِ سنت کے نزدیک یہ ہے کہ اہلِ ایمان میں سے کوئی باقی نہ رہے گا۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ يَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ، وَقَالَ اَوْلِيَآؤُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَّ بَلَغْنَا اَجَلَنَا الَّذِيْٓ اَجَّلْتَ لَنَا قَالَ النَّارُ مَثْوٰكُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ وَّكَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ (الانعام : ۱۲۸۔۱۲۹)	اور وہ دن (یاد کرنے کے قابل ہے) جب (اللہ) ان سب کو جمع کرے گا (اور کہا جائے گا) اے جماعتِ جنات! تم نے بڑا حصہ لیا انسانوں (کی گمراہی) میں اور انسانوں میں سے ان کے دوست (بھی) کہیں گے، اے ہمارے پروردگار (واقعی) ہم نے ایک دوسرے سے فائدہ حاصل کیا تھا اور ہم آپہنچے اپنی معیادِ معین تک جو تو نے ہمارے لئے معین کی تھی (اللہ) فرمائے گا تمہارا ٹھکانا دوزخ ہے، تم اس میں ہمیشہ رہو گے سوائے اس کے جو اللہ چاہے، بیشک آپ کا پروردگار بڑا حکمت والا ہے، بڑا علم والا ہے،

حضرت علی بن ابی طلحہ الوالبی کی تفسیر میں اس آیت سے متعلق حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ کا قول نقل کیا گیا ہے فرماتے ہیں:

لا ينبغي لأحد أن يحكم على الله فى خلقه ولا ينزلهم جنة ولا نارا	کسی شخص کے لئے روا نہیں کہ مخلوقِ خدا کے سلسلہ میں اللہ پر کوئی فیصلہ تھوپے اور نہ کوئی ان کو جنت یا دوزخ کا مستحق قرار دے سکتا ہے۔

آیت کریمہ میں جو استثناء ''اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰهُ'' آیا ہے اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ دوزخ کو ایک مدت کے بعد خواہ وہ کتنی لمبی ہی سہی فنا کر دیا

جائے گا اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد برزخ اور موقف وغیرہ کی وہ مدت ہے جو جہنم میں داخل ہونے سے پہلے کی ہے تو یہ صحیح نہیں ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا خطاب ''قَالَ النَّارُ مَثْوَاكُمْ'' اس وقت ہے جب وہ جہنم میں داخل ہو چکے ہوں گے، اور ان کا یہ کہنا ''اے ہمارے رب ہم میں سے بعض نے بعض سے فائدہ اٹھایا'' ان کی طرف سے اپنے جرم کا اعتراف ہے، اور اپنے کیئے پر تحسرّ وتاسف (پچھتاوا) ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَأَمَّا الَّذِينَ شَقُوا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ وَّ شَهِيقٌ خَالِدِينَ فِيهَا مَادَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْأَرْضُ إِلَّا مَاشَآءَ رَبُّكَ إِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ (هود: ۱۰۶-۱۰۷)

سو جو لوگ شقی ہیں وہ دوزخ میں ہوں گے، اس میں ان کی چیخ و پکار ہوگی اس میں وہ ہمیشہ ہمیش پڑے رہیں گے جب تک کہ آسمان اور زمین قائم ہیں سوائے اس کے جو آپ کا رب چاہے، بے شک آپ کا پروردگار جو چاہے پورے طور پر کر سکتا ہے۔

مشہور محدث حرب نے اسحاق بن راہویہؒ سے اس آیت کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا اس آیت نے تو قرآن کریم کی ہر قسم کی وعید کو بے اثر سا بنا دیا، اسی طرح کا قول حضرت جابر بن عبداللہؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ، اور بعض دیگر صحابہؓ سے منقول ہوا ہے، ایک روایت میں حضرت عبداللہ بن عمروؓ کا قول نقل کیا گیا ہے فرماتے ہیں کہ ایک دن ایسا آئے گا کہ جہنم کے دروازے آپس میں مل کر آواز کریں گے اس وقت جہنم میں کوئی نہ ہوگا، اسی طرح کی روایت حضرت ابو ہریرہؓ کے بارے میں بھی آئی ہے کہ انہوں نے مذکورہ قول کہنے کے بعد دلیل

میں مندرجہ بالا آیت تلاوت فرمائی، ابن جریرؒ نے اس آیت کی تفسیر میں بعض لوگوں کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اہل جہنم اور اہل دوزخ دونوں کے بارے میں مدّت دوام ذکر کرنے کے بعد استثناء کیا ہے مگر فرق یہ ہے کہ اہل جہنم کے استثناء کو مطلق چھوڑ دیا، اس لئے اس میں زیادتی اور کمی دونوں کا احتمال ہے برخلاف اہل جنت کی مدّت کے کہ اس میں استثناء کے بعد ''عَطَاءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ'' کہا گیا جس سے پتہ چلا کہ ان کا خلود دائمی ہے۔

جن لوگوں نے دوزخ کے ہمیشہ ہمیش رہنے کا قول اختیار کیا ہے ان کے دلائل یہ ہیں:

۱۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ صحابہؓ اور تابعینؒ کا اس پر اتفاق تھا کہ دوزخ ہمیشہ رہے گا، اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں تھا، صحابہ اور تابعین کے بعد اختلاف پیدا ہوا۔

۲۔ قرآن کریم کی بیشمار آیات دوزخ کے ہمیشہ رہنے پر قطعیت کے ساتھ دلالت کرتی ہیں، کہیں اللہ تعالیٰ نے دوزخ کے عذاب کو ''عَذَابٌ مُّقِيْمٌ'' (ہمیشہ قائم رہنے والا عذاب) کہا، کہیں فرمایا ''خَالِدِيْنَ فِيْهَا أَبَدًا'' (وہ اس میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے)، کہیں فرمایا ''وَمَا هُمْ بِخَارِجِيْنَ مِنْهَا'' (وہ دوزخ سے نکالے نہیں جائیں گے) کہیں فرمایا ''اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا'' (بے شک اس کا عذاب چپک کر رہنے والا ہے) کہیں فرمایا ''وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ'' (وہ جنت میں نہیں جاسکتے جب تک کہ اونٹ سوئی کے ناکہ میں نہ چلا جائے)، اسی طرح کی اَن گنت آیات ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ کفار دوزخ میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے، اور وہ اس سے نکالے جائیں گے نہ ان کو موت آئے گی۔

۳۔ احادیثِ مشہورہ میں وارد ہوا ہے کہ جس کے دل میں ایک ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا اس کو انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی سفارش سے دوزخ سے باہر نکال لیا جائے گا کفار کو یہ سفارش حاصل نہ ہوگی، تو اگر ہم یہ کہیں کہ ایک نہ ایک دن کفار بھی اس سے نکل جائیں گے تب اہل ایمان کی کیا خصوصیت رہی؟ تب تو گناہگار مومنین جن کے دل میں ایمان ہے خواہ ایک ذرہ کے برابر ہی سہی اور کفار و مشرکین نتیجہ کے اعتبار سے ہم مرتبہ و ہم منزلت ہو جائیں گے اور یہ عدل الٰہی کے مقتضٰی کے خلاف ہے۔

۴۔ رسول اللہ ﷺ نے جس طرح جنت کے دوام و خلود کے بارے میں بتایا اسی طرح دوزخ کے دوام و خلود کے بارے میں خبر دی اور یہ ضروریاتِ دین (دین کی ضروری اور یقینی باتوں) میں سے ہے جس کے لئے ہمیں کسی قسم کے متعین نصوص کی ضرورت نہیں ہے۔

۵۔ اہلِ سنت والجماعت اسلاف کا متفق علیہ عقیدہ یہی رہا ہے کہ جنت اور دوزخ پیدا شدہ ہیں اور وہ کبھی فنا نہ ہوں گے، ان کے فناء ہونے کا قول دراصل اہلِ بدعت کا قول ہے۔

۶۔ عقل کا تقاضا بھی یہ ہے کہ کفار ہمیشہ ہمیش دوزخ میں رہیں، کیوں کہ نیک و بد، مومن و فاجر زندگی اور موت دونوں برابر نہیں ہو سکتے اگر کوئی دونوں کو برابر سمجھے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو یونہی بیکار پیدا کیا ہے اور اس کا کوئی مقصدِ تخلیق نہیں ہے حالانکہ ایسا ہرگز نہیں ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بہت سی جگہوں پر صراحت کر دی کہ نیک و بد اور کافر و مومن منزلت و مقام میں برابر نہیں ہو سکتے، مومن اور نیک آدمی کو اس کے اچھے اعمال کا اچھا بدلہ ملے گا، اور کافر و فاجر کو اس کے کرتوتوں کی سزا ملے گی، اور یہ بات

حقیقت ہے کہ جس کی موت کفر پر ہوئی اس کا مطلب یہ ہوا کہ کفر اس کی صفت لازمہ (ہمیشہ ساتھ رہنے والی صفت) بن گئی تھی، اسی لئے تو عذاب کی سختی کو دیکھنے کے بعد جب وہ واپسی کی تمنا کرے گا تو اس کی یہ تمنا پوری نہیں کی جائے گی، کیوں کہ اگر اس کو اس کی خواہش کے مطابق دوبارہ دنیا میں بھیج دیا جائے تو پھر وہ کفر کی طرف لوٹ جائے گا، اسی حقیقت کو مندرجہ ذیل آیت میں اللہ تعالیٰ نے پوری وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا:

وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يَا لَيْتَنَا نُرَدُّ وَ لَانُكَذِّبَ بِآيَاتِ رَبِّنَا وَ نَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّاكَانُوا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ وَ لَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَانُهُوْا عَنْهُ وَ اِنَّهُمْ لَكَاذِبُوْنَ ○
(الانعام:۲۷-۲۸)

اور اگر آپ ان کو اس وقت دیکھیں جب یہ دوزخ پر کھڑے کئے جائیں گے اور کہیں گے کاش ہم پھر واپس بھیج دئے جائیں تو ہم اپنے پروردگار کی نشانیوں کو نہ جھٹلائیں اور ہم ایمان والوں میں سے ہو جائیں، ہاں اب ان پر وہ چیز ظاہر ہو کر رہی جسے اس کے قبل چھپایا کرتے تھے، اور اگر یہ لوگ پھر واپس ہی بھیج دیئے جائیں تب بھی یہ وہی کام کریں جس سے ان کو منع کیا گیا تھا اور یقیناً یہ بالکل جھوٹے ہیں۔

مگر جو لوگ اس کے قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ جہنم کو ایک نہ ایک دن فنا کر دیگا وہ مندرجہ بالا دلائل کا جواب اس طرح دیتے ہیں:

آپ کا یہ دعویٰ کہ صحابہؓ و تابعینؒ کا اس پر اجماع تھا کہ جہنم ہمیشہ رہے گا اور کبھی فنا نہ ہوگا یہ دعویٰ بالکل غلط ہے، بلکہ قدیم زمانہ ہی سے اس سلسلہ میں اختلاف پایا جاتا ہے، اس سے قبل ہم نے صراحتاً ذکر کر دیا ہے کہ حضرت عمرؓ،

حضرت ابن مسعودؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابو سعید خدریؓ اور دیگر صحابہؓ سے یہ قول منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہنم کے لئے ایک مدّت متعین کر رکھی ہے جس کے بعد وہ اس کو فنا کر دے گا، اس کے برخلاف آپ لوگوں سے اگر کہا جائے کہ دس یا اس سے کم صحابہ کا نام بتایئے جنہوں نے صراحتاً کہا ہو کہ جہنم کبھی فنا نہیں ہوگا تو آپ کے لئے ان کا نام ذکر کرنا ممکن نہیں ہوگا اسی طرح تابعین بھی اس مسئلہ میں متفق نہیں تھے، بلکہ ان سے دونوں طرح کے اقوال منقول ہیں حقیقت یہ ہے کہ اجماع کی تین قسمیں ہیں جن میں دو متفقہ طور پر قابلِ اعتبار ہیں اور ایک قسم مختلف فیہ ہے، قابلِ اعتبار اجماع میں پہلی قسم یہ ہے کہ ایسی چیز پر اجماع ہو جو معلوم بالضرورۃ (دین کی بنیادی چیزوں اور احکام) میں سے ہو جیسے ارکان اسلام کا وجوب اور ظاہری محرمات کی حرمت، دوسرے ایسی چیز پر اجماع جس کے حکم کی صراحت اہلِ اجتہاد سے منقول ہو، رہا وہ اجماع جس کا قابل اعتبار ہونا مختلف فیہ ہے تو وہ یہ ہے کہ کسی ایک مجتہد کا قول امت میں عام ہو جائے اور کوئی اس پر نکیر نہ کرے سب خاموش رہیں، اس کے معتبر ہونے اور نہ ہونے کے سلسلہ میں علمائے امت کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے، مگر زیر بحث مسئلہ میں تو تینوں اقسام میں سے کسی قسم کا اجماع نہیں پایا جاتا، لہٰذا یہ دعویٰ غلط ہے۔

جہاں تک اس کا تعلق ہے کہ قرآن کریم کی بے شمار آیات اس پر دلالت کرتی ہیں کہ کفار جہنم میں ہمیشہ رہیں گے، اس سے ان کو نہیں نکالا جائے گا، اس میں نہ وہ مریں گے نہ ان کو نکالا جائے گا، جہنم کا عذاب چپک کر رہنے والا ہے وغیرہ وغیرہ تو اس سے کون انکار کرتا ہے، اس کے ہم بھی قائل ہیں، تمام صحابہ اور تابعین بھی اس کے قائل تھے، مگر اس سے یہ کہاں ثابت ہوا کہ جہنم کو فنا نہیں اور وہ ہمیشہ رہے گا اس سے تو زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ جب تک جہنم ہے تب

تک اس کا عذاب چپک کر رہنے والا ہے اور کفار اس سے نکل نہیں سکتے، جب اس کی مدت پوری ہو جائے گی تو اس کو فنا کر دیا جائے گا کوئی اس میں رہے گا ہی نہیں، لہٰذا اہلِ کفر اور اہلِ ایمان کے درمیان فرق یہ ہوگا کہ اہلِ ایمان تو جہنم کے باقی رہتے ہوئے بھی اپنے گناہوں کی سزا بھگتنے کے بعد جہنم سے نکال لئے جائیں گے اور جنت میں داخل کر دیئے جائیں گے اور اہلِ کفر جب تک جہنم باقی رہے گا وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے پھر جب اس کی مدت پوری ہو جائے گی تو اس کو پورا کا پورا فنا کر دیا جائے گا اور کفار کو جنت میں داخل نہ کیا جائے گا۔

آپ نے جو تیسری دلیل دی ہے کہ مشہور احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ کبیرہ گناہوں کے مرتکب اہل توحید جہنم سے نکالے جائیں گے اور مشرکین اسی میں پڑے رہیں گے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم بھی تو اس کو تسلیم کرتے ہیں لیکن اس کا مطلب وہی ہے جو آیاتِ قرآنیہ کے سلسلہ میں بیان کیا گیا کہ اہلِ توحید تو جہنم کے موجود رہتے ہوئے اس سے نکال لئے جائیں گے اور مشرکین جہنم ہی میں رہیں گے جب تک جہنم باقی رہے گا۔

آپ کی چوتھی دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ہم کو بتایا کہ اہل کفر ہمیشہ جہنم میں رہیں گے، اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ جب تک جہنم باقی رہے گا اس وقت تک کفار کا اس میں رہنا ان امور میں سے ہے جو معلوم بالضرورۃ (بنیادی دینی عقائد) ہیں، لیکن یہ کہنا کہ جہنم ابدی ہے اور جنت کی طرح اس کو بھی فنا نہیں ہے تو قرآن وحدیث سے کوئی ایک دلیل بھی اس پر نہیں ہے۔

پانچویں دلیل آپ نے یہ دی تھی کہ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ جنت اور دوزخ دونوں پیدا شدہ ہیں اور دونوں فنا نہیں ہوں گے اور ان دونوں کے فنا کا عقیدہ اہلِ بدعت کا عقیدہ ہے تو اس میں کوئی شک نہیں کہ دونوں

کے بارے میں فنا کا عقیدہ رکھنا اہلِ بدعت جہمیۃ اور معتزلہ وغیرہ کا عقیدہ ہے، صحابہؓ وتابعینؒ میں سے کسی نے یہ قول اختیار نہیں کیا ہے، لیکن تنہا جہنم کے بارے میں فنا اور جنت کے دائمی ہونے کا عقیدہ یہ اہلِ بدعت کا نہیں بلکہ بہت سے صحابہؓ کا مسلک ہے جن کے نام ہم ذکر کر چکے ہیں، اسلاف جہنم و جنت کے درمیان تفریق کرتے تھے، چنانچہ وہ جہنم کو قابلِ فنا اور جنت کو دوامی سمجھتے تھے۔

خلاصہ یہ کہ ''قول مبتدع'' (بدعت والا قول) اس کو کہتے ہیں جو کتاب اللہ، سنت رسول ﷺ، اور اجماع امت کے خلاف ہو، خواہ اجماع صحابہؓ کے زمانہ میں منعقد ہوا ہو یا ان کے بعد، رہا وہ قول جس کی بنیاد کتاب و سنت اور اقوال صحابہ پر ہو تو اس کو اہل بدعت کا قول نہیں کہہ سکتے۔

اور یہ کہنا کہ عقل بھی جہنم کے ہمیشہ ہمیش رہنے پر دلالت کرتی ہے تو یہ غیر اصولی بات ہے، کیوں کہ اس کا تعلق غیبیّات (غیبی چیزوں) سے ہے، اور غیبیّات کے سلسلہ میں عقل بے بس اور لاچار ہے۔ اس میں تو صرف صادق مصدوقؐ کی خبر ہی صحیح رہنمائی کر سکتی ہے، اس سلسلہ میں صحیح بات یہ ہے کہ عقل اجمالی طور پر آخرت اور ثواب وعقاب پر دلالت کرتی ہے لیکن اس کی تفصیلات و جزئیات کا علم صرف نقل کے ذریعہ ممکن ہے، لہٰذا ثواب وعقاب کے دوام وعدم دوام کے سلسلہ میں بھی عقل کوئی فیصلہ نہیں کر سکتی بلکہ نقل کے ذریعہ ہی اس کا علم ہو سکتا ہے، نقل (قرآن حدیث وغیرہ) نے قطعی طور پر ہمیں بتایا کہ اطاعت گذاروں کا ثواب ہمیشہ رہے گا کبھی ختم نہ ہوگا، اسی طرح قطعی طور پر یہ بھی بتایا کہ گناہگار موحدین کی سزا جہنم کے باقی رہتے ہوئے بھی ختم ہو جائے گی لیکن کفار کی سزا ہمیشہ باقی رہے گی اور جہنم کبھی فنا نہ ہوگا یہ مسئلہ متنازع فیہ ہے لہٰذا جس کا قول نقل و نص کے زیادہ قریب ہوگا وہی معتبر مانا جائے گا،

ذیل میں ہم مختلف شرعی و عقلی وجوہ سے جنت اور جہنم کے دوام وخلود کے درمیان تفریق کو واضح کرتے ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے جنت کی نعمتوں کے بارے میں بتایا کہ وہ ہمیشہ رہیں گی، کبھی ختم نہ ہوں گی اور اہل دوزخ کے بارے میں صرف یہ بتایا کہ وہ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے، جب جب وہ اس سے باہر نکلنا چاہیں گے ان کو اسی میں دوبارہ لوٹا دیا جائے گا، جنت کی نعمتوں کی طرح جہنم کے عذاب کے بارے میں خبر نہیں دی گئی کہ وہ دائمی ہوگا اور کبھی ختم نہ ہوگا،

۲۔ تین آیات قرآنیہ ایسی ہیں جن سے جہنم کے عدم ابدیت (ہمیشہ نہ رہنے) کا پتہ چلتا ہے جو اس سے قبل گذر چکی ہیں، ان میں اللہ تعالیٰ نے جہنم کی ابدیت کو "اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰہُ" کے ذریعہ مستثنیٰ کیا ہے اور ایک میں "اَحۡقَابًا" (ہزار ہا سال) کے ذریعہ ابدیت کی تحدید کر دی، اگرچہ ایک آیت میں جنت کی ابدیت کو "اِلَّا مَاشَآءَ رَبُّكَ" (مگر جو تیرا رب چاہے) سے مستثنیٰ کیا ہے مگر آیت کے سیاق سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اس استثناء کی نوعیت پہلے استثناء سے مختلف ہے، پہلے استثناء کے بعد "فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیۡدُ" کہا گیا یعنی اللہ جو چاہے وہ کرنے والا ہے، مطلب یہ کہ اگر وہ جہنم کو ایک مدت کے بعد ختم کرنا چاہے تو وہ اس کے اختیار و ارادہ سے باہر نہیں اس کے بالمقابل جنت کی ابدیت کے استثناء کے بعد کہا گیا "عَطَآءً غَیۡرَ مَجۡذُوۡذٍ" یعنی وہ ختم نہ ہونے والا عطیہ ہے جس سے صاف پتہ چلا کہ جنت کی نعمتیں ختم ہونے والی نہیں ہیں۔

۳۔ تیسرا فرق جنت اور جہنم کا یہ ہے کہ جنت میں وہ اہلِ ایمان بھی جائیں گے جنہوں نے زندگی میں کوئی خیر کا کام نہ کیا ہوگا، مگر اپنے گناہوں کی سزا بھگتنے کے بعد اللہ تعالیٰ ان کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کرے گا، برخلاف

جہنم کے کہ اس اس میں وہ شخص ہرگز نہ جائے گا جس نے کبھی کوئی برا کام نہ کیا ہو۔

۴۔ چوتھا فرق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جنت کے لئے کچھ لوگوں کو پیدا کرے گا اور اس میں ان کو بسائے گا، یہ بات بالکل ثابت اور مسلمہ حقیقت ہے (۱) اور جہنم کے لئے کسی مخلوق کو پیدا نہ کرے گا، اور جس حدیث میں راوی نے جنت کی بجائے دوزخ کو ذکر دیا وہ اس کا وہم ہے (۲)

۵۔ جنت اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مظہر ہے اور جہنم اس کے غصہ کا، اور اللہ کی رحمت اللہ کے غصہ پر غالب ہے، جیسا کہ ابو ہریرہؓ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لما قضى الله الخلق كتب في كتاب فهو عنده موضوع على العرش أن رحمتي تغلب غضبي	جب اللہ تعالیٰ نے تخلیق کا فیصلہ کیا تو ایک نوشتہ میں لکھ دیا جو اس کے پاس عرش پر رکھا ہوا ہے کہ میری رحمت میرے غصہ پر غالب ہے۔

(بخاری کتاب التوحید)

لہٰذا جو چیز اس کی رحمت وخوشنودی کا مظہر ہے اور جو چیز اس کے غصہ اور ناراضگی کا موجب ہے دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔

۶۔ جو چیز رحمت کے لئے ہو وہ مقصود لذاتہ ہوتی ہے، اس لئے اس کو دوام ہوتا ہے اور جو چیز غیظ وغضب اور ناراضگی کے اظہار کے لئے ہو وہ مقصود لغیرہ ہوتی ہے اس کی حیثیت وسیلہ وذریعہ کی ہوتی ہے نہ کہ غایت ومقصد کی اس لئے وہ عارضی ہوتی ہے اور اس کو دوام نہیں ہوتا۔

---

(۱) بخاری کتاب التوحید باب قول الله تعالیٰ "ولا تنفع الشفاعة عنده الا لمن اذن له"

(۲) بخاری کتاب التوحید باب ماجاء فی قول الله تعالیٰ "ان رحمة الله قريب من المحسنين"

۷۔ اللہ تعالیٰ نے جنت کے بارے میں فرمایا "أنت رحمتی أرحم بك من اشاء "(۱) (تو میری رحمت ہے میں تیرے ذریعہ جس پر چاہوں گا رحم کروں گا) اور دوزخ سے کہا " انت عذابی اعذب بك من أشاء" (۲) (تو میرا عذاب ہے میں تیرے ذریعہ جس کو چاہوں گا عذاب دوں گا)

رحمت (جنت) کا وجود اللہ کی ذاتی صفت رحمت سے ہوا، اور اللہ کا عذاب (دوزخ) اللہ کی ذاتی صفت غضب کے نتیجہ میں وجود پذیر ہوا، جب اللہ کی صفتِ رحمت صفتِ غضب پر غالب ہے تو صفتِ رحمت کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی چیز صفتِ غضب کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی چیز پر بدرجۂ اولیٰ غالب ہوگی۔

۸۔ دوزخ درحقیقت خطا کار اور مجرموں کو گناہ وغیرہ سے پاک کرنے کے لئے ہے، اگر کوئی شخص اس دنیا ہی سے اس حال میں گیا ہو کہ اس نے تمام گناہوں سے سچی توبہ کر لی ہو اور پوری زندگی اچھائیوں اور بھلائیوں میں گذاری ہو تو ظاہر ہے اسے وہاں آتشِ جہنم کے ذریعہ دھونے اور پاک کرنے کی ضرورت ہی نہیں رہے گی بلکہ اس کو تو یہ مژدہ سنایا جائے گا، "سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ "(۳) (تم پر سلامتی ہو، تم نے پاکیزگی اختیار کی لہٰذا تم اس میں (جنت میں) ہمیشہ ہمیش کے لئے داخل ہو جاؤ)۔

ہاں اگر کوئی اس دنیا ہی سے گناہ و معصیت کی گندگیوں کو لے کر گیا تو ظاہر ہے اسے پاک صاف کرنے کے لئے جہنم کی بھٹی میں ڈالا جائے گا اور جب وہ ہر قسم کے گناہ اور جرم کی آلائش سے پاک ہو جائے گا تو اس کو جہنم سے نکال لیا جائے گا۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو فطرتِ اسلام (توحید) پر پیدا کیا ہے مگر انسان شیاطین کے بہکاوے، ماحول کے اثر، اور فطرتِ اسلام سے

(۱) اور (۲) بخاری کتاب التوحید (۳) الزمر: ۷۳

منحرف والدین کے کہنے میں آ کر اپنی فطرت کی مخالفت کرتا ہے اور کفر و شرک جیسے گناہِ عظیم میں مبتلا ہو جاتا ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ کافر و مشرک کو جہنم میں ڈالے گا تا کہ فطرتِ سلیمہ میں جو تغیر واقع ہوا ہے اور اس پر جو گرد و غبار آ گئے ہیں جہنم کی آگ سے وہ تمام گندگیاں اور آلائشیں دور ہو جائیں اور جب اللہ کا یہ منشا پورا ہو جائے گا تو اس کی رحمت سے بعید نہیں کہ وہ ان کو باہر نکال لے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو (نعوذ باللہ) کسی انتقامی جذبہ سے مغلوب ہو کر عذاب نہیں دیتا بلکہ ان کو پاک و صاف کرنے کی حکمت سے مبتلائے عذاب کرتا ہے، اگر اس پر کوئی یہ اعتراض کرے کہ گناہگار اہلِ توحید کی طرح ان کا سببِ عذاب عارضی نہیں بلکہ دائمی ہے، لہٰذا جب تک کفر و شرک کا سبب باقی رہے گا ان کو عذاب ہوتا رہے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ”وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ“ (۱) (اگر ان کو (دنیا کی طرف) لوٹا دیا جائے تو یہ (کفر و شرک) کی اُسی حالت کی طرف لوٹ جائیں گے جس سے ان کو منع کیا گیا تھا) لہٰذا معلوم ہوا کہ سارے حقائق اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے باوجود ان کی یہ حالت ختم ہونے والی نہیں ہے، اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں فرمایا گیا کہ قیامت کے دن کہا جائے گا ”اخرجوا من النار من كان في قلبه أدنى مثقال ذرة من خير “(۲) (دوزخ سے ہر اس شخص کو نکال لو جس کے دل میں ایک ذرہ سے کم وزن کے برابر بھی خیر ہو) اس سے معلوم ہوا کہ اگر ان کے پاس ذرہ برابر بھی خیر ہوتا تو یہ لوگ بھی دوزخ سے نکال لئے جاتے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ بیشک یہ بات صحیح ہے کہ جب تک عذاب کا سبب اور موجب پایا جائے گا تب تک ان سے عذاب دور نہیں کیا جائے گا، لیکن سوال یہ

---

(۱) الانعام: ۲۸ (۲) بخاری کتاب الایمان باب تفاضل اهل الایمان فی الاعمال

ہے کہ کیا ان کے کفر وشرک کی حالت ایسی ہے جس کا زائل ہونا ناممکن ہے، کیا ان کا کفر وشرک ان کے اجزائے ترکیبی سے جڑا ہوا ہے کہ اس کو الگ نہیں کیا جا سکتا یا یہ ایک عارضی چیز ہے جو ان کی فطرت سلیمہ پر گرد کی طرح چڑھ گئی ہے اور اس کو کبھی نہ کبھی زائل کیا جا سکتا ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ عارضی اور وقتی چیز ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے سب کو حنیفیت (فطرتِ اسلام توحید) پر پیدا کیا ہے، لیکن شیطان نے بہکا کر ان کو کفر وشرک میں مبتلا کر دیا، تو جب اللہ کی پیدا کردہ فطرت (توحید پرستی) میں تغیر ہو سکتا ہے اور حق پسندی کی طبیعت کفر وشرک میں بدل سکتی ہے تو کفر وشرک کی حالت کسی دوسری چیز سے کیوں نہیں بدل سکتی، تمہارا یہ کہنا صحیح ہے کہ ان کی اس حالت (کفر وشرک کی حالت) میں اگر ان کو دنیا میں لوٹا دیا جائے تو وہ بجائے مومن وصالح بننے کے پھر کفر ومعصیت میں مبتلا ہو جائیں گے۔ لیکن کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ جب ان کو عذاب دینے کے پیچھے اللہ کی جو حکمت و مصلحت ہے یعنی ان کو پاک وصاف کرنا وہ مصلحت جب پوری ہو جائے تو اللہ تعالیٰ ان کی اس حالت کو کسی اور حالت میں بدل دے، اس طرح ان کا سببِ عذاب یعنی کفر وشرک ختم ہو جائے گا اور پھر نتیجۃً ان کا عذاب بھی ختم ہو جائے گا، کیوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو عذاب دیکر (نعوذ باللہ) اپنے جذبۂ انتقام کو تسکین نہیں دینا چاہتا جس طرح دنیا میں مظلوم اپنے ظالم سے بدلہ لینا چاہتا ہے، بلکہ وہ تو ان کی مصلحت کو سامنے رکھتے ہوئے عذاب دیتا ہے جیسا کہ دنیا میں حدود شرعیہ کی تنفیذ کے ذریعہ بھی وہ بندوں کی مصلحت اور مفاد کی تکمیل چاہتا ہے اس کی مثال تو تقریبا ایسی ہی ہے کہ طبیب کبھی کبھی مریض کو آگ سے داغتا ہے تا کہ اس کا مرض ختم ہو جائے اور کبھی اس کے کسی عضو کو کاٹنے کی ضرورت پیش آئے تو اس کو بھی کر گذرتا ہے حالانکہ مریض کو اس سے سخت تکلیف پہونچتی ہے، لیکن اس کے تندرست جسم پر

خطرناک مرض لاحق ہونے کی وجہ سے ایسا کرنا پڑتا ہے، جب مادی اور ظاہری امراض کا علاج کرنے کے لئے تکالیف دی جاسکتی ہیں تو کیا روحانی اور باطنی امراض اور انسان کی فطرت سلیمہ پر آنے والے گرد وغبار دور کرنے کے لئے اس کو دوزخ کی بھٹی میں نہیں ڈالا جاسکتا؟ خلاصہ یہ کہ اللہ کا عذاب بندوں کے مفاد ہی کے لئے ہے نہ کہ جذبۂ انتقام کو ٹھنڈا کرنے کے لئے اور اس کی رحمت سے بعید نہیں کہ جب عذاب کی مصلحت پوری ہو جائے تو وہ اس کو ختم کردے۔

۹۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو سزا اس لئے نہیں دیتا کہ (نعوذ باللہ) اس کو اس کی ضرورت ہے یا اس سے اس کو کوئی فائدہ پہونچتا ہے نہ وہ اس لئے سزا دیتا ہے کہ اس کے ذریعہ اپنے کو (نعوذ باللہ) کسی متوقع نقصان سے بچانا چاہتا ہو، اللہ تعالیٰ کی ذات عالی تو اس قسم کے تمام عیوب ونقائص سے پاک ہے، لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ وہ بلا فائدہ خواہ مخواہ اپنے بندوں کو عذاب دیتا ہے، کیوں کہ وہ عبث کام بھی نہیں کرتا، واقعہ یہ ہے کہ وہ عظیم حکمت ومصلحت کی تکمیل کے لئے عذاب دے گا، وہ حکمت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ اہل جنت کی آنکھوں کو ٹھنڈا کیا جائے اور ان کے اندر نعمتِ جنت کی قدر شناسی کا جذبہ پیدا ہو، یہ بھی اس کی حکمت ہوسکتی ہے کہ ان بدبخت اہلِ دوزخ کو کفر ومعصیت کی گندگیوں سے پاک اور صاف کیا جائے، یہ بھی بعید نہیں کہ دونوں مصلحتوں کے پیشِ نظر عذاب دیا جائے بہرحال کوئی بھی مصلحت ہو اس کی تکمیل کے لئے دوام واستمرار ضروری نہیں بلکہ اتنی مدت تک عذاب دینے سے بھی وہ مقصد پورا ہو جاتا ہے جتنی اس مصلحت کی تکمیل کے لئے ضروری ہے۔

۱۰۔ اللہ تعالیٰ کی رضا اور رحمت دونوں اس کی صفات ہیں، جو کسی بھی حال میں اس سے جدا نہیں ہوسکتیں، برخلاف غضب کے کہ وہ اس کی صفات فعلیہ میں سے ہے، حسب موقع و مصلحت اللہ کی طرف سے اس کا ظہور ہوتا ہے، لہذا اہلِ جہنم پر غصہ بھی ہمیشہ نہیں رہے گا بلکہ جب سببِ غضب دور ہو جائے گا تو غضب بھی دور ہو جائے گا اور جب غضب دور ہو جائے گا تو اہلِ جہنم سے عذاب بھی دور ہو جائے گا اور ان کو عذاب دینا بھی درحقیقت ایک قسم کی رحمت ہی ہے، جس طرح ڈاکٹر کسی مریض کا عضو کاٹتا ہے تا کہ وہ فاسد مواد ختم کیا جا سکے جس کی وجہ سے مریض تکلیف میں مبتلا ہے، مآلاً یہ چیز اس کے حق میں رحمت ہے، جس طرح دنیا میں چوری زنا وغیرہ پر جو حدود جاری کی جاتی ہیں درحقیقت وہ اس شخص کے لئے سزا ہونے کے ساتھ ساتھ رحمت بھی ہیں جن پر وہ نافذ کی جاتی ہیں۔

۱۱۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عفو و درگذر انتقام و سزا سے زیادہ پسندیدہ ہے، اور فضل و احسان، عدل و انصاف کے مقابلہ میں زیادہ محبوب ہے، یہی وجہ ہے کہ اس نے بیشمار انبیاء و رسل اور متعدد کتابیں بھیجیں تا کہ اس کے بندے صحیح راستے پر چلیں اور جہنم سے بچ جائیں، لہٰذا قیامت کے دن جب اہلِ جہنم دیکھ لیں گے کہ انہوں نے اللہ کی نافرمانی کی، اس کے بتائے ہوئے راستہ پر نہ چلنے کی وجہ سے ان کو یہ عذاب بھگتنا پڑ رہا ہے اور سوائے اللہ کے کوئی ان کو اس عذاب سے نجات نہیں دے سکتا تو وہ اس کے سامنے گڑگڑائیں گے، اپنے گناہوں کا اعتراف کریں گے، اس سے رحمت کی بھیک مانگیں گے تو اس ذات رحیم و کریم سے کیا بعید ہے کہ اس کا بحرِ رحمت جوش مارے اور وہ ان کے ساتھ عفو و درگذر کا معاملہ کرے، بعض احادیث بھی اس کی طرف اشارہ کرتی ہیں، امام احمدؒ نے اپنی

مسند میں حضرت اسود بن سریعؓ کی روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا "قیامت کے دن چار قسم کے آدمی لائے جائیں گے، ایک بہرا جس کو کچھ سنائی نہیں دیتا تھا، دوسرا احمق، تیسرا کھوسٹ بوڑھا، چوتھا وہ شخص جو اسلام سے پہلے کے زمانہ (فترہ) میں مر گیا ہو، بہرا کہے گا اے میرے رب! مجھ پر اسلام اس حالت میں آیا کہ مجھے کچھ سنائی نہیں دیتا تھا، احمق کہے گا، اے میرے خدا! مجھ پر اسلام اس حالت میں آیا تھا کہ بچے مجھے مینگنیاں پھینک کر مارتے تھے، کھوسٹ بوڑھا کہے گا خدایا! میں نے اسلام کو اس حالت میں پایا کہ مجھے ذرہ برابر عقل نہیں تھی اور جو فترہ میں مر گیا ہو گا وہ کہے گا اے میرے خدا! میرے پاس تو تیرا کوئی رسول آیا ہی نہیں، تو اللہ تعالیٰ ان سے عہد و پیمان لے گا کہ ٹھیک ہے لیکن آئندہ میری بات ضرور ماننا، (وہ اقرار لیں گے) پھر اللہ تعالیٰ ان کو کہلوا بھیجے گا کہ جہنم میں چلے جاؤ، آپ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمدؐ کی جان ہے اگر وہ اس میں داخل ہو جائیں گے تو وہ (آگ) ان کے لئے ٹھنڈی اور باعث سلامتی ہو جائے گی (۱) اسی طرح کی ایک اور روایت حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے جس میں اتنا اضافہ ہے کہ جو اس میں داخل نہ ہو گا وہ گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا،

اسی سے ملتی جلتی ایک روایت عبداللہ ابن مبارک نے حضرت ابو ہریرہؓ کی نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دو آدمی جہنم میں داخل ہونے کے بعد خوب زور زور سے چیخ و پکار کریں گے، اللہ تعالیٰ حکم دے گا ان دونوں کو باہر نکالا جائے چنانچہ ان کو باہر نکال لیا جائے گا تو اللہ تعالیٰ ان سے کہے گا تم اتنی زور زور سے کیوں چیخ رہے تھے وہ کہیں گے ہم اس لئے چیخ رہے تھے تا کہ تو ہم پر رحم

---

(۱) مسند احمد

کردے، اللہ تعالیٰ کہے گا میرا رحم اس صورت میں ہوگا کہ تم دونوں جاؤ اور دوبارہ اپنے آپ کو اسی جگہ ڈالدو جہاں تم تھے، وہ دونوں وہاں سے چلدیں گے تو ان میں سے ایک تو اپنے کو آگ میں ڈالدے گا، اللہ تعالیٰ اس کے واسطے اس کو ٹھنڈی اور باعث سلامتی بنا دے گا، دوسرا وہیں کھڑا ہو جائے گا اور اپنے آپ کو آگ میں نہ ڈالے گا، اللہ تعالیٰ پوچھے گا تم نے اپنے آپ کو آگ میں کیوں نہیں ڈالدیا جیسا کہ تمہارے ساتھی نے کیا، وہ کہے گا اے میرے خدا! میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ ایک مرتبہ آگ سے نکال دینے کے بعد دوبارہ مجھ کو اس میں نہ لوٹا اللہ تعالیٰ فرمائے گا تمہاری درخواست قبول کی جاتی ہے اس طرح وہ دونوں اللہ کے رحم وکرم سے جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

اس طرح کی روایات سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ کی رحمت اور اس کے فضل وکرم سے کوئی بعید نہیں کہ وہ اہل دوزخ کو ایک مدت کے بعد خواہ وہ کتنی لمبی ہی سہی نکال لے۔

۱۲۔ نعمت اور ثواب دراصل اللہ کی رحمت ومغفرت اور اس کے عفو وکرم کے نتیجہ میں ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ اس کی نسبت اپنی ذات عالی کی طرف کرتا ہے برخلاف عذاب وعقاب کے کہ وہ اللہ کے اسماء وصفات میں سے نہیں ہیں بلکہ اس کی مخلوقات ومفعولات (اس کے ذریعہ انجام پانے والے افعال) میں سے ہیں، اسی لئے اللہ کو مُعاقِب (سزا دینے والا) یا مُعذّب (عذاب دینے والا) نہیں کہا جاتا، اس فرق کو قرآن کریم کی بہت سی آیات میں واضح کیا گیا ہے، ایک جگہ ارشاد فرمایا:

نَبِّئْ عِبَادِي أَنِّيٓ أَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ، وَ أَنَّ عَذَابِيْ هُوَ — (اے محمدؐ) آپ میرے بندوں کو بتادیجئے کہ میں بہت زیادہ معاف کرنے والا رحم

الْعَذَابُ الْأَلِيْمُ ٥
(الحجر: ۴۹-۵۰)

کرنے والا ہوں اور یہ (بھی) کہ میرا عذاب دردناک عذاب ہے۔

دوسری جگہ کہا گیا:

اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيْعُ الْعِقَابِ وَ اِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ٥
(الأعراف: ۱۶۷)

بیشک آپ کا رب بہت جلد سزا دینے والا ہے اور وہ بہت زیادہ معاف کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔

لہٰذا جب رحمت اس کی دائمی صفت ہے تو اس کے نتیجہ میں آنے والی چیز بھی دائمی ہوگی اور اس کا غصہ اور ناراضگی دائمی صفت نہیں بلکہ اس کی مخلوقات ومفعولات میں سے ہے جو بندوں کی مصلحت کے پیش نظر ظہور پذیر ہوتی ہے اس لئے اس کے نتیجہ میں آنے والی چیز بھی دائمی نہیں ہوسکتی۔

۱۳۔ تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ اور اس کے اسماء وصفات کے بارے میں علم ومعرفت رکھنے والی شخصیت حضرت محمد ﷺ نے دعائیہ کلمات میں ارشاد فرمایا "وَالشَّرُّ لَيْسَ اِلَيْكَ" (۱) (اے اللہ تیری طرف شرک کی نسبت نہیں کیجاتی) اس کا وہ مطلب لینا صحیح نہیں جو بعض حضرات اس کی تشریح کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اے اللہ! شر کے ذریعہ سے تیری قربت حاصل نہیں کی جاسکتی، بلکہ اس کا صحیح مطلب یہی ہے کہ شرک کی نسبت خداوند قدوس کی طرف نہیں کی جاتی کیوں کہ اس کی ذات کمال مطلق کے ساتھ متصف ہے، اور اس کے تمام اوصاف وکمالات لائقِ تعریف وتحمید ہیں، سزا دینا اس کا فعل نہیں بلکہ اس کی مخلوقات ومفعولات میں سے ہے، اور ظاہر ہے کہ اس کی مخلوقات ومفعولات اس کے ساتھ قائم بالذات نہیں بلکہ علیحدہ الگ چیز ہیں، لہٰذا شر اس کے ساتھ

---

(۱) مسلم كتاب صلوة المسافرين

قائم بالذات نہیں بلکہ اس کی تخلیق کسی نہ کسی مصلحت کے پیش نظر ہوتی ہے، جب وہ مصلحت پوری ہو جائے گی تو اس کا وجود بھی ختم ہو جائے گا، اور ظاہر ہے جہنم بھی شرور میں سے ہے جس کی تخلیق اس مصلحت کے لئے ہے جس کا ذکر کئی بار آچکا ہے لہذا جب جہنم سے اللہ کا مقصود حاصل ہو جائے گا تو اس کے وجود کو مٹا دیا جائے گا۔

۱۴۔ اللہ تعالیٰ کے افعال حکمت، رحمت اور مصلحت و عدل سے خالی نہیں ہیں، وہ کوئی کام بے سود اور بے مقصد نہیں کرتا لہٰذا اس کا اپنے بندوں کو عذاب دینا بھی کسی نہ کسی مصلحت اور مقصد سے ہوگا، اگر اس مصلحت کا تعلق عذاب دئے جانے والے بندوں سے ہے تو یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ جونہی وہ مصلحت پوری ہو جائے گی ان کے عذاب کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا، اور اگر اس مصلحت کا تعلق اس سے ہے کہ ان کو عذاب میں مبتلا دیکھ کر اہل جنت کو اطمینان قلب اور نعمتوں کی قدر دانی کا احساس ہو تو اس کے لئے یہ بھی ضروری نہیں کہ دائمی عذاب دیکر ہی یہ مصلحت پوری ہو، اس پر اگر تم یہ کہو اللہ کا اپنے بندوں کو عذاب دینا بر بنائے مصلحت نہیں تو یہ غیر معقول بات ہے اور اگر تم کہو کہ محض اس کی مشیت کی وجہ سے عذاب ہوگا جس کی حکمت تلاش کرنے کی ضرورت نہیں تو اس کے دو جواب ہیں:

پہلا جواب تو یہ ہے کہ اللہ احکم الحاکمین ہے، سارے جہانوں کا پالنہار ہے، اس کی ذات عالی سے کس طرح ممکن ہے کہ اس کے افعال حکمت و مصالح سے خالی ہوں، یہ بات قرآن و سنت اور عقلی و فطری دلائل کے خلاف ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر ہم یہی کہیں کہ محض اس کی مشیت سے عذاب ہوگا تو یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اس کا خاتمہ بھی اس کی مشیت سے ہوگا، اللہ کی

مشیت کے لئے دونوں امر برابر ہیں۔

۱۵۔ جہنم کے عذاب کا ذکر کرتے ہوئے کہیں " عَذَابُ يَوْمٍ مُّقِيمٍ " (ہمیشہ رہنے والے دن کا عذاب) کہیں " عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيمٍ " (عظیم دن کا عذاب) اور کہیں " عَذَابُ يَوْمٍ اَلِيمٍ " (دردناک دن کا عذاب) کہا گیا مگر جنت کی نعمتوں کا ذکر جس جگہ بھی آیا ہے ان کو کسی دن کے ساتھ خاص نہیں کیا گیا، اور یہ بات ثابت ہے کہ قیامت کا ایک دن اپنے اپنے جرائم کے اعتبار سے کسی کے لئے پچاس ہزار سال کے برابر اور کسی کے لئے ایک ہزار سال کے برابر ہوگا۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ دنیا ایک فانی اور عارضی شی ہے اور عذاب اسی فانی و عارضی شی کو ترجیح دینے اور رضاء الٰہی کے ترک کرنے کی وجہ سے ہوگا، پس جس طرح دنیا فانی ہے اسی طرح اس کی وجہ سے ہونے والا عذاب بھی فانی و عارضی ہوگا، برخلاف جنت کے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کی وجہ سے ملے گی، تو جس طرح اللہ کی ذات دائمی اور ابدی ہے اسی طرح اس کی رضا سے حاصل ہونے والی جنت بھی دائمی اور ابدی ہوگی۔

۱۶۔ صحیحین میں حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت جو شفاعت سے متعلق ہے کافی لمبی ہے اس کا ایک ٹکڑا یہ ہے:

شفعت الملائكة ، و شفع النبيون، و شفع المؤمنون، ولم يبق الا أرحم الراحمين، فيقبض قبضة من النار، فيخرج منها قوما لم يعملوا	فرشتے سفارش کر چکے ہوں گے، انبیاء سفارش کر چکے ہوں گے، اور مومنین بھی سفارش کر چکے ہوں گے، اور اب سوائے ارحم الراحمین کے کوئی باقی نہیں رہا ہوگا، تو اللہ تعالیٰ دوزخ سے ایک مٹھی بھر لوگوں کو

خيرا قط، قد عادوا حمما ، فيلقيهم في نهر في افواه الجنة يقال له نهر الحياة فيخرجون كما تخرج الحبة في حميل السيل ۔
(بخاری کتاب التوحید)

نکالے گا، وہ ایسے لوگ ہوں گے جنہوں نے کبھی کوئی خیر کا کام نہ کیا ہوگا، وہ جل کر کوئلہ ہو چکے ہوں گے، تو اللہ ان کو جنت کے دہانوں میں ایک نہر کے اندر ڈالے گا جس کا نام "نہر الحیاۃ" (زندگی کی نہر) ہوگا۔

یہ دیکھ کر اہلِ جنت کہیں گے یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی عمل اور خیر کا کام کئے ہوئے جہنم سے چھٹکارا دیدیا اور جنت میں داخل کر دیا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل اور رحمت کی بنا پر ایسے لوگوں کو جہنم سے بچائے گا جن کے دلوں میں ذرہ برابر خیر نہیں ہوگا، اسی سے ملتی جلتی بات اس حدیث میں بھی ہے جس میں وارد ہوا ہے کہ ایک شخص نے اپنے گھر والوں کو وصیت کی تھی کہ مرنے کے بعد اس کو جلا دیں اور خشکی وتری میں اس کی خاک بکھیر دیں، وہ یہ سمجھ رہا تھا کہ اس طرح وہ اللہ کے عذاب سے نجات پا جائے گا، گویا اس کو اللہ کی قدرت اور معاد کے متعلق شک تھا اور اس نے کبھی کوئی خیر کا کام نہ کیا تھا، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی رحمت سے بخش دیا کیوں کہ جب اللہ تعالیٰ نے اس سے پوچھا کہ تو نے ایسا کام کیوں کیا تھا تو اس نے جواب دیا، تیرے خوف اور ڈر کی وجہ سے ایسا کیا حالانکہ تو اچھی طرح جانتا ہے(۱)

حضرت انسؓ کی حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اللہ تعالیٰ فرمائے گا ہر اس شخص کو دوزخ سے نکال لو جس نے ایک دن بھی مجھ کو یاد کیا ہو اور کسی بھی جگہ مجھ سے ڈرا ہو" (۲) یہ حضرات کہتے ہیں کہ ایسا کون شخص

---

(۱) بخاری کتاب التوحید ، مسلم شریف کتاب التوبة (۲) کنز العمال

ہوگا جس نے زندگی بھر کبھی کسی دن بھی اللہ کو یاد نہ کیا ہو اور کسی گھڑی بھی اس سے نہ ڈرا ہو، اور اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ جب اللہ محض اپنی رحمت سے ایسے لوگوں کو بخش دے گا تو اس میں کون سی تعجب کی بات ہے کہ وہ کریم ذات دوزخ کو بھی فنا کردے۔

۱۷۔ جب بندہ اپنے گناہ اور جرائم کا دل سے اعتراف کرے گا اور ہر قسم کی برائی کی نسبت اپنی طرف اور عدل وانصاف، رافت ورحمت اور کمال مطلق کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرے گا تو ضرور بالضرور رحمت الٰہی اس کی طرف متوجہ ہوگی۔

اور جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر رحم کرنا چاہے گا تو اس کے دل میں القاء کردے گا کہ وہ اپنے گناہوں کا اعتراف کرے اور اقبالِ جرم کے ساتھ ساتھ عزمِ مصمم کرے کہ آئندہ ایسا نہیں کرے گا،

معجم طبرانی میں حضرت ابوامامہؓ کی روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جنت میں سب سے اخیر میں داخل ہونے والا وہ شخص ہوگا جو پل صراط پر پیٹ کے بل الٹتا پلٹتا رہے گا جیسے کوئی بچہ ہو جس کو اس کا باپ پیٹ رہا ہو اور وہ اس سے بھاگنا چاہے، یہ شخص اپنے عمل کی کوتاہی کی وجہ سے دوڑ نہیں پائے گا، وہ عرض کرے گا اے میرے رب! مجھ کو جنت میں پہونچا دے اور دوزخ سے نجات دیدے، تو اللہ تعالیٰ اس کے دل میں ڈالے گا، میرے بندے! اگر میں تجھ کو دوزخ سے نجات دیدوں اور جنت میں داخل کردوں تو کیا تو میرے سامنے اپنے گناہ اور غلطیوں کا اعتراف کرے گا، بندہ کہے گا اے میرے رب! تیری عزت وجلال کی قسم! اگر تو نے مجھ کو جہنم سے نجات دیدی تو میں ضرور بالضرور تیرے سامنے اپنے گناہوں کا اقرار کرلوں گا، وہ پل پار کر جائے گا، پھر بندہ اپنے دل میں سوچے گا اگر میں نے اپنے جرم اور لغزشوں کا اعتراف کرلیا تو اللہ تعالیٰ

ضرور مجھ کو دوزخ میں ڈال دے گا پھر اللہ تعالیٰ القاء کرے گا، میرے بندے! تو اپنے گناہ اور غلطیوں کا اعتراف کر میں تجھے بخش دوں گا اور تجھ کو جنت میں داخل کردوں گا، بندہ کہے گا: تیرے عزت وجلال کی قسم! میں نے کبھی کوئی گناہ کیا ہی نہیں نہ میں نے کبھی کوئی غلطی کی ہے، اللہ تعالیٰ کہے گا، میرے بندے! تیرے خلاف میری دلیل موجود ہے، بندہ دائیں اور بائیں دیکھے گا تو اسے کوئی نظر نہ آئے گا، وہ کہے گا اے میرے رب! مجھے اپنی دلیل دکھا، تو اللہ تعالیٰ اس کے چمڑے سے چھوٹے چھوٹے گناہ کہلوادے گا جب بندہ یہ سب دیکھے گا تو کہے گا، اے میرے رب! تیری عزت کی قسم! میں نے اس سے بڑے بڑے گناہ بھی کئے ہیں، اللہ تعالیٰ کہے گا میں ان گناہوں کو تجھ سے زیادہ جانتا ہوں، تو میرے سامنے ان کا اعتراف کرلے میں تیری مغفرت کردوں گا اور تجھ کو جنت میں داخل کردوں گا، بندہ اپنے گناہوں کا اعتراف کرلے گا اور جنت میں داخل ہوجائے گا، پھر رسول اللہ ﷺ کھلکھلا کر ہنس پڑے، آپ ﷺ نے فرمایا، یہ سب سے ادنی درجہ والے جنتی کا مقام ہے تو اس سے اوپر والے درجہ والوں کا کیا مقام ہوگا، (۱)

خلاصہ یہ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں کی طرف سے یہ چاہتا ہے کہ وہ اس کے سامنے عاجزی کا اظہار کریں اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہوئے اس کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کریں، جتنی مدت تک اہلِ دوزخ اپنے گناہوں کا اعتراف نہیں کریں گے اتنی مدت تک رحمت الٰہی ان کی طرف متوجہ نہ ہوگی، اور جب اللہ ان کے ساتھ خیر کا معاملہ کرنا چاہے گا تو ان کے دل میں یہ بات ڈال دے گا کہ وہ اقبال جرم کرلیں تاکہ اللہ تعالیٰ ان کی عاجزی وانکساری کو دیکھ کر انہیں بخش دے۔

---

(۱) معجم الطبرانی الکبیر

۱۸۔ اللہ تعالیٰ نے بہت سے کبیرہ گناہوں کی سزا یہ بتلائی ہے کہ اس کا مرتکب دوزخ میں ہمیشہ ہمیش رہے گا، اس کے باوجود تمام اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ اس سے مراد مکث طویل "زیادہ دنوں تک ٹھہرنا" ہے۔ خلود حقیقی "حقیقت میں ہمیشہ ہمیش رہنا" مراد نہیں ہے یہاں اس کی چند مثالیں درج کی جاتی ہیں، پہلی مثال قتل عمد کی ہے، جان بوجھ کر کسی کو قتل کرنے والے کی سزا اللہ تعالیٰ نے یہ بتلائی ہے:

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَ أَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا (النساء:۹۳)

اور جو شخص کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے گا تو اس کا بدلہ جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیش رہے گا اور اس پر اللہ کا غضب اور اس کی لعنت ہوگی اور اس نے اس کے لئے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے

دوسری مثال خودکشی کی ہے۔ حدیث صحیح میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نقل ہوا ہے:

من قتل نفسه بحديدة ، فحديدته في يده يتوجأ بها في نار جهنم خالدا مخلدا فيها أبدا ، (نسائی)

جس نے کسی دھاردار چیز سے خودکشی کی تو وہ دھاردار چیز اس کے ہاتھ میں ہوگی جس سے وہ جہنم کی آگ میں اپنے آپ کو مارتا رہے گا اور وہ اس میں ہمیشہ ہمیش رہے گا۔

ایک روایت میں یہ ہے کہ خودکشی کرنے والے کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

بادرني عبدي بنفسه

میرے بندے نے اپنی جان کے سلسلہ

حرمت عليه الجنة ، (بخاری کتاب الأنبياء)

میں مجھ سے آگے بڑھنے کی کوشش کی میں نے اس پر جنت کو حرام کردیا۔

تیسری مثال اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کرنے والے کی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدِيْنَ فِيْهَا أَبَدًا٥ (الجن:۲۳)

اور جولوگ اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کریں گے تو ان کے لئے جہنم کی آگ ہے وہ اس میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔

گزشتہ آیات واحادیث میں مرتکب کبیرہ کے لئے آتش جہنم میں ہمیشہ ہمیش رہنے کی وعید آئی ہے، اس کے باوجود اہلِ سنت والجماعۃ کے متفقہ مسلک کے مطابق کبھی نہ کبھی اس کا عذاب منقطع ہو جائے گا، کیوں کہ صاحب توحید ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا تو جب توحید کی وجہ سے جو بندہ کا اپنا عمل ہے اس کا عذاب منقطع ہوسکتا ہے تو کفار کا عذاب اللہ کی رحمت خاصہ کی وجہ سے کیوں نہیں ختم ہوسکتا، جب کہ اللہ کی رحمت اتنی زیادہ وسیع ہے کہ اگر کافر کو معلوم ہو جائے کہ اللہ کی رحمت کتنی بے پایاں ہے تو وہ کبھی اس سے مایوس نہ ہو، جیسا کہ بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس دن رحمت کو پیدا کیا تو اس کے سو حصے بنائے، ایک حصہ دنیا میں اتارا جس سے اس کی تمام مخلوق آپس میں محبت کرتی ہے اور ننانوے حصے اپنے پاس رکھے، اس روایت کے اخیر میں یہ الفاظ ہیں:

فلو يعلم الكافر بكل الذى عند الله من الرحمة لما أيس من الجنة ، ولو يعلم المسلم بكل الذى عند الله

اگر کافر کو معلوم ہو جائے کہ اللہ کے پاس کتنی رحمت ہے تو وہ جنت سے مایوس نہ ہو اور اگر مسلمان کو پتہ چل جائے کہ اللہ کے پاس کتنا عذاب ہے

من العذاب لم يأمن من النار	تو وہ دوزخ سے مامون نہ رہے۔

(أخرجه البخاري في كتاب الرقاق، باب الرجاء مع الخوف)

۱۹۔ اگر صراحت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کسی کے بارے میں کہے کہ وہ ہمیشہ ہمیش جہنم میں رہے گا تو یہ ایک قسم کی وعید ہے، اور تمام اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ اللہ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا البتہ وعید کے خلاف کر سکتا ہے، اور وعید کے خلاف کرنا کوئی معیوب چیز بھی نہیں بلکہ وہ عفوو درگذر ہے جو نہایت قابلِ تعریف صفت اور کرم وشرف والی خصلت ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر اللہ کسی اچھے عمل پر کسی ثواب کا وعدہ کرے تو یہ بندوں کا حق ہے، برخلاف وعید کے کہ وہ اللہ کا حق ہے اور کریم ذات دوسروں کے حق میں کوتاہی نہیں کرتی اور اپنے حق کو پورے طور پر وصول نہیں کرنا چاہتی بلکہ عموماً عفوو درگذر کرتی ہے، اللہ سے بڑھ کر کون سخی ہوگا اور اس سے بڑھ کر کون کریم ہوگا۔

اسی طرح کا مضمون ابو یعلی موصلی کی روایت میں ہے، حضرت انس بن مالکؓ نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

من وعده الله على عمل ثوابا فهو منجزه، و من أوعده على عمل عقابا فهو بالخيار	جس شخص سے اللہ تعالیٰ نے کسی (نیک) عمل پر ثواب کا وعدہ فرمایا ہے تو وہ اس کو پورا کر کے رہے گا، اور جس کو کسی (برے) کام پر سزا کی وعید سنائی ہے تو وہ اس کو پورا کر بھی سکتا ہے اور نہیں بھی۔

(مجمع الزوائد للهيثمي)

ابو الشیخ اصبہانیؒ نے عمرو بن عبید اور ابو عمرو بن العلاء کا ایک مکالمہ اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے، اس مکالمہ کے راوی اصمعیؒ ہیں، فرماتے ہیں کہ عمرو بن عبید

ابوعمرو بن العلاء کے پاس آئے اور کہا، ابوعمرو! یہ بتاؤ کیا اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے خلاف کرتا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: نہیں، پھر عمرو بن عبید نے پوچھا، اگر اللہ تعالیٰ کسی کو برا عمل کرنے پر سزا کی وعید سنائے تو کیا وہ اس کے خلاف کرسکتا ہے؟ ابوعمرو بن العلاء نے جواب دیا ابوعثمان! تم نے تو عجمیوں والی بات کہی، عرب اس کو عار نہیں سمجھتے کہ کسی شر کی دھمکی دیں پھر اس کو نہ کریں، بلکہ اس کے خلاف کرنے کو فضیلت و مکرمت کی بات سمجھتے ہیں، ہاں اگر وہ خیر کا وعدہ کریں پھر اس کے خلاف کریں تو اس کو نہایت عار کی بات سمجھتے ہیں، عمرو بن عبید نے کہا مجھے کلام عرب سے اس کا ثبوت دیجئے، کہا ٹھیک ہے کیا تم نے یہ شعر نہیں سنا؟

وَلَا یَرْهَبُ ابْنُ الْعَمِّ مَا عِشْتُ سَطْوَتِیْ	اور چچازاد بھائی زندگی بھر میری پکڑ سے نہیں ڈرے گا۔
وَلَا اَخْتَشِیْ مِنْ سَطْوَةِ الْمُتَهَدِّدِ	اور نہ میں کسی دھمکی دینے والے کی پکڑ سے ڈروں گا۔
وَ اِنِّیْ وَ اِنْ اَوْعَدْتُّهٗ اَوْ وَعَدْتُّهٗ	اور اگر میں اس کو دھمکی دوں یا وعدہ کروں۔
لَمُخْلِفُ اِیْعَادِیْ وَ مُنْجِزُ مَوْعِدِیْ	تو اپنی وعید کے خلاف تو کروں گا مگر اپنا وعدہ پورا کروں گا۔

حضرت کعب بن زہیرؓ کے واقعہ سے بھی یہی پتہ چلتا ہے، جناب رسول اللہ ﷺ نے ان کے خون کو مباح کردیا تھا اور قتل کی دھمکی تھی، مگر جب وہ مشرف باسلام ہو کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے ان کو معاف کردیا، حضرت کعبؓ نے آپ کی شان میں ایک لمبا قصیدہ کہا تھا جو ''قصیدۂ بردہ'' کے نام سے مشہور ہوا اس کا ایک شعر یہ بھی تھا ؏

نُبِّئْتُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ أَوْعَدَنِيْ	مجھے خبر دی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے دھمکی دی ہے۔
وَالْعَفْوُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ مَأْمُوْلُ	حالانکہ رسول اللہ ﷺ کے یہاں عفوو درگذر کی اُمید ہے۔

جب مطلقاً وعید کی یہ کیفیت ہے تو وہ وعید جس کے بعد کہا جائے ''اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ'' (آپ کا رب جو چاہے کرنے والا ہے) اس کے اندر یہ بات اور مؤکد ہو جاتی ہے کہ اللہ اپنی وعید کے خلاف کر سکتا ہے۔

۲۰۔ اس فانی دنیا میں اللہ کی رحمت کا پہلو سزا اور غضب کے پہلو کے مقابلہ میں زیادہ ہے اور اسی وجہ سے یہ دنیا قائم ہے، اللہ کی رحمت ہی کی وجہ سے نیک و بد اور کافر و مومن ہر ایک کو رزق ملتا ہے، اگر اللہ کی رحمت نہ ہو تو کوئی متنفس اس عالم رنگ و بو میں باقی نہ رہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ (النحل:٦١)	اور اگر اللہ لوگوں پر ان کی زیادتی کے سبب (فوراً) دارو گیر کرتا رہتا تو زمین پر کوئی حرکت کرنے والا جاندار نہ چھوڑتا۔

یہی مضمون سورۂ فاطر کی آیت نمبر ۴۵ میں بھی وارد ہوا ہے۔

غور کیجئے جب اس فانی دنیا کا وجود محض اللہ کی رحمت اور اس کے فضل کی وجہ سے ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے سو حصوں میں سے صرف ایک حصہ اتارا ہے اور ننانوے حصوں کو قیامت کے لئے محفوظ رکھا ہے، اور بندوں کی نافرمانیوں اور خدا کے غضب کو بھڑکانے والی چیزوں کے باوجود اس دنیا میں اللہ اپنی رحمت سے اپنے بندوں کو نوازتا رہتا ہے، تو قیامت کے دن جب کہ کفار کو

ان کی سزا مل چکی ہوگی اور اس کے غصہ کو بھڑکانے والی چیز نہ رہے گی تو وہ ان کے ساتھ اپنی رحمت کا مظاہرہ کیوں نہ کرے گا جبکہ وہاں رحمت کے بقیہ ننانوے حصے ہوں گے۔

اگر کوئی مجھ سے پوچھے کہ اس مسئلہ میں آپ کس نتیجہ پر پہونچے ہیں اور آپ کی اس سلسلہ میں کیا رائے ہے تو میں کہوں گا کہ میرا عقیدہ اور نظریہ تو اس پر ہے ''اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ'' (بے شک آپ کا رب جو چاہے سو وہ کرنے والا ہے) اس کے علاوہ حضرت علیؓ بھی اسی نتیجہ پر پہونچے ہیں آپ نے فرمایا ''جب اہل جنت جنت میں اور اہلِ دوزخ دوزخ میں داخل ہو جائیں گے اور ہر ایک کو اپنے کیے کا بدلہ مل جائے گا تو اس کے بعد جو اللہ چاہے گا کرے گا'' بلکہ اکثر لوگوں کی یہی رائے اور نظریہ ہے۔

ہم نے اس مسئلہ میں بلکہ پوری کتاب میں جو کچھ لکھا ہے اگر وہ درست اور صحیح ہے تو اللہ کی طرف سے ہے اور اس میں جو غلطیاں اور لغزشیں ہیں وہ میری طرف سے اور شیطان کی طرف سے ہیں اور اللہ اور اس کا رسول ان سے بریئی الذمہ ہیں۔(۱)

---

(۱) جمہور اہل سنت والجماعت کا جنت اور جہنم کے بارے میں یہ عقیدہ ہے کہ دونوں دائمی ہیں اور کبھی فنا نہ ہوں گے، البتہ اہل سنت کا ایک مختصر گروہ جس میں بعض صحابہ کرامؓ اور تابعین کے نام بھی ذکر کئے جاتے ہیں یہ خیال رکھتا ہے کہ جب گناہگار اپنے اپنے گناہوں کے بقدر عذاب پا چکیں گے تو جہنم فنا کر دی جائے گی، متاخرین میں سے جن بعض بزرگوں نے اس خیال کی پرجوش حمایت کی ہے ان میں مصنفِ کتاب علامہ ابن قیمؒ کے علاوہ ایک زیدی یمنی عالم شیخ مقبلی اور علامہ سید سلیمان ندویؒ ہیں، اگر چہ ان حضرات نے اپنے خیال کو قرآن وحدیث اور آثار صحابہ وعقلی دلائل سے مبرہن کیا ہے مگر جمہور کا مسلک بے شمار قرآنی آیات اور احادیث کے ظاہرِ نصوص سے ثابت ہے اور ان میں کسی تاویل اور عقلی کاوش سے کام نہیں لیا گیا ہے۔(از مترجم)

جنت میں سب سے آخر میں داخل ہونے والا شخص

صحیحین میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت آئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

انی لأعلم آخر أهل النار خروجاً منها ، و آخر أهل الجنة دخولا الجنة ، رجل يخرج من النار حبواً، فيقول الله له ، اذهب فادخل الجنة، فيأتيها فيخيل اليه أنها ملأى، فيرجع فيقول: يارب وجدتها ملأى، فيقول الله له، اذهب فادخل الجنة فان لك مثل الدنيا ، و عشرة أمثالها ، أو ان لك عشرة أمثال الدنيا ، قال فيقول أتسخربي أو تضحك بي و أنت الملك ؟ قال: لقدرأيت رسول الله ﷺ ضحك حتى بدت نواجذه

میں اچھی طرح جانتا ہوں سب سے آخر میں جہنم سے نکل کر جنت میں کون داخل ہوگا یہ وہ شخص ہوگا جو جہنم سے گھٹنوں کے بل نکلے گا، تو اللہ تعالیٰ اس سے کہے گا جاؤ جنت میں چلے جاؤ، وہ جنت کے پاس آئے گا اس کو ایسا محسوس ہوگا کہ وہ بھر چکی ہے وہ واپس لوٹ کر کہے گا اے میرے رب! میں نے تو اس کو بھرا ہوا پایا ہے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا جاؤ جنت میں داخل ہو جاؤ، تمہارے لئے اس کے اندر دنیا کا دس گنا حصہ ہے، وہ کہے گا: کیا آپ میرے ساتھ مذاق کر رہے ہیں حالانکہ آپ بادشاہ ہیں ، راوی کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اتنی

قال : فكان يقال ذلك أدنى أهل الجنة منزلة

(بخاری کتاب الرقاق ، باب صفة الجنة والنار ، مسلم کتاب الایمان باب آخر اهل النار خروجاً)

(کھل کر) ہنستے ہوئے دیکھا کہ آپ ﷺ کے دندانِ مبارک نظر آنے لگے، راوی کا بیان ہے کہا جاتا تھا کہ وہ شخص اہلِ جنت میں سب سے ادنیٰ درجہ والا جنتی ہوگا۔

صحیح مسلم میں اس کے متعلق حدیث اس انداز کی آئی ہے:

عن أبی ذر قال قال رسول الله ﷺ " انی لأعلم آخر أهل الجنة دخولا الجنة ، و آخر اهل النار خروجا منها ، رجل يؤتى به يوم القيامة فيقال اعرضوا عليه صغار ذنوبه و ارفعوا عنه كبارها ، فتعرض عليه صغار ذنوبه ، فيقال عملت يوم كذا و كذا ، كذا و كذا ، وعملت يوم كذا و كذا كذا و كذا ، فيقول : نعم، لا يستطيع أن ينكر وهو مشفق من كبار ذنوبه أن تعرض عليه، فيقال له: فان لك مكان كل

حضرت ابو ذرؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''میں خوب جانتا ہوں کہ کون سب سے اخیر میں جنت میں جائے گا اور جہنم سے نکلے گا، یہ وہ آدمی ہوگا جس کو قیامت کے دن (دربارِ الٰہی میں) لایا جائے گا، پھر کہا جائے گا اس کے سامنے اس کے صغیرہ گناہوں کو پیش کرو اور کبیرہ گناہوں کو ہٹا دو، چنانچہ اس کے سامنے اس کے چھوٹے چھوٹے گناہ پیش کئے جائیں گے اور کہا جائے گا، تم نے فلاں فلاں دن فلاں فلاں گناہ کیا، اور فلاں فلاں دن ایسا ویسا کیا، وہ کہے گا ہاں (بالکل کیا) وہ انکار نہ کر سکے گا، اسے ڈر ہوگا کہ کہیں اس کے کبیرہ گناہ اس کے

سيئة حسنة ، فيقول : رب قد عملت أشياء لا أراها هاهنا ، فلقد رأيت رسول الله ﷺ ضحك حتى بدت نواجذه ،

(مسلم ، کتاب الایمان باب أدنى أهل الجنة منزلة فيها)

سامنے نہ پیش کردیئے جائیں، پھر اس سے کہا جائے گا، تم کو ہر برائی کے بدلہ میں ایک نیکی دیجاتی ہے، وہ کہے گا اے میرے رب! میں نے بہت سے ایسے گناہ کئے ہیں جن کو میں یہاں نہیں دیکھ رہا ہوں، راوی کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ (اتنے کُھل کر) ہنسے کہ آپ کے دندان مبارک نظر آنے لگے۔

اس سے پہلے معجم طبرانی کبیر کی وہ روایت گذر چکی ہے جس میں جنت میں سب آخر میں داخل ہونے والا شخص اس کو کہا گیا ہے جو پل صراط پر الٹا پلٹتا رہے گا، اس کا عمل اس لائق نہیں ہوگا کہ وہ دوڑ سکے، پھر وہ اللہ سے درخواست کرے گا کہ اس کو جہنم سے نجات دیکر جنت تک پہونچا دے، پھر اللہ تعالیٰ اس سے گناہوں کا اعتراف کروائے گا اور اعتراف کرنے پر اس کو جنت میں داخل فرمادے گا (۱) صحیح مسلم میں اس سے متعلق ایک اور روایت حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے اس طرح آئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

آخر من يدخل الجنة رجل فهو يمشي مرة ، و يكبو مرة، و تسفعه النار مرة ، فاذا جاوزها التفت اليها ،

جنت میں سب سے آخر میں داخل ہونے والا وہ شخص ہوگا جو کبھی (پل صراط پر) چلے گا، کبھی منہ کے بل گر جائے گا، کبھی اس کو آگ کے تھپیڑے لگیں گے، جب وہ اس

(۱)معجم الطبرانی الکبیر

فقال: تبارك الذى نجّانى منك ، لقد أعطانى الله شيئا ما اعطاه أحدا من الاولين و الآخرين ، فترفع له شجرة فيقول : أى رب أدننى من هذه الشجرة استظل بظلها و أشرب من مائها ، فيقول الله تبارك و تعالىٰ : يا ابن آدم لعلى ان أعطيتكها سألتنى غيرها ، فيقول لا يارب ، و يعاهده أن لا يسأله غيرها و ربه يعذره ، لأنه يرى ما لاصبر له عليه،فيدنيه منها فيستظل بظلها، و يشرب من مائها، ثم يرفع له شجرة هى أحسن من الأولىٰ ، فيقول : يارب ادننى من هذه لأشرب من مائها ، واستظل بظلها لاأسألك غيرها، فيقول: ياابن آدم الم تعاهدنى

کو پار کر جائے گا تو اس کی طرف متوجہ ہوکر کہے گا، بابرکت ہے وہ ذات جس نے مجھ کو تجھ سے نجات دی، اللہ تعالیٰ نے مجھ کو ایسی چیز عطا فرمائی ہے جو اگلوں اور پچھلوں میں سے کسی کو عطا نہیں فرمائی، تو اس کے لئے ایک درخت اونچا کیا جائے گا وہ کہے گا اے میرے رب! مجھ کو اس درخت سے قریب کردے تاکہ میں اس کا سایہ حاصل کرسکوں ، اور اس کا پانی پی سکوں اللہ تعالیٰ فرمائے گا، ابن آدم! اگر میں تجھ کو یہ دیدوں تو تو کسی دوسری چیز کا سوال کر بیٹھے گا، وہ کہے گا: میرے رب ایسا نہیں ہوگا اور وہ معاہدہ کرے گا کہ وہ اس درخت کے علاوہ کسی چیز کا سوال نہیں کرے گا، اس کا رب بھی اس کو معذور سمجھے گا کیوں کہ وہ ایسی چیز (جنت کا درخت) دیکھ رہا ہوگا جس سے وہ بے صبر ہوجائے گا لہٰذا اللہ تعالیٰ اس کو اس درخت کے قریب کردے گا اور وہ اس کا سایہ حاصل کرے گا، اس کے چشمہ کا پانی پیے گا ، پھر اس کو ایسا درخت نظر آئے گا

أن لاتسألني غيرها؟ فيقول: لعلي ان ادنيتك منها أن تسألني غيرها، فيعاهده أن لايسأله غيرها ، و ربه يعذره لأنه يرى ما لاصبر له عليه فيدنيه منها، فيستظل بظلها، و يشرب من مائها، ثم ترفع له شجرة عند باب الجنة هي أحسن من الأوليين، فيقول : أي رب أدنني من هذه الشجرة، لاستظل بظلها و اشرب من مائها لاأسألك غيرها، فيقول: يا ابن آدم ألم تعاهدني أن لاتسالني غيرها؟ قال : بلى يارب، هذه لا أسالك غيرها، و ربه يعذره ، لأنه يرى مالا صبر له عليه فيدنيه منها ، فاذاأدناه منها سمع أصوات أهل الجنة فيقول : يارب

جو پہلے سے زیادہ اچھا ہوگا، وہ کہے گا اے میرے رب! مجھے اس درخت کے قریب کر دے تا کہ میں اس کے چشمہ سے پانی پیوں، اور اس کا سایہ حاصل کروں، اس کے علاوہ میں کسی اور چیز کا سوال نہیں کروں گا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا، ابن آدم! کیا تو نے مجھ سے عہد نہیں کیا تھا کہ تو کسی اور چیز کا سوال نہیں کرے گا، اگر میں نے تجھ کو اس کے قریب کر دیا، ہوسکتا ہے کہ تو کسی اور چیز کا سوال کر بیٹھے، وہ اللہ سے عہد کرے گا اس بار وہ کسی اور چیز کا سوال نہیں کرے گا اور اس کا رب بھی اس کو معذور سمجھے گا کیوں کہ وہ ایسی چیز کو دیکھ رہا ہوگا جس کو حاصل کئے بغیر صبر نہیں ہوسکتا، تو وہ اس کو اس سے قریب کر دے گا، وہ اس کا سایہ حاصل کرے گا اور اس کا پانی پئے گا، پھر جنت کے دروازے کے پاس اس کو ایک درحت نظر آئے گا جو پہلے دو درختوں سے زیادہ خوشنما ہوگا، وہ کہے گا اے میرے رب! مجھ کو اس درخت کے قریب کر دیجئے تا کہ میں اس کا سایہ

أدخلينها فيقول : يا ابن آدم مايصريني منك ، أيرضيك أن اعطيك الدنيا و مثلها معها ؟ قال : يارب اتستهزئ منی و أنت رب العالمين ؟ فضحك ابن مسعود فقال الا تسالونی مم اضحك؟ قالوا مم تضحك؟ قال: هكذا ضحك رسول الله ﷺ فقالوا: مم تضحك يا رسول الله؟ قال من ضحك رب العالمين حين قال: أتستهزئ بی و أنت رب العالمين ، فيقول : لاأتستهزئ بك و لكنی علی ما أشاء قادر،

(مسلم، كتاب الايمان ، باب آخر أهل النار خروجاً)

حاصل کروں اور اس کا پانی پیوں، اب میں اس کے علاوہ کچھ طلب نہیں کروں گا، اللہ تعالیٰ کہے گا ابن آدم! کیا تو نے مجھ سے عہد نہیں کیا تھا کہ تو مجھ سے کچھ اور طلب نہیں کرے گا، وہ کہے گا بالکل اے میرے رب! اب میں اس کے علاوہ کچھ نہیں مانگوں گا، اس کا رب اس کو معذور سمجھے گا کیوں کہ وہ ایسی چیز دیکھ رہا ہوگا جس کے بغیر اس کو صبر نہیں ہوسکتا وہ اس کو اس سے قریب کردے گا جب وہ اس کے قریب ہو جائے گا تو وہ اہلِ جنت کی آوازیں سنے گا، عرض کرے گا اے میرے رب! مجھ کو اس میں داخل فرمادے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا، میرا تجھ سے کس طرح پیچھا چھوٹے گا؟ کیا تو اس پر راضی ہے کہ تجھ کو پوری دنیا دیدوں اور اس کے ساتھ اتنی ہی اور، وہ کہے گا اے میرے رب! کیا آپ مجھ سے مذاق کررہے ہیں جبکہ آپ رب العالمین ہیں، اس کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ہنس پڑے پھر فرمایا، کیا تم لوگ مجھ سے معلوم نہیں کروگے کہ میں کیوں ہنس

رہا ہوں، سامعین نے کہا بتائیے آپ
کیوں ہنس رہے ہیں؟ فرمایا: رسول اللہ
ﷺ بھی اسی طرح ہنسے تھے تو صحابہؓ
نے عرض کیا تھا اے اللہ کے رسولؐ!
آپ کس وجہ سے ہنس رہے ہیں؟
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا رب العالمین
کے ہنسنے کی وجہ سے۔ جب وہ کہے گا،
اے اللہ! کیا تو مجھ سے مذاق کر رہا ہے
جبکہ تو رب العالمین ہیں تو اللہ تعالیٰ
فرمائے گا، میں تیرے ساتھ مذاق نہیں
کر رہا ہوں بلکہ میں جو (کرنا) چاہوں
اس پر قادر ہوں

اسی طرح کی ایک روایت حضرت ابو سعید خدریؓ سے بھی منقول ہے جس کو امام برقانیؒ نے اپنی ''صحیح'' میں اسی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے جس سند کے ساتھ امام مسلمؒ نے اپنی صحیح میں اس کو روایت کیا ہے، اس کا مضمون شروع اور اخیر میں تھوڑے بہت فرق کے ساتھ تقریباً وہی ہے جو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ والی روایت میں ہے، اس کے شروع میں یہ ہے کہ اہل جہنم میں سب سے ادنیٰ عذاب والا وہ ہوگا جس کو آگ کی دو جوتیاں پہنائی جائیں گی اور ان کی گرمی سے اس کا دماغ کھولے گا اور آخر کے حصہ میں یہ ہے کہ جب وہ شخص جنت میں داخل کر دیا جائے گا تو وہ کہے گا یہ میرے لئے ہے؟ اللہ تعالیٰ اس سے کہے گا تو جتنی تمنا کر سکتا ہے کر، چنانچہ وہ تمنا کرے گا اور اللہ تعالیٰ اس کو یاد دلائے گا کہ یہ مانگو وہ

مانگو جب اس کی تمام آرزوئیں آخر ہو جائیں گی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے جس کی تمنا کی ہے وہ سب تمکو ملے گا اور اس کے ساتھ ساتھ اس کا دس گنا اور ملے گا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پھر وہ اپنے گھر میں داخل ہوگا تو دو حوریں اس کے پاس آئیں گی اور کہیں گی، تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے تم کو ہمارے لئے اور ہم کو تمہارے لئے زندہ رکھا، وہ کہے گا: کسی جنتی کو اتنا نہیں دیا گیا جتنا مجھ کو دیا گیا ہے(۱)

اس موضوع سے متعلق ایک اور روایت صحیح مسلم میں حضرت مغیرہ بن شعبہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: حضرت موسیٰ نے اپنے رب سے پوچھا اہلِ جنت میں سب سے ادنی مقام والا کون ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وہ ایسا آدمی ہوگا جو جنتیوں کے جنت میں داخل ہونے کے بعد آئے گا، اس سے کہا جائے گا جنت میں چلے جاؤ، وہ کہے گا اے میرے رب میں کیسے جاؤں جبکہ لوگ اپنی اپنی جگہ لے چکے ہیں اور اپنے اپنے ٹھکانوں پر پہونچ چکے ہیں، تو اس سے کہا جائے گا کیا تو اس پر راضی ہے کہ تجھ کو دنیا کے کسی بادشاہ کے برابر دیدیا جائے، وہ کہے گا میرے رب! میں راضی ہوں۔ اس سے کہا جائے گا: تجھ کو اتنا دیا جاتا ہے، اس کے علاوہ اتنا ہی اور، پھر اتنا ہی اور، پھر اتنا ہی اور، پھر اتنا ہی اور، پانچویں مرتبہ میں وہ کہے گا، اے میرے رب! میں راضی ہوں، اللہ تعالیٰ کہے گا تجھ کو اتنا ملے گا اور اس کے دس گنا اور، اور تجھ کو جنت میں وہ تمام نعمتیں میسر ہوں گی جن کی تم خواہش کرو گے اور جس سے تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی، وہ کہے گا اے میرے رب! میں راضی ہوں، (پھر حضرت موسیٰ) نے پوچھا سب سے اعلی مقام والے کون ہوں گے (اللہ تعالیٰ) نے کہا میں یہی چاہتا تھا۔ میں نے ان کی

---

(۱)صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب أدنی اهل الجنة منزلة فیها،

عزت کا درخت اپنے ہاتھوں سے لگایا ہے۔ اور اس پر مہر لگادی، (ان کو ملنے والی نعمتوں کو) نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا، اور نہ کسی فرد بشر کے دل پر ان کا گذر ہوا، اس کی تصدیق اللہ تعالیٰ سے اس قول سے بھی ہوتی ہے۔ ''فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ'' (السجدة : ١٧، کوئی نہیں جانتا کہ ان کے (اہلِ جنت کے) لئے کیا کیا آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان چھپا کر رکھا گیا ہے)(١)

***

(١) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب أدنی اهل الجنة منزلة۔

اہل جنت کی زبان کیا ہوگی؟

ترمذی میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

يدخل أهل الجنة الجنة على طول آدم ستين ذراعا بذراع الملك، على حسن يوسف، و على ميلاد عيسى ثلاث و ثلاثين سنة، و على لسان محمد ﷺ جرد مرد مكحّلون

(ترمذی، كتاب صفة الجنة؛ باب ما جاء في سن أهل الجنة)

اہلِ جنت جنت میں اس طرح داخل ہوں گے کہ ان کی لمبائی ساٹھ ہاتھ ہوگی حقیقی بادشاہ (اللہ تعالیٰ) کے ہاتھ سے (۱) ان کا حسن یوسفؑ جیسا ہوگا، ان کی عمر عیسیٰؑ کی پیدائش سے (آسمان پر اٹھائے جانے تک کی عمر کے برابر) ۳۳ سال ہوگی، ان کی زبان محمد ﷺ کی زبان ہوگی، بدن پر بال نہ ہوں گے (اور نہ چہرے پر) داڑھی مونچھ ہوگی، سرگیں آنکھوں والے ہوں گے۔

اور داؤد بن الحصین نے حضرت عکرمہ کے واسطہ سے ابن عباسؓ کا یہ قول نقل کیا ہے:

"لِسَانُ أَهْلِ الْجَنَّةِ عَرَبِيٌّ" (۲) اہلِ جنت کی زبان عربی ہوگی۔

یہی قول امام زہری کا بھی ہے جس کو عقیل نے روایت کیا ہے۔

---

(۱) اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات جیسے ہاتھ، آنکھ، چہرہ وغیرہ کے سلسلہ میں اہل سنت والجماعت کا مسلک یہ ہے کہ ان پر اجمالی طور پر ایمان لایا جائے اور ان کی کیفیت کا علم اللہ کے حوالہ کر دیا جائے۔ (مترجم)

(۲) النهاية لابن كثير

جنت اور دوزخ کی باہمی گفتگو

صحیحین میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت آئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"احتجت النار والجنة فقالت هذه : يدخلني الجبارون والمتكبرون ، و قالت هذه : يدخلني الضعفاء والمساكين ، وقال الله عزوجل لهذه : أنت عذابي أعذب بك من أشاء ، و قال لهذه : أنت رحمتي ارحم بك من أشاء ، ولكل واحدة منكما ملؤها"

(صحیح البخاری ، کتاب التوحید ، باب ما جاء فی قول الله تعالیٰ " ان رحمة الله قريب من المحسنين" صحيح مسلم ، کتاب صفة الجنة)

دوزخ اور جنت میں تکرار ہوگئی ، اس نے (دوزخ نے) کہا: میرے اندر ظالم و جابر اور اہل تکبر داخل ہوں گے ، اور اس نے (جنت نے) کہا: میرے اندر کمزور اور مساکین داخل ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے دوزخ سے کہا: تو میرا عذاب ہے، میں تیرے ذریعہ جس کو چاہوں گا عذاب دوں گا۔ اور جنت سے کہا : تو میری رحمت ہے میں تیرے ذریعہ جس پر چاہوں گا رحم کروں گا۔ اور تم میں سے ہر ایک کو بھرنا میری ذمہ داری ہے۔

اسی طرح کی ایک اور روایت بخاری شریف میں ہے اس کے اخیر میں قدرے اضافہ ہے وہ یہ کہ دوزخ اس وقت تک نہیں بھرے گی جب تک کہ اللہ

تعالیٰ اپنا قدم اس میں نہ رکھ دے۔ جب اللہ تعالیٰ اپنا قدم اس میں رکھ دے گا تو وہ بھر جائے گی اور اس کے اجزاء آپس میں سمٹ جائیں گے۔ دوزخ کہے گی قط قط (بس بس) اور اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے کسی پر ظلم نہیں کرے گا اور جہاں تک جنت کا تعلق ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو بھرنے کے لئے قیامت میں بھی کچھ اور مخلوق پیدا کرے گا۔(۱)

---

(۲) صحیح البخاری، کتاب التوحید

جنت میں خالی جگہ کس طرح پُر کی جائے گی؟

صحیحین میں حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لا تزال جهنم يلقى فيها و تقول " هل من مزيد " حتى يضع رب العزة فيها قدمه فينزوى بعضها الى بعض، و تقول:قط قط بعزتك و كرمك، ولا يزال فى الجنة فضل حتى ينشئى الله لها خلقا ، فيسكنهم فضل الجنة

(صحيح مسلم، كتاب صفة الجنة. بخارى ، كتاب الايمان والنذور)

جہنم میں برابر (لوگوں کو) ڈالا جائے گا اور وہ کہتی جائے گی "هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ" (کیا ابھی اور ہے؟)۔ یہاں تک کہ رب العزت اس میں اپنا قدم رکھے گا تو اس کے اجزاء آپس میں سمٹ جائیں گے ۔ اور وہ کہے گی تیری عزت اور بزرگی کی قسم ! بس ، بس، کافی ہے۔اور جنت میں کچھ خالی جگہ رہ جائے گی تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے کچھ اور مخلوق پیدا کرے گا اور اس کو جنت کی اس خالی جگہ میں بسائے گا۔

صحیح بخاری میں اس سے متعلق ایک روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے وارد ہوئی ہے جس کے بعض الفاظ ذکر کرنے میں نیچے کے بعض راویوں نے غلطی کی ہے۔اس میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جہنم کے لئے بعض لوگوں کو پیدا کرے گا

جن کو چاہے گا۔اور ان کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا تو جہنم کہے گی'' ھل من مزید''(۱)

ہم نے اس کو بعض راویوں کی غلطی اس لئے کہا کہ اس کے علاوہ دیگر صحیح روایات اور قرآنی نصوص اس کے خلاف ہیں، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے جہنم کے بارے میں یہ بتایا ہے کہ وہ اس کو ابلیس اور اس کے متبعین سے بھرے گا، اور وہ کسی کو اس وقت تک عذاب نہ دے گا جب تک کہ اس کے خلاف حجت تمام نہ ہو جائے، ارشاد خداوندی ہے:

كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَأَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاتِكُمْ نَذِيْرٌ، قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَ نَا نَذِيْرٌ فَكَذَّبْنَا وَ قُلْنَامَانَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْئٍ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِي ضَلَالٍ كَبِيْرٍ

(الملك :۸۔۹)

جب جب اس میں (دوزخ میں) کوئی گروہ ڈالا جائے گا تو اس کے داروغان سے پوچھیں گے، کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا، وہ کہیں گے کیوں نہیں۔ ہمارے پاس ڈرانے والا آیا تو ہم نے جھٹلایا اور کہا اللہ نے کچھ بھی نازل نہیں کیا تم تو بڑی گمراہی میں ہو۔

اور ظاہر ہے اللہ تعالیٰ کسی پر ذرہ برابر ظلم نہیں کرتا تو کس طرح ان کو پیدا کرتے ہی بغیر حجت تمام ہوئے ان کو دوزخ میں ڈالدے گا۔ یہ بات اللہ کے عدل وانصاف سے بعید ہے۔

***

---

(۱)صحیح البخاری، کتاب التوحید،

اہلِ جنت سوئیں گے نہیں

ابن مردویہؒ اور علامہ طبرانی نے اپنی اپنی سندوں سے حضرت جابرؓ کی روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا، کیا اہلِ جنت سوئیں گے؟ تو آپ ﷺ نے جواب عنایت فرمایا:

النوم اخوالموت و اھل الجنة لا ینامون	نیند موت ہی کی ایک قسم ہے اس لئے اہل جنت سوئیں گے نہیں۔

("الفردوس للدیلمی")

اللہ تعالیٰ اولاد کی طرف سے دعائے مغفرت کے نتیجہ میں بندہ کے درجات بلند کرے گا۔

امام احمد نے اپنی مسند میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ کی روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إن الله ليرفع الدرجة للعبد الصالح في الجنة فيقول : يارب اني لي هذه ؟ فيقول باستغفار ولدك لك

(مسند احمد)

اللہ تعالیٰ جنت میں نیک بندے کے درجات بلند کرے گا وہ کہے گا، اے میرے رب! یہ سب کیسے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، تمہارے واسطے تمہاری اولاد کی طرف سے دعائے مغفرت کرنے کی وجہ سے۔

مومنین کی ذریت کو جنت میں انہیں کے ساتھ رکھا جائے گا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيْمَانٍ أَلْحَقْنَابِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَ مَآ أَلَتْنَاهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْئٍ كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ

(الطور:۲۱)

اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی ایمان میں ان کا ساتھ دیا تو ہم ان کے ساتھ ان کی اولاد کو بھی شامل کر دیں گے اور ہم ان کے عمل میں سے کوئی چیز کم نہ ہونے دیں گے۔ ہر شخص اپنے کئے اعمال میں محبوس رہے گا۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ مومن کی ذریت کو ترقی دے کر اس کے درجہ میں پہونچا دے گا. اگر چہ ان کا عمل اس مومن سے کم ہو، اللہ تعالیٰ ایسا اس لئے کرے گا تا کہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں. پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی ''وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ اتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيْمَانٍ ''الآیۃ اللہ تعالیٰ کہے گا اولاد کو یہ مرتبہ دینے کی وجہ سے ہم باپ کے درجوں میں کمی نہ کریں گے(۱)

ابن امردویہ نے اپنی تفسیر میں ابن عباسؓ سے روایت نقل کی ہے. اس کی

---

(۱) مستدرک حاکم

سند کے ایک راوی حضرت شریک کہتے ہیں میرا گمان یہ ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے حضور ﷺ کی طرف نسبت کرتے ہوئے فرمایا تھا جب آدمی جنت میں داخل ہوگا تو وہ اپنے والدین، اپنی بیوی، اور اولاد کے متعلق پوچھے گا، اس سے کہا جائے گا کہ وہ لوگ تمہارے مقام اور تمہارے عمل تک نہ پہونچ سکے. وہ کہے گا اے میرے رب! میں نے اپنے لئے اور ان کے لئے عمل کیا تھا تو فرمان الٰہی جاری ہوگا کہ ان کو بھی اس کے ساتھ شامل کر دیا جائے. پھر حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے وہی آیت تلاوت فرمائی جس کا ذکر گذر چکا ہے۔(۱)

مفسرین کا اس سلسلہ میں اختلاف ہے کہ یہاں ذریت سے چھوٹی ذریت مراد ہے یا بڑی یا دونوں۔ اختلاف کا اصل منشا اور سبب یہ ہے کہ آیت میں ''بایمان'' ذریت کا حال واقع ہے یا مومنین متبوعین کا، بہر حال اس سلسلہ میں مفسرین کے تین اقوال ملتے ہیں۔

۱۔ مفسرین کی ایک جماعت کا کہنا یہ ہے کہ اس سے مراد بڑی ذریت ہے. اور ''بایمان'' کا تعلق انہی سے ہے جیسا کہ ایک قرأت '' وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ ''اس پر دلالت کرتی ہے(۲)

اس کا مطلب یہ ہوگا کہ یہ لوگ دراصل جنت میں اپنے ایمان اور اعمال کی بنیاد پر ہی جائیں گے مگر ان کے اعمال اس درجہ کے نہ ہوں گے کہ اپنے آبا و اجداد کے ساتھ شامل ہوسکیں. لہٰذا ان کی آنکھیں ٹھنڈی کرنے کے لئے ان کو بھی ان کے ساتھ کر دیا جائے گا. مثلاً آپ ﷺ کی ازواج مطہرات جنت میں آپ ہی کے ساتھ ہوں گی اگر چہ ان کے اعمال آپ ﷺ کے اعمال کے برابر نہ ہوں گے

---

(۱)معجم الطبرانی الصغیر،

(۲)واضح رہے کہ دوسری قرأت " واتبعنا هم ذریاتهم " کی ہے(مترجم)

اور اگر کسی کے ذہن میں یہ اشکال ہو کہ کیا بالغین اور بڑی عمر کی اولاد پر لفظ ''ذریت'' کا اطلاق کیا جا سکتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ بالکل کیا جا سکتا ہے. قرآن کریم میں اس کے استعمال کے شواہد موجود ہیں. ایک جگہ ارشاد فرمایا: ''وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَ سُلَيْمَانَ ''(۱) (اور ان کی (نوحؑ کی) ذریت میں ہم نے داود و سلیمان کو (ہدایت دی). دوسری جگہ فرمایا: ''ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ''(۲) (اے ذریت ان کی جن کو ہم نے نوحؑ کے ساتھ (کشتی میں) سوار کیا۔ تیسری جگہ فرمایا: أَوْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَآئُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْ بَعْدِهِمْ أَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ ''(۳) (یا تم یہ کہنے لگو کہ دراصل ہمارے آبا و اجداد نے اس سے پہلے شرک کیا تھا اور ہم تو ان کے بعد (ان کی) ذریت تھے تو کیا آپ ہم کو اہل باطل کے کرتوتوں کی وجہ سے ہلاک کریں گے)۔

۲۔ علمائے مفسرین کی ایک دوسری جماعت کا کہنا یہ ہے کہ اس سے مراد چھوٹی ذریت ہے، جیسا کہ دوسری قرأت ''وَاَتْبَعْنَاهُمْ ذُرِّيَّاتِهِمْ'' اس پر دلالت کرتی ہے. اس اعتبار سے ''بایمان'' کا تعلق آبا و اجداد سے ہوگا. یعنی ان کے باپ دادا کے ایمان کی وجہ سے ہم ان کی چھوٹی ذریت کو بھی جنت میں ایک ساتھ کر دیں گے، درحقیقت واقعہ بھی یہی ہے کہ چھوٹے بچے ہی ایمان، میراث، دیت، نماز جنازہ، مسلمانوں کے قبرستانوں میں تدفین اور اسی طرح کے بہت سے مسائل میں باپ کے تابع ہوتے ہیں برخلاف بالغین کے کہ ان کی حیثیت مستقل ہوتی ہے وہ اپنے ایمان اور اعمال کے خود مکلّف ہیں، اور جنت میں مقام

---

(۱) الانعام: ۸۴ (۲) الاسراء: ۳

(۳) الأعراف: ۱۷۳

دراصل اہلِ جنت کے اپنے اپنے اعمال کے اعتبار سے ملے گا، پھر اگر ہم اس سے مراد بالغ ذریت کو لیں تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ صحابہؓ کی اولاد ان کے مقام میں اور تابعین کی ذریت ان کے مقام میں یہاں تک کہ قیامت تک آنے والے جتنے اہل ایمان ہیں ان میں بعد والے اپنے سابقین کے درجہ میں ہوں گے اس طرح سب کا ایک درجہ میں ہونا لازم آئے گا اس کے برخلاف چھوٹی ذریت مراد لینے سے یہ لازم نہیں آتا۔

۳۔ ایک گروپ کا کہنا یہ ہے (جن میں واحدی بھی شامل ہیں) کہ اس جگہ ذریت سے چھوٹی اور بڑی دونوں ذریت مراد ہے، بڑی ذریت اس لئے کہ وہ خود صاحب ایمان ہے اپنے ذاتی ایمان کی وجہ سے اس کو باپ کے ساتھ شامل کر دیا جائے گا اور چھوٹی ذریت اپنے باپ کے ایمان کی وجہ سے اس کے تابع ہوگی، ان کا کہنا یہ ہے کہ لفظ ''ذریت'' کا اطلاق، چھوٹے، بڑے، ایک، اس سے زیادہ باپ اور بیٹے سب پر ہوتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَ آيَةٌ لَّهُمْ أَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ (یٰسٓ:۴۱)	اور ان کے لئے ایک نشانی (یہ بھی) ہے کہ ہم نے ان کی ذریت کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا۔

ظاہر ہے اس آیت میں ''ذریت'' سے مراد باپ ہیں، اور ''ایمان'' کا اطلاق جس طرح اختیاری اور کسبی ایمان پر ہوتا ہے اسی طرح تبعی ایمان پر بھی ہوتا ہے۔ جیسے قرآن میں ہے ''فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ'' (ایک مومن غلام کا آزاد کرنا ہے) چنانچہ اگر کوئی نابالغ غلام یا لونڈی کو آزاد کر دے تو بھی کفارہ یا دیت کی ادائیگی ہو جائے گی۔ ان کا کہنا یہ بھی ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ، اور حضرت ابن مسعودؓ، اور بہت سے اسلاف سے بھی اسی طرح کی روایات منقول

ہیں جن سے اشارہ ملتا ہے کہ جنت میں مومن ماں باپ کے ساتھ ان کی چھوٹی بڑی ذریت ہوگی، ابومجلز کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو جنت میں اکٹھا کرے گا جس طرح وہ چاہتے تھے کہ دنیا میں اکٹھا ہوں، ایک دلیل وہ یہ بھی دیتے ہیں کہ آیت کریمہ ''وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ'' میں دو قراءت وارد ہوئی ہیں، اور دو قرأت در اصل دو مستقل آیتوں کا حکم رکھتی ہیں، لہٰذا ''وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ'' والی قرأت میں ذریت سے مراد بالغ اور مکلّف ذریت ہے، اور دوسری قرأت ''وَأَتْبَعْنَاهُمْ ذُرِّيَّاتِهِمْ'' میں ''ذریت'' سے مراد چھوٹی ذریت ہے۔

(مصنف ؒ کہتے ہیں) میری رائے یہ ہے کہ یہاں ذریت سے خاص چھوٹی ذریت مراد ہونی چاہیے، تاکہ متاخرین اور سابقین کا ایک ہی درجہ میں ہونا لازم نہ آئے، چھوٹی ذریت مراد لینے سے یقیناً یہ بات لازم نہیں آتی۔

***

جنت بولتی ہے

جنت کے بولنے اور گفتگو کرنے پر کئی احادیث دلالت کرتی ہیں، اس سے قبل ایک حدیث گذر چکی ہے جس میں تھا کہ جنت اور دوزخ نے آپس میں بحث ومباحثہ کیا، اس کے علاوہ ایک حدیث میں ہے کہ جنت نے اللہ تعالیٰ سے کہا: اے میرے رب! میری نہروں کا پانی مسلسل بہہ رہا ہے اور میرے پھل پک چکے ہیں لہذا تو میرے مستحقین کو میرے اندر جلدی بھیج ،(۱) سعید الطائی کہتے ہیں: مجھے خبر دی گئی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے جنت کو پیدا فرمایا تو اس سے کہا تو خوب بن سنور جا، وہ بن سنور گئی ، پھر اس سے کہا بول اس نے بولتے ہوئے کہا "طُوْبٰی لِمَنْ رَضِیْتَ عَنْہ" (ترجمہ: مبارکبادی ہے اس کے لئے جس سے تو راضی ہو)(۲)

حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے جنت کو پیدا فرمایا تو اس سے کہا بات کر، اس نے کہا "طُوْبٰی لِلْمُتَّقِیْنَ" (مژدہ ہے پرہیزگاروں کے لئے)

علامہ طبرانیؒ نے حضرت ابن عباسؓ کی روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جب اللہ تعالیٰ نے جنت عدن کو پیدا فرمایا تو اس میں ایسی ایسی نعمتوں کو پیدا کیا جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی انسانی دل میں ان کا خیال گذرا پھر اس سے کہا، بول اس نے کہا "قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ" (یقیناً اہلِ ایمان کامیاب ہوگئے)(۳)

---

(۱) ابو نعیم ، "صفة الجنة" (۲) حوالۂ سابق
(۳) معجم الطبرانی الکبیر

حوریں اہلِ جنت کو اُن سے زیادہ طلب کرتی ہیں

اس سلسلہ میں ترمذی کی ایک روایت اس سے پہلے گذر چکی ہے جس میں تھا کہ جنت کی حور جنتی کی دنیاوی بیوی سے کہتی ہے: ''لَا تُوْذِيْهِ فَيُوْشِكُ اَنْ يُّفَارِقَكِ اِلَيْنَا'' (ترجمہ: تو اُسے تکلیف نہ پہونچا بہت جلد وہ تجھ کو چھوڑ کر ہمارے پاس آنے والا ہے)(۱)

حضرت عکرمہ کی روایت بھی مرفوعاً گذر چکی ہے جس میں تھا کہ حور اللہ تعالیٰ سے عرض کرتی ہے اے اللہ! تو اسکی (جنتی کی) اپنے دین کے سلسلہ میں مدد فرما اور اس کے دل کو اپنی اطاعت کی طرف متوجہ کردے۔

ابن ابی الدنیا نے ابوسلیمان دارانی کے حوالہ سے ایک نوجوان کا واقعہ نقل کیا ہے، فرماتے ہیں کہ عراق میں ایک نوجوان نہایت عبادت گذار تھا، ایک مرتبہ وہ اپنے کسی دوست کے ساتھ مکہ کے سفر پر نکلا جب وہ کہیں آرام کرنے کے لئے ڈیرا ڈالتے تو وہ نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہو جاتا اور اگر وہ کھانے کے لئے بیٹھتے تو وہ روزے سے رہتا، آنے جانے کے پورے راستہ میں اس کا دوست اس حالت پر خاموش رہا، جب جدا ہونے کا وقت آیا تو اس نے اس نوجوان سے کہا، بھائی ذرا یہ تو بتاؤ کہ تمہارے اندر عبادت کا اس قدر شوق کس طرح

(۱) ترمذی کتاب الرضاع

پیدا ہوا؟ اس نے کہا، میں نے خواب کے اندر جنت کا ایک محل دیکھا تھا جس کی ایک اینٹ چاندی کی اور ایک اینٹ سونے کی تھی جب میں اس کی پوری عمارت دیکھ چکا تو کیا نظر آتا ہے کہ ایک طرف زمرد کا بالا خانہ ہے دوسری طرف یاقوت کا، اوران دونوں کے درمیان ایک حور ہے جو اپنے بال لٹکائے ہوئے ہے، اس پر چاندی کا ایک لباس ہے، جب بھی اس کا بدن دوہرا ہوتا ہے وہ کپڑا ابھی دوہرا ہوجاتا ہے، اس نے کہا، اے اللہ کے بندے! اگر تو مجھ کو چاہتا ہے تو اللہ کی طرف لپک، چنانچہ میں اس کی طلب میں اللہ کی طرف لپک رہا ہوں،

ابوسلیمان فرماتے ہیں، جب ایک حور کی طلب کا یہ حال ہے تو اس کا کیا حال ہونا چاہیئے جو کئی حوروں کا طلبگار ہو۔

جنت اور دوزخ کے درمیان موت کو ذبح کر دیا جائے گا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ اَنۡذِرۡهُمۡ يَوۡمَ الۡحَسۡرَةِ اِذۡ قُضِىَ الۡاَمۡرُ وَ هُمۡ فِىۡ غَفۡلَةٍ وَّ هُمۡ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ ۝ (مریم :۳۹)

اور آپ ان کو پچھتاوے کے دن کا ڈر سنا دیجئے جب تمام معاملہ فیصل ہو چکے گا، اور وہ (اس وقت) غفلت میں پڑے ہوئے ہیں اور یقین نہیں کرتے۔

حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

يجاء بالموت كانه كبش املح فيوقف بين الجنة والنار فيقال يا أهل الجنة هل تعرفون هذا؟ فيشرئبون و ينظرون و يقولون نعم : هذاالموت ، قال : ثم يقال : يا اهل النار هل تعرفون هذا ؟ فيشرئبون و ينظرون و

(قیامت کے دن) موت کو سفید و سیاہ رنگ والے مینڈھے کی شکل میں لایا جائے گا اور اس کو جنت اور دوزخ کے درمیان کھڑا کر دیا جائے گا، کہا جائے گا، اے اہلِ جنت! کیا تم اس کو پہچانتے ہو؟ وہ گردن نکال کر دیکھیں گے اور کہیں گے ہاں یہ تو موت ہے، پھر کہا جائے گا، ارے دوزخیو! کیا تم اس کو پہچانتے ہو وہ گردن نکال کر دیکھیں گے اور کہیں گے

یقولون ، نعم هذا الموت ، قال فیؤمر به فیذبح قال : ثم یقال : یا اهل الجنة خلود فلا موت،ویا اهل النار خلود فلا موت ، ثم قرأ رسول الله ﷺ : " و انذرهم یوم الحسرة اذ قضی الامر و هم فی غفلة و هم لا یومنون ۔
(بخاری کتاب التفسیر، مسلم کتاب صفة الجنة ،)

کہ یہ تو موت ہے، پھر اس مینڈھے کے بارے میں حکم ہوگا اور اس کو ذبح کر دیا جائے گا۔ پھر کہا جائے گا اے اہل جنت! اب تمہارے لئے ہمیشگی ہے کبھی موت نہ آئے گی اور اے دوزخیو! تمہارے لئے بھی ہمیشگی ہے تمہیں بھی اب موت نہ آئے گی ، پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی ''وَ اَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ وَ هُمْ فِي غَفْلَةٍ وَّ هُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ"(۱)

صحیحین میں ایک اور روایت حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

یدخل الله اهل الجنة الجنة ، و یدخل اهل النار النار ، ثم یقوم موذن بینهم فیقول ، یا اهل الجنة لا موت و یا اهل النار لاموت کل خالد فیما هو فیه
(بخاری کتاب الرقاق ، مسلم کتاب صفة الجنة)

اللہ تعالیٰ اہلِ جنت کو جنت میں اور اہل دوزخ کو دوزخ میں داخل فرمائے گا پھر ان کے درمیان ایک ندا لگانے والا کھڑا ہوگا اور اعلان کرے گا اے جنتیو! اب موت نہیں ، اے دوزخیو! اب موت نہیں ، جو جس حالت میں ہے اسی میں ہمیشہ رہے گا۔

اسی سے ملتی جلتی ایک اور روایت حضرت ابن عمرؓ ہی سے ہے بس اس کے اخیر میں اتنا اضافہ ہے کہ اس کی وجہ سے اہلِ جنت کی خوشی اور اہلِ دوزخ کے غم

(۱) اس کا ترجمہ گذشتہ صفحہ کے شروع میں گذر چکا ہے۔

میں کئی گنا اضافہ ہو جائے گا، اور بھی کئی روایات میں یہ مضمون وارد ہوا ہے،

یہاں اس امر کو بہت زیادہ ملحوظ رکھنا چاہئے کہ جن روایات میں مینڈھے کو لٹانے اور ذبح کرنے، اسی طرح جنتیوں اور دوزخیوں کی طرف سے اس کو دیکھنے کا ذکر آیا ہے یہ سب حقیقت پر محمول ہیں، یہ کوئی خیالی یا تمثیلی چیز نہیں جیسا کہ بعض منحرف العقیدۃ اور ظاہر پرستوں کا کہنا ہے، بلکہ یہ عقیدہ رکھنا چاہئے کہ اگرچہ موت عرض ہے مگر اللہ سبحانہ وتعالیٰ اعراض (بغیر جسم والی لطیف اشیاء) کو مجسّد (جسم والی) بنانے پر مکمل قدرت رکھتا ہے۔ جیسے سورہ بقرہ اور آل عمران پڑھنے کی فضیلت کے سلسلہ میں آیا ہے کہ قیامت کے دن وہ دو بدلیوں کی طرح ہوں گی (۱) اور قبر کے عذاب اور اس کی نعمتوں کے بیان میں آیا ہے کہ مومن اپنے سامنے حسین وجمیل شکل کا ایک شخص دیکھے گا تو اس سے پوچھے گا تو کون ہے وہ کہے گا میں تیرا نیک عمل ہوں اور کافر نہایت بھیانک اور قبیح شکل کا ایک شخص دیکھے گا تو اس سے پوچھے گا تو کون ہے؟ وہ کہے گا میں تیرا برا عمل ہوں، پل صراط پر بآسانی گذرنے کے لئے مومنین کو جو نور دیا جائے گا وہ بھی درحقیقت ان کے ایمان کا نور ہو گا غرض اسی طرح کی روایات میں اعراض کی تجسید کا جو ذکر ہے اس کو حقیقت پر محمول کرنا چاہئے اور عقل کو معیارِ تحقیق بنا کر اس کی تاویل وتوجیہ نہیں کرنی چاہئے کیوں کہ ہماری عقلیں اس کے ادراک سے قاصر ہیں، البتہ اس کی کیفیت کا علم اللہ کے حوالہ کر دینا چاہئے۔ یہی اسلاف کا صحیح عقیدہ اور منہج ہے، اس میں اس طرح کی تاویل کہ مینڈھے کو نہیں بلکہ موت کے فرشتہ کو ذبح کیا جائے گا یا اس طرح کی کوئی اور تاویل دراصل راہِ اسلاف سے انحراف اور خواہشات نفسانی کی اتباع کے مترادف ہے، اور اور اللہ تعالیٰ پر بے جا جرأت وجسارت بھی۔

---

(۱) مسلم کتاب صلاۃ المسافرین۔

جنت میں ذکر کے سوا کوئی دوسری عبادت نہیں ہوگی

امام مسلمؒ نے اپنی صحیح میں حضرت جابر بن عبداللہؓ کی روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

يأكل اهل الجنة فيها و يشربون ، و لايتمخطون ولايتغوطون ، ولايبولون ، و يكون طعامهم ذلك جشاء ورشحا كرشح المسك ، يلهمون التسبيح والحمد كما يلهمون النفس
(مسلم كتاب الجنة)

اہلِ جنت جنت میں کھائیں گے پئیں گے، نہ ان کو ناک کی ریزش آئے گی، نہ بول و براز کی حاجت ہوگی ، ان کے کھانے کا (ہاضمہ) ڈکار اور مشک کی طرح پسینہ بہنے سے ہوجائے گا، جنتیوں کو ہر ہر سانس کے ساتھ تسبیح وتحمید کرنا سکھایا جائے گا۔

***

دنیا میں جو کچھ گذری اہلِ جنت آپس میں اس کا مذاکرہ کریں گے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَ لُوْنَ، قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ اِنِّي كَانَ لِيْ قَرِيْنٌ يَّقُوْلُ أَئِنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِيْنَ

(الصافات:۵۰۔۵۱)

وہ (اہل جنت) ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوکر آپس میں سوال و جواب کریں گے۔ ان میں سے ایک کہے گا، میرا ایک دوست تھا کہتا تھا کیا تم بھی تصدیق کرنے والوں میں ہو۔

دوسری جگہ فرمایا:

وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَ لُوْنَ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِيْٓ اَهْلِنَا مُشْفِقِيْنَ ، فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَ وَقَانَا عَذَابَ السَّمُوْمِ ، اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوْهُ اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيْمُ،

(الطور:۲۵۔۲۸)

وہ (اہلِ جنت) ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر سوال و جواب کریں گے، کہیں گے، اس سے قبل ہم اپنے گھر والوں کے سلسلہ میں ڈرتے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کیا اور ہم کو لُو کے عذاب سے بچالیا، یقیناً ہم اس سے پہلے اس کو پکارتے تھے کیوں کہ وہی ہے نیک سلوک کرنے والا مہربان ہے۔

ابن ابی الدنیاؒ نے حضرت انسؓ سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ جب اہل جنت جنت میں داخل ہو جائیں گے تو انہیں ایک دوسرے سے ملنے کا اشتیاق ہوگا۔ (اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا نظم یہ ہوگا) کہ اس جنتی کا تخت دوسرے جنتی کے تخت کی طرف چل کر قریب ہو جائے گا، وہ دونوں اپنے اپنے تخت پر ٹیک لگائے باتیں کریں گے، ایک کہے گا کیا تمہیں معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری کب مغفرت فرمائی، دوسرا کہے گا بالکل، فلاں دن، فلاں جگہ، ہم نے اللہ تعالیٰ کو پکارا تو اس نے ہماری مغفرت فرمادی۔(۱)

اندازہ یہ ہے کہ آپس میں ان کا مذاکرہ صرف مغفرت الٰہی وغیرہ سے متعلق ہی نہ ہوگا بلکہ دنیا میں علمی مسائل، قرآن وسنت کے فہم اور احادیث کی صحت وغیرہ سے متعلق جو اشکالات ان کو پیش آتے تھے ان کے متعلق بھی بدرجہ اولی وہ مذاکرہ کریں گے۔ کیوں کہ ہم دیکھتے ہیں کہ دنیاوی زندگی میں علمی مذاکرہ کی لذت وحلاوت، کھانے پینے ہم بستری کرنے اور ہر قسم کی لذتوں سے بڑھ کر ہے، تو ظاہر ہے جنتی اس سے کس طرح محروم رہ سکتے ہیں، یقیناً علمی لذت سے وہی آشنا ہوسکتا ہے جو واقعتاً صاحب علم ہو اور علم والا ہی دیگر لوگوں میں ایک امتیازی شان رکھتا ہے۔

***

(۱) "کشف الاستار" للبزار

جنت کن لوگوں کے لئے ہے؟

قرآن وحدیث کے مختلف نصوص سے پتہ چلتا ہے کہ جنت کے مستحق وہ لوگ ہوں گے جن کے اندر تین اوصاف پائے جائیں (۱) ایمان (۲) تقویٰ (۳) ایسا عمل جو خالص اللہ کے لئے ہو اور شریعت اسلامیہ کے مطابق ہو۔ جو نصوص ان اوصاف کے لازمی ہونے پر دلالت کرتے ہیں ان میں چند یہ ہیں:

اِنَّ الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَ عَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ کَانَتْ لَهُمْ جَنَّاتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًاo
(الکهف:۱۰۷)

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل بھی کئے ان کی مہمانی کے لئے فردوس کے باغ ہوں گے۔

دوسری جگہ فرمایا:

وَ سَارِعُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِیْنَ o
(آل عمران:۱۳۳)

اور مغفرت کی طرف جو تمہارے پروردگار کی طرف سے ہے دوڑو اور جنت کی طرف (دوڑو) جس کا عرض سارے آسمان اور زمین ہیں اور جو پرہیزگاروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

جنت میں لے جانے والے کچھ اعمال کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ ،

یقیناً (وہ) مومنین فلاح پاگئے جو اپنی نماز میں خشوع رکھنے والے ہیں اور جو لغو

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فَاعِلُوْنَ ، وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حَافِظُوْنَ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَامَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمَانَاتِهِمْ وَ عَهْدِهِمْ رَاعُوْنَ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوَارِثُوْنَ اَلَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ o (المومنون:۱۔۱۱)	(بات) سے برکنار رہنے والے ہیں اور جو زکوۃ دیا کرتے ہیں اور جو اپنی شرمگاہوں کی نگہداشت رکھنے والے ہیں ہاں البتہ اپنی بیویوں اور باندیوں سے نہیں کہ (اس صورت میں) ان پر کوئی الزام نہیں ہاں جو کوئی اس کے علاوہ کا طلبگار ہوگا سو ایسے ہی لوگ تو حد سے نکل جانے والے ہیں، اور جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا لحاظ رکھنے والے ہیں اور جو اپنی نمازوں کی پابندی رکھنے والے ہیں (بس) یہی لوگ وارث ہونے والے ہیں جو فردوس کے وارث ہوں گے اور اس میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔

سورہ نازعات میں فرمایا:

وَ أَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰىo (النازعات:۱۰۔۱۴)	اور جو کوئی ڈرا ہوگا اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا ہونے سے اور نفس کو خواہش سے روکا ہوگا تو ایسے کا ٹھکانا جنت ہی ہے۔

جہاں تک ذخیرہ احادیث کا تعلق ہے تو اس میں ان اعمال کی تفصیل مختلف جگہوں پر پھیلی ہوئی ہے، جو جنت میں لے جانے والے ہیں، ان اعمال کی

کثرت کی طرف اشارہ اس روایت سے ملتا ہے جس میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

الایمان بضع و سبعون شعبة اعلاھاقول لا اله الا الله ، و ادناھا اماطة الاذی عن الطریق	ایمان کے ستر سے زائد شعبے ہیں جن میں سب سے اونچا شعبہ "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" پڑھنا ہے اور سب سے ادنی راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا ہے۔

(ترمذی کتاب الایمان باب ماجاء فی حرمة الصلاة)

کلمہ "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" اور "راستہ سے تکلیف دہ چیز ہٹا دینے" کے درمیان بہت سے اعمال ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی جائے ، اور آپ ؐ کی بتائی ہوئی تمام غیبی باتوں کو سچ مانا جائے اور آپ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت پر اخلاص کے ساتھ عمل کیا جائے ،

اس کے بعد مصنف (ابن قیم علیہ الرحمۃ) نے امام احمد اور اسحاق بن راہویہ کے فیض یافتہ امام حرب کی کتاب "المسائل" سے اہل سنت والجماعت کے اہم متفق علیہ عقائد واصول دینیہ نقل کئے ہیں، پھر فرمایا جو ان عقائد کا حامل ہوگا وہی اصل جنت کا مستحق ہوگا، ایمان، عمل صالح کی اہمیت، اچھی بُری تقدیر کو تسلیم کرنا، اللہ کو ہر چیز کا خالق سمجھنا، اہلِ قبلہ کی تکفیر سے اجتناب، عذاب قبر کو حق سمجھنا، جنت، دوزخ، پُل صراط اور حوض وغیرہ کو حق سمجھنا، یہ عقیدہ رکھنا کہ قرآن اللہ کا کلام ہے وہ مخلوق نہیں ہے، صحابہ کرامؓ سے محبت کرنا، عربوں سے احترام و اکرام کا تعلق رکھنا، کسب حلال کی سعی کرنا، اور اسی طرح کے بہت سے نیک اور اچھے اعمال انہوں نے شمار کرائے ہیں جو اہلِ سنت والجماعت کے نزدیک بڑی اہمت کے حامل ہیں، اور جو ان کا بنیادی عقیدہ اور مسلک ہیں۔

آخر میں ہم کتاب کا اختتام اسی چیز پر کرتے ہیں جس کے ذریعہ اس کتاب کا افتتاح کیا تھا یعنی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی تسبیح اور تحمید پر، اور یہی وہ عمل ہے جس کا استمرار جنت میں بھی ہوگا، اور اہل جنت سے دیگر تمام اعمال ساقط کردئے جائیں گے مگر اللہ کی تسبیح اور تحمید کا عمل جاری رہے گا، اور ان کو سانس لینے کی طرح اس عمل کی مشق کرائی جائے گی، جنتیوں کے اس آخری عمل کا ذکر قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیت میں ہے:

إِنَّ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصَّالِحَاتِ يَهْدِيْهِمْ رَبُّهُمْ بِإِيْمَانِهِمْ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ فِيْ جَنَّاتِ النَّعِيْمِ، دَعْوَاهُمْ فِيْهَا سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ، وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلَامٌ وَّ آخِرُ دَعْوَاهُمْ أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

(یونس:۹۔۱۰)

جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل بھی کئے ان کا پروردگار انہیں پہنچا دیگا (ان کی منزل تک) بوجہ ان کے ایمان کے، ان کے نیچے نہریں بہ رہی ہوں گی عیش (ومسرت) کے باغوں میں، اسی میں ان کا قول ہوگا، پاک ہے تو اے اللہ! اسمیں ان کی (باہمی) دعاء "سلام" ہوگی اور ان کی آخری بات ہوگی کہ ساری تعریف اللہ پروردگارِ عالمین کے لئے ہے۔

تسبیح کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کو تمام عیوب ونقائص سے منزہ قرار دینا، اور تحمید کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کے لئے تمام کمال وجلال کے اوصاف کو ثابت کرنا۔

حضرت موسیٰ بن طلحہ اور طلحہ بن عبید اللہ سے الگ الگ سندوں سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے کلمہ "سُبْحَانَ اللّٰهِ" کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے جواب عنایت فرمایا: "هُوَ تَنْزِيْهُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ عَنْ كُلِّ سُوْءٍ"(۱) (اللہ تعالیٰ

(۱) مسند البزار، کتاب الاذکار، باب فی تفسیر سبحان اللہ۔

کو ہر قسم کی برائی اور عیب سے پاک قرار دینا)

بعض بزرگانِ دین کے اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ جنتی ''سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ'' اس وقت کہیں گے جب انہیں پرندیا کسی اور چیز کی خواہش ہوگی، تو فرشتہ وہ چیز فوراً لے آئے گا، اور ان کو سلام کرے گا تو وہ سلام کا جواب دیں گے اور جب وہ اس چیز کو کھالیں گے تو کہیں گے ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ''

مگر دیکھا جائے تو آیت کریمہ میں کوئی ایسا لفظ نہیں جو تسبیح و تحمید کے کسی موقع یا وقت کے ساتھ مخصوص ہونے پر دلالت کرے۔ آیت تو مطلق ہے جو اس پر دلالت کرتی ہے کہ ان کی دعا کا آغاز تسبیح سے ہوگا اور اختتام حمد و ثنا پر اور لفظ ''دعوی'' یہاں ''دعا'' کے معنی میں ہے، لہٰذا معلوم ہوا کہ دعا اور تسبیح و تحمید کا عمل کسی خاص موقع پر نہیں بلکہ ہر وقت جاری رہے گا۔ اس کی تائید اس حدیث صحیح سے بھی ہوتی ہے جس میں آیا ہے کہ جنتی تسبیح و تحمید میں اس طرح مشغول ہوں گے جیسے سانس لینے میں۔

وَ آخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى وَسَلَّمَ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ ٥

حادی الأرواح إلٰی بلاد الأفراح

تالیف:

العلامة ابن قیّم الجَوزِیَّة رحمه اللّٰه (م ۷۵۱ھ)

نقله إلی الأردیة ولخّصه :

خور شید انور الندوی المدنی

(خرّیج کلیة القرآن الکریم بالجامعة الاسلامیة بالمدینة المنورة)

قام بالنشر :

دار العلوم سبیل السلام ، مدینة العلم ،

صلاله، بارکس ، حیدرآباد (الهند)